حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مولانا حافظ قاری محمد قاسم قاسمی

مکتبہ قاری ۵۰۷۸ کوچہ رحمن بلیماران دہلی



حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

مولانا قاری حافظ محمد قاری قاسمی

ناشر
مکتبہ قاری ۵۰۷۸ کوچہ رحمان، بلیماران، دہلی ۶

نام کتاب : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نام مؤلف : مولانا حافظ قاری محمد قاسم قاسمی
طبع اوّل : گیارہ سو
تاریخ اشاعت : جنوری ۱۹۸۴ء
مطبوعہ : نازیہ پرنٹرز ۲۱۷۲ رودگران، لال کنواں، دہلی

ناشر
مکتبہ قاری ۵۰۷۸، کوچہ رحمٰن، بلیماران، دہلی ۶

ہدیہ : ۱۵/۰۰ روپے

ناگپور میں ملنے کا پتہ
حبیب بھائی، مالک کوثر المونیم سینٹر، ۷/۸۷، ڈالمیا سدن، سنٹرل روڈ، ناگپور

فہرست

پیش لفظ

حضرت مولانا حکیم عزیز الرحمٰن صاحب اعظمی استاد جامعہ طبیہ دارالعلوم دیوبند

اسلام سے عداوت و دشمنی تعلیمات اسلام سے گریز ہمیشہ سے اہل کفر و باطل پرستوں کا شعار رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ آج کے وہ لیڈر اور رہنما جن کا کردار ہر طرح سے گھناؤنا اور ہر طرف سے انکی تصویر میں کجی، ان کا ہر قول و فعل بے راہی کا آئینہ دار ہے مگر ان کے اقوال وجمع کرنے، اس کی نشر و اشاعت کرنے میں موجودہ کفر نواز معاشرہ دل و جان سے لگا ہوا ہے، اس کو برحق ثابت کرنے اس کی یادگار قایم کرنے، اُسے مثالی اور معیاری بنانے میں ان لوگوں کی زبان تک نہیں تھکتی افسوس ہوتا ہے جب وہ پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل کو معاندانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں نیز چشم عداوت بزرگز عیب است کے مقولے کے ماتحت اس سراپا خوبی میں انھیں کوئی خوبی نہیں دکھائی دیتی۔ اس مکارم معیار اور اخلاق میں ان کو کیڑے نظر آتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان پر رات دن ریسرچ کرتے ہیں اور جب وہ پوری طرح معیار پر اترتی ہیں تو اسے اتفاقات سے تعبیر کر دیتے ہیں، سب سے زیادہ افسوس ان مغرب زدہ علماء پر ہوتا ہے جو مستشرقین کی ہر نا سمجھی کو دستاویزی مقام دیتے ہیں، ان کی ہر بیہودہ تحقیق کو معیار انسانیت تسلیم کرتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول صرف چار ہیں۔ قرآن و سنت، اجماع و قیاس یہ گروہ صرف قرآن کو اصول مان کر اسلامی اصولوں کا انکار کر کے اسلام کو چوں چوں کا مربہ بنانا چاہتے ہیں۔ کیا قرآن نے خود یہ اعلان نہیں کیا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ایسی صورت میں اسوۂ نبوی اور آپ کے عادات و اخلاق کی حفاظت جو خود قرآن کی زبان سے قرآن میں ہے، کیا قرآنی اصول نہیں ہے؟ پھر ایسی صورت میں سنت سے انکار کرنا اسلام سے بغاوت کے مترادف نہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپ کی تعلیمات، آپ کے رات دن، آپ کے سفر و حضر آپ کی نشست و برخاست، آپ کی گفتگو و سکوت، آپ کے ازدواجی تعلقات، خود اپنے رشتہ دار، اُن سے معاملہ، دوستوں سے تعلقات، دشمنوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے اصول کا ایک ایک گوشہ محفوظ رکھا۔ یہی صحابہ پیروکاران پیغمبرؐ فداکاران نبی اکرمؐ کا سب سے بڑا قصور ہے جس طرح اُمّت اور علمائے اُمّت نے قرآن کی حفاظت کی اسی طرح رسولِ خدا کی ہر ہر سنّت کی حفاظت و ترویج انھوں نے اپنے ذمہ فرض سمجھا۔

یہ بات ہمیشہ سے ایک حقیقت کی طرح مانی گئی ہے کہ محبّت کرنے والے کا لاشعور محبوب کی ہر ادا کو محفوظ رکھتا ہے خواہ اس کا حافظہ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ ان کے ساتھی، اُن کے جاں نثار، ماشاء اللہ حافظہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ پھر وہ اپنے محبوب رسولؐ کی ہر ہر بات میں ہر فعل کی اگر حفاظت کرتے ہیں تو یہ نفسیاتی طور سے ایک مانی ہوئی حقیقت ہے ایسی صورت میں سنت سے انکار قرآن کا انکار ہوگا۔

مزید برآں رسولِ خدا کے فرمودات، آپ کے اعمال و اخلاق باقاعدہ مکتوب شکل میں اُسی وقت سے موجود ہیں۔ آپ نے جو فرمان بھیجے، جو معاہدے کیے، جو مکاتیب امراء و سلاطین کو لکھے، جو احکام اپنے زمانے میں عُمّالِ حکومت کو بھیجے، صلح جنگ کی شرائط، معاہدے تمام کے تمام مکتوب شکل میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں زبان زد عوام و خواص تھیں کہ ان کو تواتر کا درجہ حاصل تھا۔ زکوٰۃ، صدقات، روزہ، حج کے بارے میں آپ کے تحریری احکام اسی زمانے میں روانہ کیے گئے تھے۔ پھر ایسی صورت میں سنت کی حجّیت اور اصول ہونے سے انکار بڑی ہی دیدہ دلیری اور انتہائی جرأتناک جسارت ہوگی۔

ابوہریرہ رضؓ جو صحابہ میں رسول کریمؐ کی صحبت میں رات دن حاضر باش تھے، جن کا حافظ

غیر معمولی تھا۔ جنھوں نے غلامی سے لے کر گورنری جیسے عظیم عہدے حاصل کیے۔ اُن کی خداداد صلاحیت اور پُر وقار شخصیت سے کوئی احمق ہی انکار کر سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بعد صحابہ میں روایت حدیث میں سب سے زیادہ فائق ہیں۔ آپ کی سوانح حیات اور زندگی پر اب تک بڑے بڑے کام ہونے چاہیے تھے۔ خصوصیت سے اُردو زبان میں جہاں سیر صدیق رضؓ، سیر عثمان رضؓ، سیر عائشہ رضؓ و عمر فاروق رضؓ پر خاصی کامل کتابیں اور مواد موجود ہیں مگر عبداللہ بن عمر رضؓ اور ابوہریرہ رضؓ کا ذکر اس انداز میں نظر نہیں آتا۔ ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ اس صحابی رسول کے حالات زندگی اور اس کا ہر گوشہ ہمارے سامنے آجاتا مگر اُردو لٹریچر اس سے خالی تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ قاری محمد قاسم قاسمی نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور ایک معیاری گو مختصر سہی، ابوہریرۃ رضؓ کے حالاتِ زندگی، ان کے کارہائے نمایاں، روایت حدیث اس کی اہمیت پر قلم اُٹھایا اور بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہیں۔ بہر حال ضرورت تو اس کی ہے کہ ابوہریرۃ رضؓ کے حالات زندگی کا ہر گوشہ ہمارے سامنے رکھا جائے اور پوری تفصیل سے رکھا جائے تاکہ یہ صحابیٔ رسول بھی اپنے کارہائے نمایاں کے ساتھ لوگوں کے لیے رہتی دنیا تک رہنمائی کا کام کر سکے۔

امید ہے کہ یہ مختصر مگر ٹھوس کتاب پورے ذوق و شوق سے پڑھی جائے گی۔ زبان معیاری اور شگفتہ ہے اس لیے پڑھنے والوں کو بھی تکان نہ ہوگا۔ والسّلام

عزیز الرحمٰن اعظمی

جامعہ طبیہ دار العلوم دیوبند

تعارف

حضرت مولانا ڈاکٹر شمس تبریز خاں صاحب

مجلس تحقیقات ونشریات اسلامی ندوۃ العلماء لکھنؤ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکیزہ سنت وسیرت امت کے لیے اسوۂ حسنہ کا حکم رکھتی ہے کیوں کہ ان کی زندگی انسانی فضائل واخلاق، علم وعمل، خداشناسی اور انسان دوستی، شرافت و مروّت، خداترسی اور خدمتِ خلق، اخوت ومساوات، جہاد وجاں فروشی، اصلاحِ معاشرہ اور ایک مثالی معاشرہ کے بے مثال افراد کے امتیازات وکمالات کا ابدی ودائمی نمونہ ہونے کے سبب تاریخ انسانیت کا قابلِ فخر اور زرّیں عہد کہلانے کا مستحق ہے۔

ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی اور ان کے تاریخ ساز اور انسانیت نواز کارناموں سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ واقف کرایا جائے اور اس طرح آج کی حیران و سرگرداں، بیمار اور قابل رحم انسانیت کے درد کا درماں مہیّا کیا جائے جو اشتراکیت و سرمایہ داری کے دو پاٹوں کے درمیان بری طرح پسی جارہی ہے اور محنت وسرمایہ کی کش مکش نے اس کی زندگی کو جہنم بنا رکھا ہے۔

صحابہ کرام کی سیر نگاری کی سعادت عربی میں علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن الاثیر نے اسد الغابۃ فی احوال الصحابۃ اور حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، علامہ ذہبیؒ نے تجرید اسماء الصحابۃ اور دورِ آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے حیاۃ الصحابہ کے ذریعہ

حاصل کی۔ اردو میں 'اسوۂ صحابہ' (مولانا عبدالسلام ندوی) 'سیر الصحابہ' (حاجی معین الدین ندوی بہاری اور شاہ معین الدین ندوی) اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی 'حکایاتِ صحابہ' بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

'الفاروقؓ' (مولانا شبلی نعمانیؒ) اور 'صدیقِ اکبرؓ' (مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہ) کے علاوہ صحابہ کرام پر الگ الگ تفصیلی کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ عزیز محترم جناب مولانا قاری محمد قاسم سہارنپوری (استاذ مدرسۃ العلوم حسین بخش جامع مسجد دہلی) کو بھی جلیل القدر صحابی، محدثِ امت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلی سوانح کی تالیف کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور انھوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اس اہم کام کو انجام دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے شرفِ سعادت کے لیے حدیث وسنت سے ان کا قلبی شغف بہت کافی ہے جس کے سبب وہ امت میں حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور دعائے محمدیؐ کا ایک ابدی معجزہ کہ ان کی ناقابل فراموش علم کی دعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا۔

اَبُوهُرَيْرَةَ وِعَاءٌ مِّنَ الْعِلْمِ ابو ہریرہؓ علم کا ظرف ہیں (سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲/۴۳۰)

انھوں نے ایک بار شفاعت کے بارے میں سوال فرمایا جس کے جواب میں رسولِ خدا نے فرمایا۔

لَقَدْ ظَنَنْتُ اِنَّكَ اَوَّلُ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ عَنْ ذَالِكَ مِنْ اُمَّتِيْ لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْعِلْمِ (مسند احمد ۱۵/۲۰۸)

مجھے خیال تھا کہ اس بارے میں میری امت میں سب سے پہلے مجھ سے تمھیں سوال کروگے کیوں کہ میں تمھیں علم کا طالب دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عمرؓ جیسے صحابی رسول نے بھی ان سے ایک بار فرمایا:

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ كُنْتَ اَلْزَمَنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْلَمَنَا بِحَدِيْثِهٖ (سیر اعلام النبلاء ۵/۴۳)

اے ابو ہریرہ آپ ہم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے اور ان کی حدیث کے جاننے والے ہیں۔

ان کی اسی علمی جلالت کے پیش نظر ان سے آٹھ سو صحابہ اور تابعین نے روایت کی اور خود انھوں نے حجاز، شام، عراق اور بحرین میں درسِ حدیث کے حلقے قائم کیے۔ ان سے روایت کرنے والے اصحاب میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے اکابر صحابہ بھی ہیں۔ ان کی امانت و دیانت اور اہلیت کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں بحرین کا والی و گورنر بھی بنایا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ اَحْفَظَ مِنْ كُلِّ مَنْ	ابو ہریرہؓ اپنے معاصر راویانِ حدیث میں سب سے
يَرْوِي الْحَدِيْثَ فِي عَصْرِهٖ وَلَمْ يَاْتِ عَنْ	بڑے حافظ حدیث تھے اور ان جیسی روایات تمام
اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ مَا جَاءَ عَنْهُ	صحابہ میں کسی سے منقول نہیں۔ (تہذیب التہذیب ۱۲/۲۶۶)

حضرت ابو ہریرہ کی عظیم خدمتِ دین کے متعلق خراجِ عقیدت کے طور پر بے اختیار یہ مناقب بیان کیے گئے۔ وَالشَّيْءُ بِالشَّيْءِ يُذْكَرُ۔

ہمارے محترم قاری صاحب نے اپنی اس فاضلانہ کتاب میں پہلے سنت کی تشریح اور تدوین حدیث کا جائزہ لیا ہے پھر صحاحِ ستہ اور ان کے مصنفین کا بھی تعارف کرایا ہے پھر ان کی سوانح لکھی ہے۔ کتاب کے باب ثانی میں ان کے شغفِ حدیث، ان کی قوت حفظ، ان کے عہدۂ قضا اور ان کے شیوخ و تلامذہ، ان کی روایات کی تعداد اور ان کے فتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔

کتاب اپنے مطالب و مضامین، اپنی زبان و بیان اور ایک اہم دینی ضرورت کی تکمیل کا نمونہ ہونے کے سبب قابلِ قدر و لائقِ مطالعہ و استفادہ ہے جس سے ہر خاص و عام کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ خدا کرے کہ اہلِ علم و دین کے حلقوں میں کتاب کو قبولیت حاصل ہو اور اس طرح مؤلف موصوف کی محنت وصول ہو۔ بہر حال اس کا اجر و ثواب تو کہیں گیا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

شمس تبریز خاں لکھنؤ

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ، ۱۴ر فروری ۱۹۸۳ء

تقریظ

حضرت مولانا شمیم احمد صاحب

شیخ الحدیث و صدر المدرسین مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی

ناکارہ کو شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کے اوائل میں محترم جناب مولانا قاری محمد قاسم صاحب مدرس مدرسۃ العلوم حسین بخش دہلی کی کتاب "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ" کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ قاری صاحب نے اس کتاب میں تدوین حدیث کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے صحاح ستہ کے مولفین کا دلنشین طریقہ پر تعارف کراتے ہوئے ان کی سوانح حیات بھی لکھی ہے۔

پھر کتاب کے اصل مقصد کو تطویل بے فائدہ اور اختصار بے جا سے بچاتے ہوئے اس انداز سے پیش کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کا حدیث سے شغف، ان کے خداداد حافظہ، ان کے عہدۂ قضاء، ان کے شیوخ اور تلامذہ، انکی روایات کی تعداد اور انکے فتاویٰ سے متعلق تمام معلومات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور جامع تاریخی جائزہ کی شکل میں یہ کتاب قیمتی تحفہ بن گئی ہے اس لئے یہ کتاب اہل علم اور عامۃ المسلمین میں ہر طبقہ کے لئے بہت مفید ہے باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کی یہ کتاب مقبول ہو کر سرمایہ آخرت بنے

آمین:

محمد شمیم قاسمی کان اللہ لہ

۲۰ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

تقریظ

خطیبِ اسلام حضرت مولانا قاری حافظ عبد الحفیظ جنیدی مدظلہ
فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد، ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

خاکسار کو رمضان المبارک کے مقدس لیل و نہار میں عزیزِ مکرم مولانا قاری حافظ محمد قاسم قاسمی رکن کل ہند مجلس قرارت زید مجدہٗ کی کتاب "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ" کے مطالعہ کا موقع ملا۔ الحمد للہ بے حد مسرت ہوئی کہ اردو زبان میں طالبانِ دین اور تشنگانِ علم کے لیے ایک نایاب تحفہ مرتب ہوا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا تذکرہ اس قدر شرح و بسط اور جامع انداز میں ہوا ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کرنے تک دلچسپی علی حالہ باقی رہتی ہے۔ قارئین خود محسوس کریں گے کہ بہت سی کتابوں کا عطر اس میں پیش کیا گیا ہے۔

عاجز دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانائے موصوف کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے۔ دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، ہر مسلمان کو مطالعہ کی توفیق بخشے۔ آمین

عبد الحفیظ جنیدی عفی عنہ
خطیب جامع مسجد معسکر، بنگلور
۲۱ رمضان ۱۴۰۳ھ

دیباچہ

صحابہ جنھوں نے رسولِ خدا کی ہر ہر قدم پر پیروی کی، اس پیروی کی برکت میں انھیں شئونِ رسالت کی حفاظت کی توفیق عطا ہوئی۔ انھوں نے امانت ہی کو جوں کا توں امت تک پہنچایا، دعوت و تبلیغ کو پھیلانے کا حق ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے بُت پرست بتوں کی غلامی سے نجات یاب ہوئے اور انھیں ایمان کی تازگی سے نئی زندگی نصیب ہوئی انھوں نے دنیا کی صحیح رہنمائی کی عظیم ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھالی، اب کہیں تاریکی کا پتہ نہ تھا، ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی جگمگاتی روشنی تھی، انھوں نے قرآن کو خوب سمجھا گمراہی اور کج روی کو چھوڑ کر حق و سچائی کے راستہ پر لوگوں کو لگانے لگے تھے معرفتِ الٰہی کی دولت جہالت کے بعد ان کا حصہ بنی۔ اب کیا تھا آزادی کا پرچم ان کے ایک ہاتھ میں تھا تو نور و عرفان کی شمعیں دوسرے ہاتھ میں، انسانیت کی ہر راہ ان سے روشن تھی، عزت و سربلندی ان کے قدم چومتی تھی، دنیا کو خیر و سعادت سے نواز رہے تھے اور

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

کی پوری تصویر بن چکے تھے۔

دشمنانِ اسلام کو یہ دیکھ کر کہ مذہبِ اسلام ایک تناور درخت ہوتا جارہا ہے، اس کی

ہر شاخ شاداب ہوتی جارہی ہے شگوفے پھل بنتے جارہے ہیں اور پھل شیرینی ورس کے جام بنتے جارہے ہیں ان کی نیند حرام ہوگئی ہے مسلمانوں کی قیمت بڑھتی جارہی ہے ان کے متاع علم وہنر کی مانگ بڑھتی جارہی ہے، مخالفوں کی قیمت کم ہورہی ہے ان کو اس کی رات دن کھوج ہے کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں کہ اُن مآرب تک پہونچیں جن سے ان کی ترقی کا اصل راز معلوم کرسکیں اور ان کو صحیح راہ سے بھٹکادیں تو انھیں سب سے عمدہ تدبیر عقائد اسلام میں زہر گھولنا سمجھ میں آئی تاکہ اس فساد سے وہ انھیں ان عقائد حق سے الگ کرکے گمرہی اور کج روی کی طرف لگا سکیں۔

چنانچہ اُن اعدار اسلام نے اسلام کا چہرہ بگاڑنے کی ہر طرح سے کوشش کی، ہر وہ دلکش انداز جس سے اسلام کا اصلی رخ پہچان میں نہ آسکے اختیار کرنا اپنا پیشہ بنالیا، مسلمانوں کو محبت سے خوش کن اور وقتی منفعت بخش وسائل کے بکھیڑوں میں لگادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے کمزور دل کے لوگوں کو اسلام کی تعلیمات واحکام میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہونے لگے۔ مگر ان کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ قرآن کریم جو اصول وشریعت میں اوّلیت کا مقام رکھتا ہے اس کو بازیچۂ اطفال بنانا دشوار تھا دوسری اصل سُنّت نبویہؐ تھی اس پر رہ زنی آسان تھی مثلاً یہ کہہ کر کہ سنّت نبویؐ کے ناقلین کا اندازِ نقل صحیح نہ تھا اس لئے قابل اعتماد نہیں حافظین حدیث کو نظر انداز کرنے لگے تاکہ حدیث نبویؐ کا ایک بڑا حصہ مجروح ہوجائے اور اس طرح سنت نبویؐ کی پاکیزہ راہ غبار آلود ہوجائے اور یہ کہہ کر کہ یہ راستہ ناصاف ہے کسی دوسرے ستھرے راستہ کو اختیار کیجئے۔ ایسی صورت میں جبکہ سنّت نبویؐ ہی قرآن کی وضاحت اور تفسیر کی اصل پاٹنا ہے اس طرح مسلمانوں اور فہم قرآن کے مابین ایک بڑی خلیج حائل ہوجائے گی جس کا پاٹنا آسان نہ ہوگا۔ اس تدبیر سے قرآن

کریم پر جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائے گا مسلمانوں کے لئے اجنبی بنتا جائے گا اس طرح دشمنانِ اسلام کا مقصد تکمیل پاتا جائے گا۔

چنانچہ علمی مباحث کی صورت میں یورپ کے مستشرقین ان کو شائع کرنے لگے یہ مباحث ہمارے بعض اہل علم کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے لگے چنانچہ بعض نافہموں نے عقل و دانش، معقولیت کے نام پر ان ڈھکوسلوں کو حقیقت سمجھنا شروع کر دیا۔

ہم کو خود یہ بات معلوم ہے اور دنیا کا ہر انصاف پسند طبقہ یہ جانتا ہے کہ سُنّتِ نبوی ہم کو ایک بڑے جرگے سے جس کو ایک بڑی جماعت نے قرناً بعد قرنٍ ایک دوسرے سے ہماری طرف منتقل کیا وہ ہم تک اسی انداز میں پہونچتی رہی جو اہل علم میں علوم کے محفوظ بے غبار رکھنے کا طریقہ ہمیشہ سے جاری وساری رہا بالکل اسی محفوظ و بے غبار راستے سے حدیث نبوی ہم تک پہونچی۔ علماء نے حدیث نبوی کی حفاظت کے لئے تن من دھن سب کچھ نثار کر دیا انھوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے بڑے دشوار گذار سفر کئے طویل فاصلے طے کئے گھر بار چھوڑ کر نکلے اور حدیثوں کو ان کی سندوں کے ساتھ یاد رکھنا منکرات و مصائب کے باوجود نہایت نشاط انگیز مشغلہ معلوم ہوا انھوں نے حدیثوں کو اُن کی سند کو اور کن کن لوگوں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے ان تمام باتوں کی پوری طرح جانچ کی کمزور حدیثوں، کمزور رُواۃِ حدیث کو مضبوط حدیثوں اور مضبوط و صحیح راویوں سے متمائز کیا۔ راویوں کے معمولی سے معمولی عیب کو جانچا بوجھا جوبات واضح کرنے کی تھی ایک ایک کو واضح کیا معمولی سے معمولی فروگذاشت کو بھی برداشت نہیں کیا جو لوگ عقل، حافظہ ظاہری و باطنی انداز سے ثقہ معلوم ہوتے تھے صرف انھیں سے حدیث قبول کی اور بس۔

صحابہ کی عدالت اور ثقہ ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے پھر وہ صحابہ جنھوں نے خود پیغمبر خدا سے کوئی بات سنی یا دیکھی اور ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے انھیں حلقۂ درس وتعلیمات نبوی میں حاضری کی سند ملی ہو ایسوں کی عدالت کا کیا کہنا! انھوں نے زندگی اور زندگی کی سب سے عزیز متاع خدا کی راہ پر لوگوں کو لگانے میں صرف کر دی انھوں نے اسلام کی بنیادیں بڑی گہرائی میں رکھیں اور شریعت کے نادر اصول کی حفاظت کی۔

انہی مستند، ثقہ، حاضرینِ حلقۂ درسِ نبوی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو رسولِ امین کے جلیل القدر ساتھیوں اور احادیث نبویؐ کے راویوں میں سرفہرست ہیں ان سے ناقلین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی اور تابعی تو خیر تابعی ہیں اکثر صحابہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے واسطے سے بھی احادیثِ نبویؐ کی روایت کی ہے اس لئے دشمنانِ اسلام نے سب سے پہلے ان کا تعاقب کیا اور بعض نفس پرستوں نے اپنی سندوں کا رخ آپ کی طرف کر دیا آپ کی عدالت وعلمی ساکھ کو مجروح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بے مطلب کے مباحث چھیڑ دیئے بے سُری راگنی الاپنے لگے آپ پر حملے کئے بُغض وکینہ وَری کو تسکین دینے کے لئے اس عظیم صحابی کو کذّابین وضّاعینِ حدیث کی فہرست میں شمار کرنے کی احمقانہ جسارت کے مرتکب ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ

⁂

وجہِ تالیف

یہ دیکھ کر مجھے احساس ہونے لگا کہ وہ لوگ جن کے منہ کی دال نہیں جھڑی اپنی زبانِ طعن اس صحابی پر کھول رہے ہیں اور باطل نگار قلم سے آپ کی منوّر پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگانا چاہتے ہیں۔ میں نے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کو اپنا فرضِ اوّلین سمجھا، دوسرے دینی علوم کی مشغولیت نے بھی مجھے اس بات پر اُبھارا کہ میں بھی حقیقت کھول کے رکھ دوں، اپنی طرف سے کسی کو بے آبرو کرنا کسی پر حملہ کرنا میرا طریقہ نہیں ہے بلکہ رضائے الٰہی اس تحریر کا مقصد ہے اس لیے مجھے کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے اور میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر راویٔ اسلام کی خصوصیت میں لگ گیا ہوں۔ اس کا مقصد اس ناانصافی کو ختم کرنا بھی ہے جو مخالفین نے آپ پر روا رکھی ہے۔

اس علمی بحث کے سلسلے میں مجھے طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، بہت سی لائبریریاں اور کتب خانے کھنگالنے پڑے، بڑی بڑی کتابوں کے ایک ایک حرف پر نظر اور کتنے ہی مخطوطات کو پرکھنا پڑا، کتنی مطبوعہ کتابوں اور علماء کی جانب رجوع کرنا پڑا اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی جگمگاتی تصویر ان کا روشن چہرہ سامنے آگیا، ان کی پیشانی پر نہ کوئی داغ رہا نہ چہرے پر کوئی سیاہی، ان کا گزشتہ دور اُبھرتا ہوا ستارہ ہے، آپ کی روح پاکیزگی و بالیدگی کا مرقّع ہے، دل کی پاکیزگی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے، آپ کی علمی شخصیت کو ابھارنے میں ان محاسن کے بعد اب کیا رہ جاتا ہے، نفس پرستوں کے حملے اور ان کے کند نیزے اب کیا کرسکتے ہیں مخالفین کے اعتراض ریت کا تودہ ہو چکے ہیں، آپ کی تاریخ ساز شخصیت اور آپ کا علمی مقام واضح ہو کر سامنے آچکا ہے پھر بھی میں نے ان شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جو قادحین و مخالفوں نے پھیلائے تھے۔ اُن کی اس لیے بھی ضرورت تھی کہ آپ پر طعن کو مخالفین نے دوسرے صحابہ پر طعن کا ذریعہ بنا رکھا ہے تاکہ سنّتِ سنیہ کی تابناکی کو ختم کیا جاسکے اور اس پر عمل کرنے کے وجوب کو معرضِ بحث بنا کر مخالفین نے اسی مقصد کے تحت یہ کوشش کی ہے کہ سنت پر عمل کو روکا جاسکے اور اس کے وزن کو کم کیا جاسکے، اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اس کتاب کو

دیباچہ، ایک تمہید اور دو بابوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

تمہید اور پیامِ اسلام کا ذکر کر کے سنّت کی لغوی و شرعی تعریف کرنے کے بعد سنّت کے مقصد کی وضاحت کی ہے پھر سنّت کا مقام قرآن کریم کی روشنی میں امت کی جاں سپاری اس کی حفاظت اس کے اعتصام اور اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں بیان کی ہے، پھر صحابہ کا مقام اور اُن کی عدالت کو واضح کیا ہے، پھر سنت کی حفاظت اور اس کو بے غل وغش کرنے اور اس کے پھیلنے اور عام ہونے اور کرنے کا ذکر ہے۔

پہلی فصل میں ابوہریرہ رضؓ کی زندگی کے مختلف مظاہر وشئون کا ذکر ہے، ان کی عام اور نجی زندگی کے سبھی پہلو سامنے لائے گئے ہیں۔

دوسری فصل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی علمی زندگی ان کا علمی مقام، حدیث کے حصول میں ان کا خاص انداز اور سنّت کے پھیلانے میں ان کا کردار اور ان کی علمی فراست اور ان کے بارے میں علماء کے خیالات کا مکمل جائزہ ہے۔

باب ثانی میں اہل ہوا کے ان حملوں اور اعتراضات کا ذکر ہے، اسی طرح بعض کاتبین مستشرقین کے طعن وتشنیع کا ذکر پھر ان کے بارے میں کچھ مناقشاتِ علمی ہیں اور آخر میں سچی اور صحیح بات کا ذکر ہے جو ان کی تشفی کے لیے ثبوت بھی ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مجھے اس موضوع و مباحث میں سچی بات پیش کرنے کی توفیق دے۔ ساتھ ہی اُن احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اتنی عظیم خدمت پر مجھے اُبھارا جس میں ان رواۃ کی روایت کو لوگوں کے سامنے مجروح ہونے سے بچا سکا اور سنت نبوی کو آئینہ کی طرح پیش کرنے میں کامیاب رہا۔

آخر میں ناظرینِ کتاب سے درخواست کروں گا کہ وہ اگر کسی بھی تبدیلی و تصحیح کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو مجھے باخبر کریں تاکہ میں ان کے مفید مشورے سے نفع اٹھا سکوں۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

محمد قاسم

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

تدوینِ حدیث کا تاریخی جائزہ

اہلِ عرب اور پیامِ اسلام

ہزاروں سال سے پوری دنیا فکری ظلمت میں گھری ہوئی تھی۔ علمی پسماندگی عام تھی۔ ظلمِ اجتماعی کا نگر نگر ڈیرا تھا کہ اسی زمانے میں ہدایت کا سورج سرزمینِ عرب پہ طلوع ہوا۔ افقِ عالم کی تاریکی چھٹنے لگی۔ دنیا کے سامنے اس کی گزرگاہ کھلے طور سے سامنے آگئی۔ ہرطرف ترقی و کامرانی اور پیش روی کے راستوں کے نشانِ منزل نظر آنے لگے۔ یہ سورج کچھ روز کا سورج نہ تھا بلکہ آفتابِ نبوت تھا جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں میں لیے ہوئے تشریف لائے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ؕ — خدا نے آپ کو حقانیت کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر معبوث فرمایا۔

دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیۡرًا — خدا کی راہ پر لگانے والا اس کے احکام سننے والا اور سنانے والا چمکتا آفتاب

آپ کو پوری دنیا کی طرف دائمی رسالت کے شرف سے مشرف کر کے روانہ فرمایا گیا۔

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۪ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡاُمِّیِّ الَّذِیۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ کَلِمٰتِہٖ وَ اتَّبِعُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ

آپ فرما دیجیے کہ میں تم میں سے ہر ایک کے لیے خدا کی جانب سے جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی سلطنت ہے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں وہ خدا ایک ہے وہ زندگی عطا کرتا ہے وہ موت سے ہمکنار کرتا ہے خدا پر یقین کرو اور اس کے رسول نبی اُمّی پر ایمان لاؤ جو خود بھی خدا پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اس نبی کی پیروی کرو تا کہ ہدایت تمہارا حصہ ہو جائے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمتِ مجسم بنا کر بھیجا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا — ہم نے آپ کو پوری انسانی دنیا کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے

آپ کو احکام اسلام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اسلام کی تعلیمات عام کرنے کی اجازت مرحمت کی۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (القرآن الکریم)

اے خدا کے رسول آپ کو آپ کے رب کی جانب سے جو بھی نازل کیا گیا ہے بلا کم و کاست پہنچا دیجیے اگر آپ نے بلا کم و کاست نہیں پہنچایا تو پھر تبلیغِ رسالت کا صحیح کام انجام نہیں فرمایا۔ آپ کا خدا انسانی دنیا کی جانب سے آنے والی ہر گزند سے بچائیگا۔ خدا جان بوجھ کر اپنی نافرمانی کرنے والوں کو کامیابی کی راہ پر نہیں لے چلتا۔

خدا کا سب سے بڑا فضل عربوں پر یہ ہے کہ ان میں رسول بنا کر خود انھیں میں سے ایک شخص کو مبعوث فرمایا جو ان کو خدا کی آیات تلاوت کر کے سناتا ہے اور ان کے دلوں کو کھوٹ سے پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کے گر سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی کے شکار تھے۔ ان عربوں میں سب سے پہلے اپنے اہل خانوادے کے لوگوں کو خدا کی جانب بلانے کا حکم فرمایا اس لیے کہ خاندان کے لوگ زیادہ مانوس ہوتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لائیں ان کی پوری دل جوئی کے لیے فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ دوسری جگہ فرمایا۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى الخ آپ کو ہم نے پڑھنے کی چیز عربی زبان میں عطا کی تاکہ مکہ اور اس کے پس و پیش کے لوگوں کو ڈرائیں اور دھمکائیں قیامت کی پیشی سے جو یقینی طور سے ہونے والی ہے۔ دنیا میں بسنے والوں کے دو گروہ ہوں گے ایک لہلہاتے ہوئے شاداب باغوں میں، دوسرا جلتی ہوئی لپکتے ہوئے شعلوں میں۔ خدا نے رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو رشد کی راہ پر ڈالیں تاکہ وہ تبلیغ رسالت کے پیغام کو دوسری قوموں کی جانب لے کر چلیں اور خود انکی غرض قوم

مبلغ، ہادی کے شرف سے نوازی جائے اور رہتی دنیا تک ان کا نام جیتا جاگتا رہے جیسا کہ خدا کے رسول کو زندہ جاوید بنانے کا ارادہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ اسی طرح امت عرب کو بھی جس نے رسالت کو سب سے پہلے قبول کیا اور دنیا کی گردن کو ظلم و سرکشی سے آزاد کیا۔ اور انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو بچا کر سلامتی کے کنارے پر لگا دیا اور اسے تاریکی سے روشنی میں لاکر ہدایت و حق کی راہ پر گامزن کر دیا۔ آزادی کا پرچم ان کے ہاتھوں میں لہرا رہا تھا۔ حالاں کہ وہ دور وہ تھا کہ لوگ سچی راہ چھوڑ چکے تھے اور گمراہی اور جہالت کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ عربوں کو صحیح راستے پر لگا دینا کچھ کھیل نہ تھا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راستے میں بڑی مشقتیں جھیلنی پڑیں، آپ کو جسمانی تکلیفیں ہوئیں، آپ کو کافی خسارہ برداشت کرنا پڑا، آپ کے اہل نے مصائب جھیلے، دوستوں سے چھٹے، وطن سے بے وطن، گھر سے بے گھر ہونے کی نوبت بھی آئی۔ آپ نے ایک بار دعوت دے کر لوگوں کو پکارا مگر رک تھوڑی گئے؟ بلکہ یہ دعوت دن کی روشنی میں، رات کی تاریکی میں کبھی چپکے کبھی کھلم کھلا دینی پڑی، خدا سے آپ ان کی ہدایت کے لیے دعا فرماتے ان کے رشد کے لیے سوچتے ہوتے۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کی قوم راہ یاب ہو جائے تاکہ حامل پیغام رسالت ہو سکے اور وہ امانت جو آپ کے پاس تھی اس کی حفاظت کا بوجھ اٹھا سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کا تانتا بندھا ہوا تھا، ادھر آپ کی قوم تھی کہ وہ اپنے آباء کے مذہب پر بتوں کی آغوش میں مورتی کے سجدے میں لگی ہوئی تھی۔ قبائلی مخالفوں کی سربراہی بھی انھیں حاصل تھی، ان میں وہی رشتہ خون و قربت کا تھا۔ اس کا کوئی عمومی نظام نہ تھا داپنی عادات کے پابند تھے اُن کے لیے عرف سب سے زیادہ پاکیزہ تھا انھیں اپنے نام و نسب پر فخر کرنا اپنے عالی نسبی کی ڈینگیں مارنا ایک من بھاتا مشغلہ تھا۔ مکارم اخلاق میں مروت واخوت میں

وہ سب سے عمدہ اپنے کو سمجھتے تھے۔ خاندان و قبیلہ کا چکّر ان کی زندگی تھی کہ جزیرۃ العرب کا ہر باشندہ بے جا تمجّد ور ہیں بتلا تھا۔ ان کی زندگی میں اور ان کے صفائے نفوس میں اس کے گہرے اثرات موجود تھے وہ اپنی عادات اپنے شرف و علو کی حفاظت میں ایسے کٹّر تھے کہ اپنی روایات کے علو کو باقی رکھنے کے لیے جان دے دینا اور دوسروں کی جان لے لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ وہ اپنی عزیز سے عزیز پونجی اس کی حفاظت میں بے دریغ خرچ کرتے، مہمان نوازی میں اس طرح سیر چشمی دکھاتے کہ وہ اسراف سے بھی آگے کی بات کرتے تھے۔ عار سے ان کو ازلی نفرت تھی، عار کو دھونے کے لیے وہ اپنی ساری پونجی حتیٰ کہ جان تک دے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تاکہ فقر کی لعنت اور داماد بنانے کی ذلّت سے نجات مل جائے۔ خاندانی بہادری اور بڑائی کی تحقیق میں لگے رہتے اس کے لیے لوک گیت گاتے۔ ایک طرف یہ محاسن تھے تو دوسری طرف وہ بے راہ تھے، وہ عقیدہ جو انھیں اس صحیح راستہ پر لگاتا اس سے محروم تھے، عفّت اور کریم النفسی ان کا اخلاق تھا، جود و سخاوت ان کی عادت، حمیّت اور خون کا بدلہ لینا ان کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے، خون بہا ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھا، حمیّت ان کی فطرت تھی، انھیں خوبیوں میں انھوں نے آنکھ کھولی تھی، اسی میں وہ پروان چڑھے تھے۔ کسی ظلم و ستم کو وہ برداشت کرلیں ممکن نہ تھا، ان کی نیند حرام ہوجاتی، وہ ذلّت کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ عرب جس پر غضبناک ہوجاتے اس کی مٹّی پلید تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہوجاتے، اُن کے قبیلہ کے کسی فرد کی اہانت اُن کے ابھارنے کے لیے کافی تھی۔ قبیلہ کا ناز اُن کا اصل مرکز تھا۔ اُس کی حمایت میں جو بھی ممکن ہوتا کرگزرتے اس لیے کہ قبیلہ کے ایک فرد کی عزت پورے قبیلہ کی آبرو ہوتی، ہماری اس بات کی شہادت کے لیے اسلام سے پہلے ہونے والی لوٹ مار اور خوں ریز لڑائیاں کافی ہیں جو عرب قبائل کے مابین صدیوں سے

جاری تھیں۔

عربوں کی یادداشت قوی تھی جو قبائل کی طرف سے کہے گئے کسی شاعر کا ایک ایک حرف یاد رکھتے اپنے نسب کی ہر پیڑھی کے ایک ایک فرد انکے حافظہ میں آئینہ کی طرح ہوتا یہ اشعار جنمیں ان کے خاندانی حالات فخر و مباہات کے سوا کچھ نہ ہوتا تاریخی دستاویز سے زیادہ اُہم تھے جب اِن خوبیوں کا رخ موڑا تو پھر وہی صلاحیتیں پیام اسلام کو پھیلانے اور اس کا بوجھ اٹھانے میں بھی پوری طرح مُمدّ و معاون ثابت ہوئیں۔

جس وقت اسلام کا پیام آیا عرب بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی بت پرستی بتوں کو خالق مدبّر کون ہونے کی حیثیت نہ تھی بلکہ وہ تقرب الی اللہ کا ایک وسیلہ تھے یہ ان کی پوجا محض اس لئے کرتے تھے کہ یہ انہیں خدا سے قرب کرائیں گے (سورۂ زمر)

عربوں کے عقائد بندھی ہوئی پوٹلی کی طرح نہ تھے یہ عقائد تو ان کے پڑوسیوں ہندوستان فارس و روم کے تھے بلکہ اُنہیں پاکیزہ نفسی بھی تھی ان کے عقیدہ کو سیدھا سادہ عقیدہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہ معتقدات و عبادات اسلام کے پختہ اور کامل عقیدہ کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور یہی وجہ ہے کہ عرب اپنی ان صفات میں بھی دنیا کی دوسری قوموں سے ممتاز نظر آتے ہیں اس امتیاز نے انھیں اسلام کا ہیرو ہونے اور دنیا میں اسلام و صداقت کا جھنڈا بلند کرنے میں سب سے پیش پیش رکھا۔

پھر بھی عربوں کے لیے دعوت رسول کو ایک دم سے قبول کر لینا کچھ کھیل نہ تھا۔ اس لیے کہ اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے ان کا پنڈ چھڑانا کچھ آسان نہ تھا چنانچہ جب جب پیمبر خدا نے عربوں کو خدائے واحد کی طرف پکارا تو پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام

کے سب سے قریبی نے کہا دھنت تبری کی اسی کے لئے تم نے ہمیں پکارا تھا۔ پیمبر خدا نے اس راستہ میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور آپ کی اس دعوت پر ایمان لانے والے چند افراد تھے آپ کی شریک حیات کچھ رفقار اہل خانہ میں سے چند، پیمبر خدا انھیں اس طرف بلانے سے ایک دن بھی نہیں رُکے کافر آپ کا مذاق اڑاتے تو آپ میں اور زندگی پیدا ہوتی آپ کی امیدیں اور بڑھ جاتیں آپکا نشاط تبلیغ اور اُبھر آتا چنانچہ خدا نے ان کی تصویر کھینچی وہ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی جانب سے آئی ہوئی باتوں کی پیروی کرو تو جواباً کہتے ہیں کہ ہم تو انھیں باتوں پر چلیں گے جن پر ہم نے اپنے آبار و اجداد کو چلتے دیکھا۔ یہ لوگ بھی خوب ہیں (اُسے) اپنے آبار و اجداد تو کسی درجہ کی سمجھ نہیں رکھتے تھے ان کو کوئی راستہ ہی نہیں ملا تھا،، اور جب ان سے کہا جاتا کہ خدا نے جو باتیں بھیجی ہیں ان کی طرف تو آؤ اور اس رسول کی طرف آؤ جو تمہارا جانا پہچانا ہے تو جواباً کہتے ہیں کہ بھائی ہم کو تو وہی کافی ہے جس پر ہمارے آبار و اجداد رہا کرتے۔ حالانکہ ان کے آبار و اجداد تو کچھ بھی واقف کار نہ تھے انھیں کسی راستے کا پتہ نہ تھا۔ مگر حق تو حق ہی ہے اس کے سامنے باطل کیسے ٹک سکتا چنانچہ جلد ہی اس میں شکست و ریخت شروع ہوگئی باطل کا موقف آنکھوں کے سامنے آگیا جیسے تاریکی آفتاب کی روشنی کے سامنے چھٹتی جاتی ہے یہی حال کفر کا نور اسلام کے ظہور کے بعد ہوا۔

مگر پیمبر تو خدا کا پیامبر تھا اپنی دعوت میں پامرد رہا اس کام سے ایک لمحہ کو نہ رُکا پوری مستقل مزاجی سے مشکلات کا مقابلہ کیا، کبھی دشوار حالات سے دوچار رہا کبھی کفار کی پھبتیوں کو برداشت فرمایا مگر اپنی قوم کی ہدایت اور راہ یابی کی آرزو سے ایک لمحہ کو خالی نہیں رہا چنانچہ خدا نے خود اپنے پیمبر کی ڈھارس بندھائی

تسلی دی کہ آپ کاہے کو ہلکان ہوتے ہیں کسی کو راہ ہدایت پر لگادینا ہمارا کام ہے اور آپ جس کسی کو چاہیں راستہ پر لگادیں ایسا نہیں ہے یہ تو خدا کا کام ہے جسے چاہے راہ دکھا دے منزل پر پہنچادے اور وہ منزل تک پہنچنے والوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ قوم کی ہدایت کے لئے آپ کی جان سپارانہ خواہش کا نقشہ قرآن کے ان لفظوں میں بھی ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ آپ کو بار بار بتایا گیا کہ آپ حق پر ہیں اور حق کی نصرت ہمیشہ سے فطرت الٰہی رہی ہے اسی طرح آپ کی غربت کو اور بھی جاندار بنا دیا گیا چنانچہ قرآن نے فرمایا۔ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ آپ کو جو کچھ وحی کے ذریعہ دیا گیا اسے پوری طرح پکڑے رہیں آپ کا بال بیکا نہ ہوگا آپ تو صراط مستقیم پر ہیں۔

یہ ہے اسلام کی ترقی کی ابتدائی داستان جب وہ مکہ میں دلوں پر دھیرے دھیرے قابو پاتا جارہا تھا پھر مدینہ منورہ کے بعض جاننے والوں کو بھی اسلام کے رسیلے گانس کا مزہ مل گیا۔ اب کیا تھا مشرکین کی ستم رسانی مسلمانوں پر بڑھتی گئی کہ ناچار ہو کر مسلمانوں نے ترک وطن کی ٹھان لی تاکہ ان مشرکین سے ان کا سابقہ نہ پڑے۔

مدینہ منورہ نے اپنا سینہ مسلمانوں کی خوش آمدید کے لئے شگفتہ گلاب کی طرح کھول دیا اب اسلامی سلطنت کی داغ بیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سربراہی میں پڑ چکی تھی اب ہر دینی و دنیاوی معاملہ کا سررشتہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات گرامی تھی جزیرۃ العرب کے آخری کناروں تک اسلام کی شہرت ہو چکی تھی۔ مشرکین کے مُنڈھ، دین خداوندی میں لوگوں کے داخل ہونے سے نہ روک سکے۔ اور کیسے روک سکتے جب کہ دینِ خدا انصاف اور مساوات کا دین تھا جس کے

عقائد آسان اور پختہ تھے ایک خدا پر ایمان، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور عبادات کا وہ انداز جس سے دلوں میں سعادت گھر کر جاتی ہے۔ سکون و طمانیت کا ڈیرا ہوتا ہے۔ یہ ہی ایک ایسا نظام ہے جس میں جماعت کے ساتھ فرد کے حقوق محفوظ ہیں یہ دلکش نظام قبائل عرب کو مدینہ منورہ کی طرف ہر جانب ہر رخ سے لانے لگا۔ لوگ اسلام کا کھلم کھلا اتباع کرنے لگے اور فتح مکہ کے بعد تو اسلام پورے جزیرۃ العرب پر چھا گیا۔ لوگ فوج در فوج دین خداوندی میں داخل ہونے لگے۔ مکہ و مدینہ ہی نہیں پورا جزیرۃ العرب دار الاسلام ہو چکا تھا۔ مدینہ مکہ عرب یہ اسلام کے ٹکسال گھر ہو چکے تھے۔ سکۂ رائج الوقت ہو کر اسلام دنیا میں پھیل پڑا تھا اسلام کی روشنی ہدایت کا نور یہاں سے دنیا کو منور کرنے کے لئے پھوٹ رہا تھا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ آرزو بائیس سال اور چند مہینوں میں پوری ہو چکی تھی۔

اب کیا تھا عرب اپنی گردن میں اس دین حنیف کی رسّی باندھ کر قبیلہ اور اس کے تنگ حلقہ سے نکل چکا تھا اور عالمی انسانیت کی بلندیوں پر جا چکا تھا۔ صحرائے عرب سے سینائے عالم تک دین کی گونج تھی خون اور رشتہ کا تعلق دینی اخوت سے بدل چکی تھی قبائلی نظامِ زندگی ختم ہو چکا تھا اس کی جگہ دولتِ اسلامی کا نظام زندگی کے ہر شعبہ میں جاگزیں ہو چکا تھا۔ قبائل پرستی نصرت حق میں بدل چکی تھی بجائے حمیّت جاہلی کے اب ہر مظلوم کی دستگیری اُن کے ساتھ انصاف اُن کی زندگی بن چکا تھا۔ اب ان کا سب سے بڑا اعزاز اسلام تھا اسلام کے لئے جو قربانی وہ پیش کر سکتے تھے کرتے جو خدمت بھی ممکن تھی وہ کر گزرتے اسی کو طرۂ امتیاز سمجھتے اب نسب ان کے لئے کوئی عزت کا سامان نہ تھا بلکہ اصل عزت و افتخار دین اسلام تھا اب بہادری

کے کارناموں کا رخ خدا اور رسولؐ کی طرف کر چکے تھے۔ ان کی قبیلہ کی بندش میں گھری ہوئی بہادری و حریت دین اسلام کی طرف اپنا رخ موڑ چکی تھی ان کے اسراف سے فرزندوں سے لگا ہوا جو داب فقرا و درد مندوں کا ہاتھ بٹانے میں صرف ہو رہا تھا اُن کی سخاوت ان فوجوں کے سازوسامان میں خرچ ہو رہی تھی جو دین اسلام کے پھیلانے مسلمانوں کی طرف سے دفاع کرنے پر مامور تھیں دنیا کی قوموں کو اب غلامی کی لعنت سے چھڑا کر آزاد کرانے اور ایک خدا کی عبادت پر لگانے میں تن من دھن سے لگے ہوئے تھے اب اسلام ہی ان کی سب سے بڑی سربلندی تھی جب کہ خدائے پاک نے فرمایا وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ تمہارے لئے شرف ہے اور تمہاری قوم کے لئے شرف ہے وہ شرف کہ اس کی جوابدہی تمہارے ذمہ ہوگی۔ عربوں کو یہ مرتبہ مل چکا تھا قرآن کریم نے فرمایا تم اقوامِ عالم میں سب سے عمدہ ہو۔ تمہیں لوگوں کو بھلائی کرنے اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری خدا پر ایمان کی عزت کے ساتھ عطا ہوئی ہے۔

اوپر لکھی ہوئی سطور نے اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ عرب جن کی طبیعت و مزاج میں صحرا نشینی کی وجہ سے ایک خاص شدت و صلابت موجود تھی ان کی طبیعت کا رخ مڑ چکا تھا اب ان کی طبیعت میں پاکیزگی نفس آ چکی تھی ان کی خصلتیں عمدہ، عادات بلند رجحانات پاکیزہ ہو چکے تھے اِن طبیعتوں میں برائیوں سے رکنے کی عظیم قوت اور ستاروں کی طرح بلند ہوئی زندگی موجود تھی۔ ان کے پاس وہ صالح عقیدہ موجود تھا جس نے ان کو یہ پاکیزہ زندگی عطا کی تھی اور اُن کی زندگی کی ہر حرکت پر اسکی چھاپ تھی۔ اس پر حسنِ نظام سونے پر سہاگے کا کام کر رہا تھا عقیدہ کی صفائی

حسن نظام نے جو دین حنیف کا طرۂ امتیاز تھے اسلام میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ موجود ہونے کی وجہ سے اور فطرت عالیہ کی وجہ سے وہ اسلام کے محافظ اس کے عقائد کے نگراں بن گئے ان کا ایمان لانا کام آیا وہ اس دین کے ساتھ دنیا کے گوشے میں گئے اور اس عقیدہ حق کے داعیٔ اول قرار پائے یہی وہ بات تھی کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے زیادہ مقام تھا۔ انھوں نے دل کے کان سے پیمبر کی بات سنی آپ کی طرف دل سے متوجہ رہے اور اس سرمدی چشمہ سے سیراب ہوتے رہے تعلیمِ اسلام خود اس کے لانے والے سے سنتے رہے۔ تاکہ ماہتاب ہدایت بن کر دنیا کی ہدایت کے لئے روشنی کا سامان بن سکیں۔ اس طرح عربوں کی فطری صلاحیتوں پر جن کے وہ ممتاز تھے اس نے روحانی عوامل میں اور بھی جان پیدا کر دی ان دونوں قوتوں کے ساتھ اسلام کا مشعل نور حق کے پھیلانے اٹھانے والے دنیا کے سامنے آئے اور دنیا کو غلامی جہالت اور فقر کی زنجیروں سے آزاد کرانے میں زبردست رول ادا کیا ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر لوگ درستگی کی راہ پر آئے رشد کی راہیں پائیں۔ یہ وہی عظیم جرگہ تھا جس نے قرآن کریم اور سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے اخلاص و امانت کے ساتھ دنیا کے لوگوں کی طرف منتقل کیا۔

اگلے ابواب میں ہم سنت کی تعریف اس کا مقام قرآن کی نظر میں۔ اور صحابہ کی عدالت کو بیان کریں گے تاکہ ایک تمہیدی نوٹ آنے والے صفحات کے مباحث کے لئے آپ کے سامنے آجائے اور اس سے سب کچھ سمجھنے کا پورا موقع مل سکے۔

⁂

کچھ سنّت کے بارے میں

سنت کے لغوی معنی سیرت کے ہیں خواہ وہ سیرت اچھی ہو خواہ بُری اور سنت کے معنیٰ اس کام کے بھی ہیں جس کو کسی نے عملاً کیا خواہ اس کے بعد ایک قوم نے اس پر عمل کیا ہو، خالد بن عنہ کا شعر موجود ہے

فلا تجزعن من سیرۃ انت سرتہا　　　فاول راض سنۃ من یسیرہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اسلام کے ساتھ ساتھ کسی اچھے راستہ کو اختیار کیا یا رائج کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر بھی نصیب ہوگا لطف یہ کہ خود اس کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے اسلام کے ساتھ ساتھ کسی بُرے طریقہ کو رائج کیا تو اس کو اس کا بُرا نتیجہ بھگتنا ہوگا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی بھگتان اسی کو کرنا ہوگا غضب یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے والوں کے بھگتان میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

شریعت میں سنت کا لفظ ان تمام باتوں پر ہوتا ہے جس کا خود پیمبر نے حکم فرمایا یا اس سے منع فرمایا یا اسے استحسان کی نگاہ سے قولاً و فعلاً دیکھا، پسند فرمایا۔ چنانچہ دلائل

شرعی کا ذکر جب بھی ہوتا ہے کتاب وسنت کا ذکر آتا ہے اور علمائے حدیث سنت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، خلق، شمائل، اخبار، اقوال وافعال پر روشنی پڑتی ہو۔ خواہ اس سے حکم شرعی کا اثبات ہوا ہو یا کوئی حکم شرعی نہ ثابت ہوا ہو۔

علمائے اصولِ فقہ سنت کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال اور آپکی تقریر وتفسیر جن سے کوئی سنت ثابت ہوئی ہو کرتے ہیں۔

علمائے فقہ نے پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کو جس سے کوئی حکم شرعی معلوم ہو۔ کہتے ہیں، اس حکم شرعی سے مراد وہ احکام ہیں جن سے افعال عباد میں کوئی وجوب سامنے آئے یا کوئی حرمت معلوم ہو یا اباحت کا حکم ہو یا اس کے سوا کوئی اور بات سامنے آئے اس لئے فقہا کے نزدیک ہر وہ بات جو پیمبر سے ثابت ہو مگر نہ فرض ہو نہ واجب تو اسے فقہی اصطلاح میں سنت کہیں گے۔

محدثین نے ان سب سے زیادہ وسیع معنی مراد لئے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام باتیں جو رسول اللہ سے ثابت ہوں خواہ وہ آپ کا قول ہو کہ فعل ہو کہ تقریر ہو آپ کے وجود سے تعلق رکھتی ہو یا آپ کے حالات سے ان کا لگاؤ یا آپ کی سیرت سے متعلق ہو، سیرت کا یہ حصہ بعثت سے پہلے کا ہو جیسے آپ کا غار حرا میں قیام خواہ یہ بعثت کے بعد کا ہو اس سے کوئی حکم شرعی معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب سنت کے تحت آتا ہے۔

سنّت اور حدیث نبویؐ اس معنی میں مرادف ہیں۔

قول آپ کی وہ احادیث وگفتار ہیں جو آپنے زندگی کے مختلف حصوں اور موقعوں پر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا جیسے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ

اِمْرَءٍ مَّا نَوىٰ یا آپ کا فرمانا کہ وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ یا لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ یا سمندر کے بارے میں کہ اَلطَّھُوْرُ مَاءُہٗ، اَلْحِلُّ مَیْتَتُہٗ الخ وغیرہ

فعل سے مراد آپ کے وہ افعال ہیں جو صحابہ نے ہمیں بتائے ہیں۔ مثلاً آپ کا وضوء آپ کے نماز پنجگانہ ادا کرنے کا خاص انداز اور ان کے ارکان، مناسک حج کی ادائیگی وغیرہ۔

تقریر سے مراد ہر وہ چیز جس پر پیمبر خدا نے سکوت فرمایا ہو آپ کے اصحاب کا فعل ہو یا ان کا قول ہو یہ سکوت کی صورت میں ہو یا عدم انکار کی صورت میں یا آپ نے ان کی موافقت فرمائی ہو یا اس کے اچھے ہونے کو ظاہر کیا ہو یا اس کی تائید کی ہو ایسا صحابہ کا ہر قول و فعل جو ان سے صادر ہوا ہو اور اس کی موافقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو خود پیمبر کا قول و فعل سمجھا جائے گا اس کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جو ابوداؤد و نسائی نے حضرت ابو سعیدؓ خدری سے بیان کی ہے کہ پیمبر خداؐ کے زمانے میں دو اشخاص سفر پہ روانہ ہوئے ان کے پاس پانی نہ تھا اور نماز کا وقت آگیا تو دونوں نے تیمم کرکے وقت پر نماز ادا کرلی ابھی وقت نماز کا تھا ہی کہ پانی مل گیا اس میں سے ایک نے وضو کرکے اس نماز کو دہرایا دوسرے نے اس کو دہرایا نہیں پھر دونوں دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور پیمبرؐ خدا سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اعادہ نہ کرنے والے کے لئے فرمایا کہ تم نے سنت کی پیروی کی اور جس نے دہرایا اس سے فرمایا کہ تم کو دہرا بدلہ ملے گا۔

سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنت کی پابندی کی ہے یعنی ہم نے وہ عمل کیا جو پیمبرؐ خدا نے عمل کرکے دکھایا۔ خواہ یہ عمل کتاب میں منصوص ہو یا نہ منصوص ہو، اور فلاں نے بدعت پر عمل کیا اسو فت بولتے ہیں جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کرتا ہو۔

اپنی بات

بدعت لغت میں گھڑنت کو کہتے ہیں پھر اصطلاح شرع میں ہر اس بات کو کہنے لگے جسے لوگوں نے دین میں قولاً وعملاً گھڑا ہو یا اس کا دین کے ان مقام سے جن کا کوئی ثبوت پیمبر خداؐ سے نہ ملا ہو نہ اُن کے اصحاب سے ملا ہو۔ چنانچہ پیمبر خدا نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا، مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

بعض مواقع پر علمائے حدیث اور علمائے فقہ نے سنت کا لفظ ان اعمال پر استعمال کیا ہے جو صحابہ سے ثابت ہوں خواہ وہ عمل کتاب وسنت میں موجود ہو یا نہ موجود ہوں اس کی دلیل حدیث نبی بیان کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا تم پر میری سنت پر چلنا اگرچہ خلفاء راشدین کی سنت پر چلنا واجب ہے۔ ان سنن کو مضبوطی سے پکڑو بلکہ ان کو دانت سے دبالو کہ چھوٹنے نہ پائے۔

سنتِ صحابہ میں سے جن چیزوں پر عمل شائع و ذائع ہے ان میں شراب کی حد ہے اس لئے کہ شراب خوار کی سزا کی کوئی حد پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھی کبھی چالیس درّے لگ جاتے کبھی اسّی درّوں کا معاملہ ہوتا یہی طریقہ دور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں جاری تھا۔ دور فاروقی کے آخری دنوں میں جب

آمدنی کی تحقیقات ہوئی تو زندگی کی خوش عیشیاں بھی عام ہوئیں شراب کا رواج بھی بڑھنے لگا تو فاروق اعظمؓ نے صحابہ سے ایک متعین سزا کے تقرر کا مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شراب خوار کو اسّی درے لگانے کی سزا مناسب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ شراب خور پی کر مست ہوتا ہے پھر مستی میں بکواس کرتا ہے اور بکواس میں بہتان طرازی پر آجاتا ہے اور بہتان طراز کی سزا اسّی درے ہے حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے فرمایا کہ آپکو مے خواری کی سزا سب سے کمتر رکھنا چاہیئے صحابہ نے اس کو پسند فرمایا اس لئے اسّی درے سزا کے مقرر ہو گئے۔ سزا کی تعیین پر صحابہ نے اجتہاد فرمایا اور اس کو اجماعاً سزا قرار دیا آنے والی نسل نے اسّی درے کو سنت سمجھا اور یہی سزا قائم رہی ممکن ہے اس میں مصالح دینی بھی پیش نظر رہی ہوں۔ انھیں سنتوں میں سے جو صحابہ کا اجتہاد ہوتے ہوئے بھی سنت کہلاتی ہے تضمین الصناع ہے یا مصاحف کا دورِ صدیقی فاروق اعظم کی رائے سے ایک جگہ کرنا اور قراءِ سبعہ کو ترک کر کے صرف ایک قراءۃ کی پابندی کرنا تدوین دواوین قانونی دستاویز کو مرتب کرنا اسی قسم کے بہت سے دوسرے کام ہیں جو مصالح دینی و دنیوی کے پیش نظر صحابۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں مشورہ کر کے متعین کئے اور امت نے اس پر صاد کئے۔

ہمارے نزدیک سنت کا وہی مفہوم ہے جو محدثین کے نزدیک رہا ہے یعنی حدیث کے مرادف یہ جمہور محدثین کا مسلک ہے ویسے بعض محدثین سنت و حدیث میں فرق کرتے ہیں چنانچہ وہ حدیث اس کو مانتے ہیں جو خود پیمبر خدا سے منقول ہے اور سنت اس عمل کو کہتے ہیں جو اسلام کے صدر اول میں مروّج و معمول رہی ہو۔

حدیث قدسی وہ حدیث ہے جسے پیمبر خدا نے بیان کرتے وقت اس کی نسبت

باری تعالیٰ کی طرف کی ہو جیسے حدیث ابوذرؓ ہیں جس میں پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے بیان فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے خود اپنے اوپر ظلم حرام قرار دیا ہے اور تم پر بھی ظلم حرام کر چکا ہوں کسی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ یا حدیث عبداللہ بن عباسؓ جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیمبرؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے حسنات وسیأت کو مکتوب فرما کر دونوں کو الگ الگ کر دیا اب جس نے کوئی حسنہ کرنے کا ارادہ کیا اور نہ کر سکا تو اسے اس حسنہ کے کرنے کا پورا ثواب ملے گا اگر عمل بھی کر لیا تو دس نیکی کا ثواب ملے گا۔ اگر کسی نے برائی کا قصد کیا مگر اسے کیا نہیں تو اس کو بھی ایک حسنہ کے جگہ شمار کریں گے اور اگر اس نے اس برائی پر عمل بھی کر لیا تو اس کے کھاتے میں صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

احادیث قدسی سو سے متجاوز ہیں۔ بعض اکابر نے اسے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے حدیث کو حدیث قدسی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیثیں خدا یا ربُّ الارباب کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ ان احادیث کا صدور باری تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اس کے متکلم اول خود خدائے پاک ہیں۔ اسے حدیث اس لئے کہتے ہیں کہ متکلم تو خدا ہے مگر خدا کی طرف سے خبر پانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر ان الفاظ کی ہو بہو حکایت کرنے والے پیمبر خدا ہیں جنہوں نے لفظوں کو اپنی زبان میں بیان فرمایا۔

آگے ہم سُنت کا مقام قرآن کی نظر میں کیا ہے کا ذکر کریں گے تاکہ ہمارے سامنے سنت کی اصلیت واضح ہو جائے اور اس کا مقام شریعت اسلامی میں متعین ہو جائے۔



سنّت، قرآن کی روشنی میں

جب تک پیمبر خدا حیات تھے تو قرآن اور سنت کے علاوہ کوئی دوسرا ماخذ نہ تھا۔ قرآن کریم میں شرعی احکام کے اصولِ عامہ مذکور ہیں اس سے صَرف نظر کرتے ہوئے کہ اس میں ان ساری باتوں کی تفصیل ہو اور واضح بیان ہو ایسا نہیں ہے نہ اس میں تصریح مسائل شرعی کا کوئی واضح انداز ہے ہاں وہ اصول عام جن پر اتفاق ہو اور ان کا ثبوت بھی انہی اصول کے روشنی میں ہو۔ ان میں کوئی تغیّر زمانے کے تغیّر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اور ان میں کوئی تطور نسل انسانی کے اپنے تطوّرات زمانی ومکانی تمدنی وثقافتی کی وجہ سے ممکن ہے یہ ساری باتیں قرآن کے انقلاب اجتماعی انسانی سے تعلق رکھتا ہے اور فکری واجتماعی ترقیات سے متعلق ہے اس کے سلسلے میں سعادت اور انصاف ہر زمانے میں پھیلتا رہا ہے اسی صلاح سے امت کا ہر حصہ اس کی تہذیب جو بھی ہو اس کی ثقافت جیسی بھی ہو نفع اندوز ہوتا رہا ہے۔ قرآن میں ان کے لئے ابھرنے کے مواقع آگے بڑھنے کے چانس شریعت پر عمل کرتے ہوئے پوری طرح موجود ہیں ان اصول کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں عقائد موجود ہیں، امم سابقہ کی کہانیاں ہیں، آدابِ عام اور اخلاق فاضلہ کی

تعلیم بھی رہنمائی کے لئے موجود ہے۔

مختصر یہ کہ سنت قرآن کریم کی پشت پناہی کے لئے ہے قرآن کے مبہم کی تفسیر اس کے مجمل کی تفصیل، اس کے مطلق کی تقیید، اس کے عموم کی تخصیص، اس کے احکام کی تشریح قرآن کے معانی کی صحیح رخ کی تعیین سنت کا کام ہے اسی طرح وہ احکام جو قرآن میں منصوص نہیں ہیں تو سنت اس کے قواعد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اس کے منشا اور غایات کی وضاحت کرتی ہے گویا قرآن کے لائے ہوئے احکام کی عملی مطابقت قرآن کریم کے ذریعہ ہوتی ہے اس تطبیقِ عمل کے مختلف مظاہر ہیں کہیں وہ عمل رسول سے مطابق کیا جاتا ہے، قولِ رسول سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہیں کوئی تصرف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رہنمائی کرتا ہے، یا صحابہ کے اقوال اور ان کے تصرفات سے مدد ملتی ہے اس لئے ہر قدم پر پیمبر کے قول اور عمل کی جستجو ہوتی ہے تاکہ دو مفہوموں میں سے ایک کا تعین کیا جا سکے۔ نہ کسی پر اعتراض ہو نہ کسی کا انکار بلکہ سکوت ہوتا ہے یا آپ کا استحسان ہوتا ہے جیسے تقریر کے نام سے اصطلاح میں ذکر کیا جاتا ہے۔

یہی انداز تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن میں آئے ہوئے احکام کو بیان فرماتے اور صحابہ آپ کی وضاحت کو بلاکم وکاست قبول فرماتے۔ اس لئے کہ وہ آپ کی اتباع پر مامور تھے۔ کسی کے دل میں کبھی یہ خطرہ بھی نہ آتا کہ وہ آپ کے کسی قول کو ترک کر دے آپ کے کسی عمل سے صرف نظر کرے خود قرآن سے انھوں نے یہ درس لیا تھا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا

عَظِیْمًا ٥ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ٥ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ط
مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا ٥ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی
یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ٥ ط وَ
اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ٥ ط

ان آیات سے معلوم ہوا کہ خدائے پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کے معانی کو وضاحت کے لئے اپنا وکیل بنادیا تھا اس کے علاوہ بھی بہت سی آیاتِ قرآنی اس مدلول کو بیان کر رہی ہیں۔

پھر پیمبر خدا نے فرمایا اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ۔ اِدھر پوری امت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر اتباع کرنے پر اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بھی اسی شان سے قبول کیا جس شان سے انھوں نے قرآن کریم کو قبول کیا تھا۔ تاکہ خدا کے اس حکم پر لبیک کہنے ہی کی طرح رسول کے احکام پر لبیک کہنا بھی ثابت ہو جائے دوسرے یہ کہ سنت قرآن کریم کے بعد شریعت کا مصدر ثانی ہے اس پر قرآن کی شہادت رسول کا فرمانا ہم پہلے ذکر کر چکے جب ہم نے اسے مصدر ثانی تسلیم کر لیا ہے تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ سنت کتاب اللہ کی تفسیر ہے اس کے مجمل آیات کی تفصیل ہے اس کے احکام کو بیان کرنے والی اس کے مقاصد کی وضاحت کرنے والی ہے اس کے اصول و قواعد کی مرقع ہے اس طرح کتاب اللہ مصدر اول اور سنت مصدر ثانی ہے پھر بھی سنت میں بہت سے احکام ہیں جس میں قرآن کی کوئی

کسی طرح کی رہنمائی نہیں ہے پھر سنت قرآن کی وضاحت بھی نہیں کہی جا سکتی نہ اسے قرآن کی تطبیق ہی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس قسم کی سنتوں کا رتبہ قرآن کریم کے منصوص احکام سے کسی درجہ میں کم ہے اس لئے کہ خدا کے رسول نے جو طریقہ اختیار فرمایا اس کے ناحق ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ خدا کا معاملہ آپ کے ساتھ ایسا تھا کہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے کسی اجتہادی غلطی پر نہ رہنے دیتے بلکہ وحی فرما کر فوراً اس اجتہادی غلطی کی تصحیح فرمانے اس لئے کہ جو احکام سنت سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے کہ خدائے پاک نے اپنے بندوں کو رسولؐ کی زبان سے احکام عطا فرمائے! اس طرح کے واقعات موجود ہیں کہ سنت نے بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا حالانکہ قرآن کی کوئی نص اس کی حرمت پر نظر نہیں کرتی؟ خمر اہلیہ کی حرمت، انیاب دار درندوں کی حرمت یا خالہ پھوپھی سے نکاح کی حرمت اور آج کسی مسلمان کے دماغ میں اس کا کھٹکا بھی نہیں گذرا کہ ان میں سے بعض کو کتاب اللہ میں نہ ہونے کی وجہ سے ترک کر دے بلکہ تمام مسلمانوں نے اس کو اسی طرح قبول کیا جس طرح وہ امر الٰہی قبول کرتے چلے آئے تھے اس لئے کہ امر رسول امر الٰہی ہے کوئی بات ان کی اپنی طرف سے نہیں ہے خود قرآن نے فرمایا مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

خدا رحم کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ کی تفسیر میں یہ نکتہ پیدا کیا کہ خدا نے اپنی فرمانبرداری اور

رسول کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا چنانچہ بجائے ضمیر کے اطیعوا فعل کو دوبارہ لائے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ پیمبر کی اطاعت مستقلا واجب ہے اس کا عرضا اتباع نہیں ہے۔ اگر ضمنی ہوتا تو کتاب اللہ کے حکم کے ہوتے ہوئے آپ کی امر کی اتباع کا حکم ہوتا یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ نے جب حکم فرمایا تو آپ کے حکم کو ماننا مطلقاً واجب ہے۔ خواہ کتاب میں وہ امر ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ پیمبر نے خود فرمایا اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اور یہ نکتہ اس طرح اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن نے اُولِی الْاَمْرِ کے ساتھ فعل کا اعادہ نہیں کیا اس لئے کہ ان کی اطاعت مستقلا واجب نہیں ہے بلکہ رسول کے واسطہ سے یہ وجوب ہے اب ان اولی الامر میں جو حکم رسول کی اطاعت کا حکم کریں گے ان کا اتباع واجب ہوگا اور اگر رسول کے حکم کی خلاف ورزی کا آرڈر کریں تو نہ ان کا سننا ضروری نہ ان کی اطاعت واجب

اب معلوم ہوگیا کہ شریعت کے دو ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ہیں جو جڑواں و متلازم ہیں کسی مسلمان کے لئے شریعت کا فہم بغیر ان دونوں کی طرف رجوع کے ممکن نہیں نہ کوئی مجتہد اور عالم ان دونوں مآخذ سے مستغنی ہوسکتا نہ کسی کی مجال ہے کہ اس قسم کے لایعنی دعوے کرے۔

خدا نے مسلمانوں پر نماز فرض کردی اور اس کی ادائیگی ضروری بتلائی مگر اس کے اوقات ارکانِ رکعات کی تعداد معلوم نہ تھی۔ خدا کے رسول نے اسے عملاً پڑھ کر بتایا اور نماز کے ادا کی کیفیت سے باخبر فرمایا چنانچہ فرمایا صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ اسی طرح خدا نے مسلمانوں پر حج فرض فرمایا مگر اس کے مناسک قرآن میں نہ تھے۔ ان مناسک کے ادائیگی کی کیفیت پیمبر خدا نے واضح فرمائی

چنانچہ فرمایا کہ مناسک حج مجھ سے سیکھو۔ خدا نے زکوٰۃ فرض کردی لیکن زکوٰۃ میں اس کا پتہ نہ تھا کہ نقد سامان کاشت میں زکوٰۃ کی کیا نوعیت ہوگی، اسی طرح زکوٰۃ کے حقدار نصاب کا بھی کوئی بیان قرآن میں نہ تھا چنانچہ خدا کے وکیل نے اپنی زبان سے وضاحت فرمائی اور احادیث میں ان کی پوری وضاحت و تفصیل مندرج ہے اس کے علاوہ بہت سے احکام ہیں جن پر حدیث اور سنت ہی سے روشنی پڑتی ہے

ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ صحابہ کی پوری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اس طرح حلقہ کئے ہوئے ہے جس طرح پروانے شمع کے گرد حلقہ کرتے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے رسولؐ کے ہر قول وفعل کو دیکھ رہے ان کی باتوں کو اپنے کانوں سے سن رہے ہیں اور انھیں اپنی دل کی گہرائیوں میں جگہ دے رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پوری طرح مضبوط پکڑ رہے ہیں۔ ان کے نزدیک کتاب وسنت کے مضامین میں ادنی امتیاز نہیں ہے۔ اور صحابہ نے تو خدا اور رسول کی باتوں کو ماننے ان کی پیروی کا معیار قائم کردیا ان کی مخلصانہ فداکاری ہمارے سامنے ہے انھوں نے شریعت مطہرہ کی حفاظت میں تن من دھن کی بازی لگادی یہ کچھ دکھاوا اور بہلاوا نہ تھا کہ آپ کی زندگی تک یہ معیار قائم رہتا اور اس کے بعد یہ معیار فداکاری پست ہوجاتا۔ بلکہ موت کے بعد صحابہ کی فداکاری اور ان کی سنتوں کے لئے جان سپاری اور بھی بڑھ گئی تھی۔

صحابہ نے قرآن کی طرح سنت کی حفاظت فرمائی۔ ان کی ہمیشہ یہ سعی رہی کہ کوئی عمل ایسا نہ ہو جس پر خدا کے رسول کی بات پوری طرح منطبق نہ ہو کہ ایک شخص میری حدیث بیان کرے اور کہے کہ ہمارے لئے تو خدا کی کتاب ہے اس میں

جو حلال ہے اسے ہم نے حلال جانا اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھا یا اور کہو کہ خدا کے رسول نے جو حرام کر دیا اس کی حیثیت بھی خدا کے حرام کردہ کی طرح ہے صحابہ نے تو اس سے بڑھ چڑھ کر معاملہ کیا انھوں نے سنت کو خوب ہی اپنایا اور جس نے اس کے علاوہ کوئی بات سمجھی اس پر سختی سے نکیر کیا۔ چنانچہ ابونضرہ نے عمران بن حصین سے یہ واقعہ نقل کیا کہ کوئی شخص حضرت عمران کی خدمت میں کسی مسئلہ کی دریافت کے لئے آیا آپ نے حدیث بیان کر دی اس پر اس شخص نے کہا کہ یہاں قرآن نے اس باب میں جو کچھ کہا ہو اسے بیان کیجئے مجھے کسی دوسرے مصدر کی بات نہ سنائیے تو آپ نے فرمایا تم بالکل احمق معلوم ہوتے ہو بتاؤ کتاب اللہ میں کہاں ہے کہ ظہر کی چار رکعتیں بلا جہر کے پڑھی جائیں نماز کی رکعتوں کی تعداد نصابِ زکوٰۃ کا مستقل و مصرح بیان کیا یہ چیزیں تم کو قرآن میں پوری طرح مل جاتی ہیں کتاب اللہ نے محکم آیات بیان کیں جن کی تفسیر سنت رسول ؐ نے فرمائی ہے۔

صحابہ کے بعد تابعین اور ان کے اتباع کا طبقہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں نے صحابہ کی حرف بحرف پیروی کی سنت کی حفاظت کا اہتمام بھی وہی تھا ان پر عمل کرنے کی شان بھی وہی تھی اس کی عظمت و جلالت کا انداز بھی وہی تھا۔ ایک شخص نے مطرف بن عبداللہ بن شخیر جیسے جلیل القدر تابعی سے کہا کہ بغیر قرآن کے کچھ دوسری بات نہ بیان کرو تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو قرآن کا کوئی بدل نہیں چاہئے ہاں اس کی ضرور جستجو ہے کہ قرآن سے واقف ہم سے زیادہ کون ہے۔

یہ واقعات جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے واقعات صحابہ سے منقول ہیں بے شمار ہیں جن میں سے چند مشتے از خروارے کے طور پر بیان کئے جا رہے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ دختر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں رسول اللہ علیہ السلام کا حصہ طلب کرنے کے لئے تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پیمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدائے پاک جب نبی کو کچھ گذران دیتے ہیں تو ان کے وصال کے بعد وہ گذران ان کے قائم مقام کا ہو جاتا ہے میرا جی یہ چاہتا ہے کہ اسے مسلمانوں کے سامنے رکھدوں اس پر حضرت فاطمہ نے فرمایا آپ بڑی شان اور درجہ کے مالک ہیں اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کسی کو نہیں پایا دوسری روایت میں ہے کہ میں نے پیمبر خداؐ کو جس پر عمل کرتے ہوئے پایا ان میں سے کسی چیز کو چھوڑ دوں یہ ممکن نہیں اگر ایسا کر گذروں تو مجھے زیغ کا خطرہ ہے۔

یرموک کی جنگ کے موقعہ پر سپہ سالار نے حضرت فاروق اعظم کو کہا کہ ہماری مدد کیجئے موت نے ہمیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور کوئی راستہ مخلصی کا نہیں ہے تو آپ نے جو جواب دیا وہ آپ سے کہنے کے لائق ہے۔ کہ میں تمہاری کمک کے لئے ایسی فوج کے مالک کو بتاتا ہوں جو نصرت کرنے میں یکتا ہے اسکی جو چیز فوراً محاذ پر پہونچ سکتی ہیں اس سے نصرت چاہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اسی نے بدر کے میدان جنگ میں فرمائی تھی حالانکہ اس وقت ان کی عددی حیثیت تمہاری فوج سے بہت کم تھی جب میرا یہ فرمان تم کو ملے

تو دشمنوں سے لڑ پڑو میدان جنگ سے واپس آنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔

جب فاروق اعظم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ عذبات عالم پر ریجھ ہوئے ہیں جنھیں خدا نے حلال کر رکھا ہے تو آپ نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلائی کہ پیمبر خدا پر بھوک کے دن گذر جاتے معمولی کھجور کے دانے بھی نہیں تھے کہ انھیں سے پیٹ بھر لیتے۔

حضرت سعید بن مسیب رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا کہ وہ نشستگاہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے چولہے پر پکے کھانے کو طلب کر کے تناول فرمایا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نماز ادا فرمائی اس پر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ میری نشست پیمبر کی نشست تھی میرا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا تھا میری نماز بالکل اسی انداز کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا انداز تھا۔

امام احمدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر پانی پیا تو جن لوگوں نے آپ کے اس فعل کو دیکھا تو اس پر تعجب اور انکار کے انداز سے دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بھائیو مجھے کھڑے ہو کر پیتے دیکھ کر تعجب نہ کرو کیونکہ میں نے پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے اور اگر میں بیٹھ کر پانی پیوں تو یقین کر لو کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پیا ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ تو محافظت سنت میں شدت کے لئے مشہور زمانہ تھے ان کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ خود انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا نمونہ بنا لیا ہے آپ اگر روزہ رکھتے تو وہ پیمبر کا روزہ معلوم ہوتا اگر نماز پڑھتے تو پیمبر

کے نمونہ کی نماز ہوتی اگر حج کرتے تو ایسا لگتا کہ خود پیمبرؐ خدا حج فرما رہے ہیں یہی نہیں زندگی کا ہر سانس وہ پیمبر خدا کی طرح گذارنا چاہتے تھے اور اکثر آیت تلاوت فرماتے کہ رسول کی زندگی تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے کہا کہ صلوٰۃ سفر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہم کو کچھ بھی علم نہ تھا اب بھی ہمارا علم یہ ہے کہ ہم وہی کرتے ہیں جو کرتے ہوئے ہم نے پیمبرؐ خدا کو دیکھا دوسری روایت میں ہے کہ ہمیں اپنی حیثیت معلوم ہے ہم راہ بھٹکے ہوئے تھے خدا نے ہمیں منزل کا پتہ اس پیمبر کے ذریعے بتلایا اس لئے ہم تو اسی کی پیروی کرینگے۔

صحابہ کے واقعات تابعین اور اہل علم کی روایات اس سلسلے میں بہت ہیں جن کا شمار مشکل ہے اس لئے ہم اس واقعہ پر اس بات کو ختم کرتے ہیں۔ ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت انصاریؓ سے شعیب کا یہ واقعہ روایت کیا کہ وہ معاویہؓ کی زیر سرکردگی روم میں جنگ پر تھے انھوں نے دیکھا کہ سونے کے ٹکڑے دیناروں کے بدلے بیچ دیئے ہیں اور چاندی درہم کے بدلے۔ تو آپ نے فرمایا اے لوگو یہ کیا کر رہے ہو تم نے سود کھانا شروع کر دیا پیمبر خدا کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ سونے کی بیع اسی صورت میں کر سکتے ہو کہ اس میں کسی قسم کی کسر نہ ہو برابر سرابر ہو اس میں کسی قسم کی زیادتی یا مہلت کی گنجائش نہیں ہے۔ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ اے ابوالولید مجھے تو اس میں ربا نظر نہیں آتا ہاں مہلت کے ساتھ اگر یہ بیع ہوتی تو البتہ ربا ہوتا۔ اس پر حضرت عبادہ نے جواب دیا کہ میں حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی رائے اور سمجھ پیش کر رہے ہو۔ اگر خدا نے مجھے یہاں سے

کسی دوسری جگہ پہونچادیا تو میں اس پر اس کا شکرادا کروں گا میں تمہارے ساتھ ایک دن کیلئے بھی اس ملک میں نہ رہوں جہاں تمہاری حکومت مجھ پر ہو جب وہ میدان جنگ سے واپس ہوئے تو سیدھے مدینہ آکر رکے آپ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یہاں کیوں چلے آئے تو آپ نے انھیں ساری داستان سنائی یہ سن کر فاروق اعظمؓ نے واپسی کا حکم دیا کہ جہاں سے آئے تھے وہیں چلے جاؤ خدا اس ملک و شہر کا برا کرے جہاں تم یا تمہارے جیسے پاکیزہ لوگ نہ ہوں اور حضرت معاویہؓ کو کہا کہ ان کو تمہاری امارت سے آزاد کرتا ہوں۔ لوگوں کو عبادہ کی کہی ہوئی بات بتلاؤ اور اسی پر انھیں مجبور کرو اس لئے کہ اصل حکم سنت ہی ہے۔

دیکھا آپ نے یہ تھی صحابہ کی شان کہ انھوں نے کسی قیمت پر پیمبر خدا کی سنت ترک کرنے کو قبول نہیں کیا۔ کوئی کتنے ہی اونچے درجہ پر ہو اس کا مبلغ علم کتنا ہی بلند ہو سنت کے ہوتے ہوئے اس کی رائے اور سمجھ کو بیروکار نہیں سمجھا۔ یہی لوگ اس بات کے اہل تھے کہ وہ حدیث نبوی کے محافظ کہلائیں انھوں نے پوری امت کو وہ سیدھی راہ بتائی جو پیمبر کی راہ تھی خدا کی راہ تھی انھوں نے امرار کو مجبور کیا کہ وہ شریعت کے مطابق اپنا راستہ اپنا حکم متعین کرلیں دین الٰہی میں آمریت کا سختی سے انکار کیا۔ انھوں نے حق کو ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا اس میں کسی کی ملامت کا ادنیٰ سا خیال بھی نہیں کیا۔ پھر ایسوں کو کیوں نہ اسلام میں فضل کبیر اور شرافتِ اعلیٰ حاصل ہو جب کہ انھوں نے شریعت کے احکام کی خود پابندی کی اُن کی حفاظت کی اور دوسروں تک اسی محفوظ انداز سے پہونچایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب اور بھی بلند سے بلند فرمائے۔ آمین۔

عدالتِ صحابہؓ

صحابہ کی رفعتِ شان ان کی بزرگی یا ان کی امانت، اخلاص، اتباعِ دین کا شوق اس کے احکام پر شیفتگی اس کے مخالفین کا منہ توڑ جواب ان ساری خوبیوں کو دیکھ کر پوری امت نے صحابہ کی عدالت کی توثیق کر دی ہے بجز ان لوگوں کے جو پیمبر کی سنتوں پر جاں نثاری پیمبر خدا کے وفات پر صحیح راستہ سے ہٹ گئے یا ان کی عدالت کو مجروح کرنے والی واضح دلیلیں سامنے آگئیں صحابہ ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی طرح رہے۔ اس لئے اب کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ ان پر کتاب و سنت کی مخالفت کا الزام لگائے جب کہ کتاب و سنت خود ان کی عدالت میں واضح روشنی ڈال رہی ہیں۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ مہاجرین اولین کی فضیلت عمرؓ ابن خطاب کے بعد تمام صحابہ میں آئی اور پھر ان صحابہ کا مقام ہے جو بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے پھر اہل بدر کی منزلت کا مقام آتا ہے پھر دوسری جنگوں اور غزوات میں شریک ہونے والوں کا مقام ہے درجہ بدرجہ ہر وہ شخص جو اسلام کے ابتدائی غزوات میں

شریک ہوا وہ بعد کے غزوات میں شرکت کرنے والوں سے بلند ہے یہ سلسلہ صلح حدیبیہ تک درجہ بدرجہ چلتا رہے گا۔ ان مہاجرین اور انصار میں بیعت رضوان کے خاتمہ تک افاضل صحابہ کے ایک دفتر کو مکمل کر دیتا ہے جن کو تمام صحابہ مابعد پر فضیلت حاصل تھی۔ صحابہ کی یہ ٹولی ایسی ہے کہ ان کا ہر فرد مومن صالح ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا خاتمہ ایمان پر ہوا موت کے وقت وہ بھلائی اور ہدایت کی راہ پر تھے۔ سب کے سب جنت کے حصدار ہیں ان میں سے کسی کو جہنم کی آنچ بھی نہ لگ سکے گی۔

شارح مسلم الثبوت نے لکھا کہ صحابہ کی عدالت قطعی ہے بالخصوص اصحاب بدر اور شرکاء بیعت رضوان جیسوں کی بھی عدالت پر شبہ ہو سکتا ہے؟ جن کی عدالت کا قرآن میں متعدد جگہ خدا نے ذکر کیا ہو اور خدا کے رسول کی زبان سے ان کی بڑائی کا بیان بار بار ہوا ہو۔

صحابہ کے بارے میں بھی ایسی چیزیں قرآن و سنت میں موجود ہیں جو ان کی عدالت کو ثابت واجب کرتی ہیں ان کو ثقات اور ارضائے شریعت کے زمرے میں لاتی ہیں۔ امت نے اس کو اپنے اجماع میں قبول کر لیا ہے اور خدا نے اپنے قرآن میں اس کی شہادت یوں فرمائی کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ط دوسری جگہ فرمایا۔ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم

بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اور ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ مزید ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ؁

یہ آیات کریمہ صحابہ کے فضل کا کھلے خزانے اعلان کر رہی ہیں اور صحابہ کی عمومی منزلت و مرتبہ کا اس سے اندازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ دوسری بہت سی آیات قرآنی ہیں جو ان صحابہ کے مختلف اور متنوع فضائل میں رطب اللسان ہیں مثلاً ہجرت جہاد موجود سخا غزوات، اب ان قوی دلائل اور قطعی آیات کے بعد بھی کیا ان کی عدالت زیر بحث آسکتی ہے ہرگز نہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ. اب رضائے الٰہی اور تعدیل ربانی کے بعد بھی رضائے عوام تعدیل کالانعام کی ضرورت باقی ہے!

رہ گیا سنت کی روشنی میں عدالت صحابہ کا ذکر تو یاد رکھیے کہ صحابہ کی عدالت کا ذکر احادیث میں بے شمار ہے بہتوں نے تو ان کے فعل و عدالت کے مستقل باب کتب احادیث میں ذکر کر دیئے ہیں بہتوں نے مستقل کتابیں فضل صحابہ میں تصنیف کی ہیں۔

انھیں شاہد ان فضل صحابہ میں وہ روایت بھی ہے جس میں حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ پیمبر خدا نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی برا نہ کہنا اس لئے کہ ان کا مرتبہ تو یہ ہے کہ اگر تم میں کوئی ایسا فی سبیل اللہ خرچ کیا پیدا

ہوجائے کہ وہ احد پہاڑ کے ہم وزن سونا خدا کی راہ میں لگادے تو میرے ساتھیوں کے ایک مُد یا نصف مُد گیہوں و جو کے برابر بھی اس کا وزن عنداللہ نہ ہوگا

دوسری روایت میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کو ترمذی نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔ اے خدا اے خدا آپ نے میرے دوستوں کو کیا بنایا میری امت سن لے کہ ان خدا کی طرف سے بلند کردہ میرے دوستوں کو تم میرے بعد ہدف ملامت نہ بنا لینا جنہوں نے میرے دوستوں کو پسند کیا انھوں نے میری پسند کی قدر کی جنہوں نے ان سے نفرت کی انھوں نے میری نفرت کو للکارا جس نے انھیں اذیت دی میری تکلیف کا سامان کیا جس نے میری اذیت کی راہ کھولی اس نے خدا کو ستایا اور خدا کا ستانا کھیل نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کھیل میں وہ انھیں پکڑ ہی لے۔

اس کے علاوہ احادیث کے دفتر ہیں جن میں صحابہ کی شان انکی فضیلت کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس حدیث صحیح میں خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

اب خدا کی تعدیل رسول کی تعدیل کے بعد صحابہ کی تعدیل کے لئے کس چیز کی ضرورت اور کونسی سند باقی رہ گئی ہے امت نے بھی ان کی عدالت کو تسلیم کر لیا پھر اب بھی کسی کی تعدیل باقی ہے اگر خدا اور رسول صحابہ کی تعدیل کی طرف سے خاموش ہوتے تب بھی ضروری تھا کہ ہم ان کی تعدیل کرتے اس لئے کہ دین کا ستون وہ تھے دین کا دفاع ان کے ذریعہ عمل میں آیا انھوں نے خدا کے رسول کی کھلی مدد کی ان کے ساتھ گھر بار چھوڑا ان کی آنکھوں کے سامنے جنگ میں اپنی جان

کی بازی لگادی اپنے مال و دولت کو بیدریغ خدا کے راستے میں صرف کیا۔ اپنی جانیں کھپائیں یہ سب کس لئے کیا، خدا کی راہ میں اس کے دین کے بچانے کے لئے۔ کیا انھوں نے مخالفین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معاہدین دین کے مقابلے کسی سچائی، اخلاص، قربانی، جرأت و بہادری کس چیز سے دریغ کیا، ہم نے ان صحابہ کو بدر میں لقمہ اجل ہوتے اور گرتے دیکھا ہے یہ کس لئے کیا تاکہ اس سپہ سالار اعظم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام دنیا میں چل سکیں خود بھی انھوں نے ان احکام کے ماننے اور بجالانے میں ایک دوسرے پر پیش قدمی کی۔ اس کا ثبوت وہ روایت ہے جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول اب ہم امتثالِ امر اس قدر کر کے بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر آپ فرمادیں کہ سمندر میں اتر جاؤ تو ہم بلا جھجک کے سمندر میں اتر جائیں گے اگر آپ فرمائیں کہ برک غماد کے ریگ زار میں سفر کر کے چلے جاؤ تو ہم امتثالِ امر میں فوراً اس جانب رخ کر گذریں گے۔ یہ صحابہ ہی ہیں جنھوں نے اسلام کے چشمہ کی حفاظت میں جانیں گنوادیں اور پیمبر خدا پر خود کو نثار کر دیا ہم کو یہ منظر احد کی جنگ کے موقعہ پر دیکھنے میں آتا ہے جب مسلمانوں پر شکست کی بلا مسلط تھی تو انھوں نے کس طرح کر کے آگے بڑھے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے آپ کی طرف سے مدافعت کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ کیا ابو دجانہؓ صحابی نے خود اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال نہیں بنا دیا تھا کیا ان کو تیر کے نشانوں نے بے جان ونڈھال نہیں بنا دیا تھا۔ کیا حضرت علی نہیں تھے جو پہلوئے مبارک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہو کر تلوار سے دشمنوں کا صفایا کر رہے

تھے۔ کیا سعد بن ابی وقاص نہیں تھے جن کے کمان سے دشمنوں پر تیر کی بارش ہو رہی تھی تا آنکہ نصرت خداوندی نے جنگ کی کایا پلٹ دی اور پیمبر اور اس کے دوست دشمنوں پر فتح یاب ہوئے۔

یہ اس کے دوست ہی ہیں جو میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے اور عام زندگی میں پارسا تھے غمگسار، ایک دوسروں پر نثار تھے۔ جس کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا ؕ۔

یہ پیمبر کے ساتھی ہی تو تھے جن کے نفوس پاکیزہ قلوب مجلی اور معیار بلند کے مالک تھے ایمان کی مٹھاس ان کے دلوں تک پہونچ چکی تھی چنانچہ شریعت کی حفاظت میں تن من دھن سب کچھ لٹا دیا دین محمد کی حفاظت خاموشی سے اور کھلم کھلا کی ان کا جذبہ جان سپاری کامل ایمان اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جن صحابہ کو اس بات کا احساس ہوا کہ ہم نے شریعت مطہرہ کی رسول کی اطاعت کے راستے میں غلطی کی ہے انھوں نے پیمبر خدا کے سامنے خود کو اسی انداز میں پیش کیا کہ اس کوتاہی کی جو سزا تجویز کریں بس دے دیں تاکہ آخرت میں ہم آپ کے اور خدا کے سامنے رسوا نہ ہوں چنانچہ مسلم کی وہ حدیث جو حضرت بریدہؓ کے واسطے سے مسلم نے اپنی کتاب میں ذکر کی کہ حضرت ماعز بن مالک تشریف لائے اور پیمبر خدا سے عرض کیا کہ اے رسول خدا مجھے پاک فرما دیجئے آپ نے فرمایا ماعز کیا کہہ رہے ہو جاؤ خدا کے دربار میں توبہ کرو مغفرت طلب کرو فرمان رسالت کے ملتے ہی وہ تھوڑی دیر کے لئے سامنے سے چلے گئے پھر واپس ہو کر فرمایا اے خدا

کے رسول مجھے پاک کر دیجئے آپ نے پھر فرمایا ماعز کیا کہہ رہے ہو جاؤ استغفار اور توبہ کرو تھوڑی دیر کے لئے پھر آپ سامنے سے ہٹ گئے پھر آپ نے واپس آکر وہی جملہ کہا! آپ مجھے پاک فرما دیں عرض کیا آپ نے پھر انھیں اسی انداز میں فرمایا ارے میاں ماعز ہوش میں آؤ کیا کہہ رہے ہو جاؤ توبہ کرو اور مغفرت طلب کرو لیکن جب چوتھی بار آپ آئے تو آپ نے فرمایا کہ ماعز میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں۔ عرض کیا زنا سے آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ان کو جنون تو نہیں ہے۔ جب اس بات کا تعین ہو گیا کہ آپ کو جنون نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا دیکھو شراب تو استعمال نہیں کی ہے ایک صحابی نے اٹھ کر ان کے بدن کا جائزہ لیا منہ سے شراب کا پتہ نہ چلا تو آپ نے پوچھا واقعی تم نے زنا کیا فرمایا ہاں میں نے زنا کیا پھر آپ نے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ ابھی لوگ بیٹھے ہی تھے کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گئے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو لوگوں نے دعا کی اب آپ نے فرمایا کہ خدا نے ماعز کے گناہ دھو دیئے پھر آپ نے فرمایا کہ ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر پوری امت توبہ کرتی تو بھی اس کے برابر نہ ہوتی دیکھا آپ نے ان یقین بھرے دلوں کو دیکھ لیا اُن پاکیزہ وستھرے نفوس کو ملاحظہ کیا انھیں پاکیزہ نفوس قدسی صفات صحابہ نے حفاظتِ شریعت میں بے خطر اپنے کو لگا دیا ان کو نتائج کی پرواہ نہ رہی۔

رسول اللہ کے ساتھیوں کو آپ نے دیکھ لیا تاریخ کے صفحات میں ان کے ابد تک باقی رہنے والے نقوش مثبت رہیں گے یہ وہی لوگ تھے جن میں اُولوالعزمی

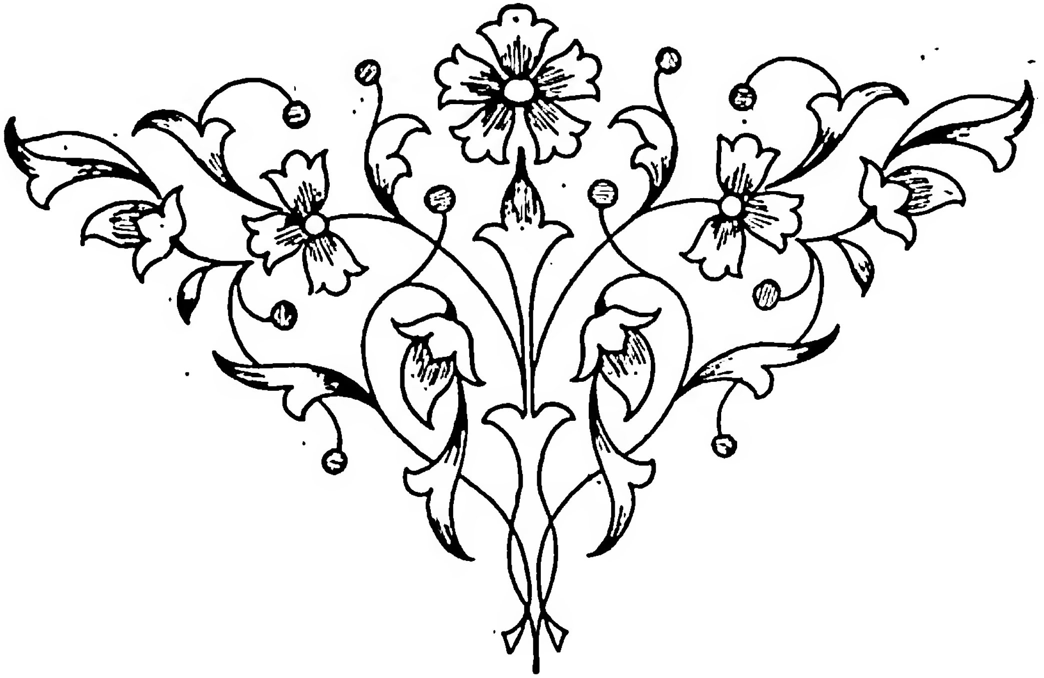
تھی جن میں قوت تھی، جو قربانی وجاں نثاری کے خوگر تھے، جو پارسائی خدا ترسی کے مجسمے تھے، یہ صحابہ احترام کے لائق ہر قدر کے مستحق ہر محبت اُن کے شایانِ شان ہے۔ بلکہ ان صحابہ سے محبت کرنا ان کے احترام کو باقی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کا ذکر آیات کریمہ میں موجود ہے احادیث نبوی اس کی شاہد ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اگر کسی کو پیروی کے لئے نقش قدم کی ضرورت ہو تو وہ اصحاب نبی کے نقوش کی پیروی کرے اس لئے کہ ان صحابہ کے قلوب سب سے زیادہ اچھے تھے ان کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا ان میں سب سے زیادہ سادگی اور ان کی رہنمائی سب سے زیادہ آسان تھی اُن کے حالات سب سے عمدہ ہیں یہ وہ جتھا ہے جس کو خدا نے اپنے پیمبر کی ہم نشینی کے لئے دیا اور اس کے دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ان صحابہ کی بڑائی جان سے زیادہ عزیز رکھو ان کے نقوشِ کی پیروی کرو اس لئے کہ منزل کی جانب پورے پورے سیدھے راستے پر یہی صحابہ تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں اگر صحابہ کرام ناکامیاب ہی ہوتے رہتے تو بھی انکا فضل کم نہ ہوتا اور ہماری بدنصیبی کی بھی کوئی حد ہے کہ ہم ان صحابہ کرام سے دین کو سمجھنا چاہتے ہیں اور انھیں کی مخالفت کرتے ہیں۔

امت اسلامیہ کی اگلی پیڑھی اور پچھلی پیڑھی کے تمام لوگوں نے صحابہ کی بڑائی ان کے اخلاص ان کی امانت ان کی عدالت پر اجماع کر لیا ہے اب ہم اس ثبوت کا خاتمہ حضرت ابوزرعہ کے کلام پر کر رہے ہیں۔ کہ اگر آپ کسی کو

دیکھیں کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ساتھی کی تنقیص کرتا ہے تو اس کے زندیق ہونے کا یقین کر لو اس لئے کہ رسول سچا قرآن سچا اور آپ جو کچھ ہم تک لائے سچ ہے ان تمام سچائیوں کو صحابہ نے ہم تک پہونچایا۔ یہ زنادقہ چاہتے ہیں کہ امت کے پہلے درجہ کے شہود کو مجروح کر دیں تاکہ کتاب وسنت کا وزن ہی ختم ہو جائے پھر ہم انھیں زنادقہ کو کیوں نہ مجروح کر دیں کہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔



سُنّت کی حِفاظت و اشاعت

قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جستہ جستہ تیئس سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا نبی کریمؐ اس کو اپنی قوم اور اپنے اردگرد کے لوگوں میں پہنچاتے رہے اور قرآن کے احکام بیان کرتے رہے قرآن کی آیات کی وضاحت فرماتے. اسلام کی تعلیمات کی تفصیلات بتلاتے۔ اس کے نظام کو درست کرتے اِس طرح آپ پوری زندگی اگر ایک طرف معلم تھے تو دوسری طرف قاضی و مفتی تھے، تو تیسری حیثیت آپ کی حاکم وقت کی تھی، چوتھی آپ کی رہنما کی حیثیت تھی، آپ ابتدا و انتہاء اُمّت کے سبھی معاملات میں ان کا مرجع تھے۔ امت کے تمام معاملات آپ سے متعلق تھے امت کے حالات کا ایک ایک سجھاؤ آپ سے متعلق تھا۔ امت اسلامیہ کے تمام شئون خواہ وہ اس کا معمولی معاملہ ہو یا کوئی بڑا مسئلہ ہو یا فرد جماعت کو اپنی زندگی کے مختلف دور جن سے سابقہ پڑتا ہو ان ساری چیزوں کا تعلق آپ سے تھا جو قرآن میں ہیں یا قرآن میں نہیں ہیں۔ جو قرآن میں نہ ہوتے ان کو وہ سنت میں تلاش کرتے، یہ سنت عملی ہو کہ قولی ہو کہ تقریری ہو یہی وجہ ہے کہ ہمیں ہمارے سامنے احکام

شرعی ملتے ہیں آداب و اخلاق سامنے آتے ہیں عبادات قربات ملتے ہیں جو شرعی حکم رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ وہ احکام امت میں درج ہوتے گئے یہ تدریج تقریباً چوتھائی صدی کے طویل عرصہ میں عمل میں آئی۔

سنت کی وضع کچھ ایک دن کی بات نہ تھی جب کہ بہتوں کو اس کا خیال ہوتا ہے جیسے شرائع موضوع کا کوئی دفتر یا فلفی احکام جسے حکماء اور واعظین املا کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں ہوا ہے بلکہ شریعت کی بنیاد تو امت کی تربیت پر ہے خواہ اس تربیت کا مقتضیٰ دین سے ہو کہ دنیا سے ہو کہ ان کے اجتماعی مسائل سے ہو کہ ان کے اخلاقیات سے ہو کہ ان کے سیاسی اُلٹ پھیر سے ہو جو امنِ عامہ کے زمانے میں یا جنگ کے شعلہ دور سے ہو ان کا دورِ سہولت سے تعلق ہو کہ شدت سے ان کا ربط ہو وہ علم و عمل کے سارے گوشوں پر مشتمل تھی ایسی صورت میں اس انقلاب کا اچانک لوگوں میں رونما ہونا ایک معجزہ ہوگا ظاہر ہے کہ یہ انقلاب صبح شام میں میں نہیں ہوا انھوں نے اپنی قدیم تعلیمات سے رخ اتنی جلدی موڑ لیا ہو مشکل بات ہے یہاں ان کی دیانت داری میں اچانک تبدیلی آجائے ان کی عادتیں اتنی جلدی بدل جائیں اسلام کے سامنے سپر ڈالدیں اپنے عقائد بدل ڈالیں اپنی تعلیمات کو خیرباد کہہ دیں، اپنے طریق عبادت کو یکسر چھوڑ دیں بہر حال یہ کچھ آسان نہ تھا۔

قرآن کریم نے خود ہی عقائد فاسد عادات کا رہمہ جو اُن کے دلوں میں پیوست تھی ان کا تدریجی طور سے علاج کیا قرآن نے جو جنگ منکرات جاہلیت کے خلاف لڑی وہ سرد جنگ کی طرح تھی جاہلیت کے منکرات کو صحیح عقائد و خیالات

سے بدلنے میں کافی وقت صرف ہوا۔ عبادات احکام عقائد صحیحہ سب تدریجاً قالبوں میں آئے آپ نے انھیں آداب عالیہ کی طرف یونہی نہیں بلایا تھا۔ اخلاق فاضلہ کچھ ایک دن میں ان کو نہیں ملے تھے جو لوگ آپ کے ارد گرد تھے ان کو صبر و استقامت پر ابھارا، اس درمیان میں تعلیمات کا باب بھی بند نہ رہتا آپ قرآن کریم کی وضاحت کرتے رہتے۔ لوگوں کو فتویٰ دیتے رہتے آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کا تصفیہ بھی فرماتے رہتے۔ جرمانے سزا کا کاروبار بھی جاری رہتا اور قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق آپ اپنی زندگی بسر کرتے رہتے۔ یہ ساری باتیں کیا تھیں یہ سب تو سنت ہی تھیں —

دعوت اسلام جب تک اعلانیہ جاری نہ ہوئی تھی اس وقت تک پیمبر خدا نے دار الارقم کو اپنا اور اپنے دوستوں کا مرکز مقرر فرما دیا تھا۔ دار الارقم ہی سے مسلمانوں نے اسلام کی ابتدائی تعلیمات حاصل کی تھیں اور قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوا تھا اُسے اِسی جگہ سے مسلمانوں نے یاد کر لیا تھا۔ کچھ دن ابھی نہیں بیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ مکہ میں مسلمانوں کی تربیت گاہ بن گئی اسی تربیت گاہ میں مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دی جاتی اور یہیں مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے سرچشمہ سے سیراب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کے شانوں میں تھا۔

قرآن کریم کی آیات صحابہ علی الاعلان پڑھتے آپس میں ان آیات کا تکرار کرتے تاکہ پیمبر سے سنی ہوئی تمام باتیں دل نشین ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بیان فرمائیں ان کو آپ سے سن کر یاد کرتے یہ تفسیریں تو پیمبر کی احادیث ہی ہوتی تھیں اس کے سوا کچھ دوسرا نہ تھا اس لئے احادیث کو یاد کرنے

کا رواج قرآن کے پہلو بہ پہلو ابتدائے اسلام سے مروج ہو چکا تھا۔

پھر یہ مسجدیں درسگاہیں ہو چکی تھیں یہ مسجدیں عدالت بھی تھیں اور فوجی احکام کے مراکز بھی، یہاں ایک طرف عبادت ہوتی تو دوسری طرف شعائر دینیہ کی اقامت کا کاروبار بھی وہیں سے ہوتا یہ مسجدیں تھیں جن میں مسلمانوں کے مسائل عمومی طے ہوتے، فوجوں کی روانگی کے لئے چھاؤنی بھی یہ مسجد ہوتی، آنے والے وفود ڈپوٹیشن کو استقبال کرتے ان کو ٹکانے کا مقام بھی یہی مسجد ہوتی۔

ان سب کے ہوتے ہوتے پیمبر کی تبلیغ کسی مکان محدود کے لئے نہ تھی نہ کسی خاص مناسبت کی محتاج تھی جو بازار میں فتویٰ کا طالب ہوتا اُسے بازار ہی میں دارالافتار مل جاتا وہیں اپنی ضرورت کی باتیں دریافت کرتا ان کے جواب لیکر مطمئن ہو جاتا آپ کو جونہی کوئی موقع ہاتھ آتا آپ پورے احکام کی تبلیغ شروع کردیتے، ہر جگہ تبلیغ کے لئے کشادہ میدان تھے جہاں سے جس طرح ہو چاہتے تبلیغ فرماتے۔

ان مشاغل کے ساتھ آپ علمی مشاغل کے لئے علمی مجلسیں بھی منعقد فرماتے ان علمی مجلسوں میں حاضری عام تھی اس میں آپ اپنے اصحاب کی بھلائی کی جستجو فرماتے اور آپ انھیں وعظ و پند فرماتے۔ آپ جب تشریف رکھتے تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا کر آپ کے گرد بیٹھ جاتے اس علمی مجلس میں صبح کی نماز کے بعد لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے کچھ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے کچھ فرائض سیکھتے کچھ سنن کے اسباق دہراتے پیمبر خدا کسی معاملہ میں بخیل نہ تھے پھر علم کے باب میں بخل کیسے کرتے آپ کے اصحاب آپ کے عُلم بے پایاں سے نفع اٹھاتے آپ کی علمی فیاضی سے صحابہ خوب فیض یاب ہوتے آپ صحابہ کے ساتھ اکثر بیٹھا کرتے انھیں

کچھ سکھاتے ان کو پاکیزہ نفسی عطا فرماتے۔

آپ امت کے حق میں برستے بادل کی طرح تھے۔ لوگوں کو ان کے ماحول و مزاج کی رعایت کرتے ہوئے مخاطب فرماتے آپ ہر ایک سے اس کی من بھاتی دل لگتی گفتگو فرماتے۔ دیہات کے اکھڑ لوگوں سے اس طرح گفتگو فرماتے کہ ان کی دُرشت مزاجی کو ذرا بھی ٹھیس نہ لگنے پاتی۔ شہر کے مہذب لوگوں سے آپ کا طرزِ کلام ایسا ہوتا جو ان کی بود و باش ان کی تہذیب کو اپیل کرتا اسی طرح آپ ان کے مدارکِ علم کی رعایت فرماتے جو بیدار طبیعت تھے ان کی بیداری کا لحاظ فرماتے ان کی فطری صلاحیتوں ان کے اخذ و اکتساب کی قوتوں کو بھی پوری طرح نظر میں رکھتے آپ ان اَسالیب کو استعمال فرماتے جن میں دینی علمی و عملی حیثیت سے مقصد رسالت کو ثابت کرنے میں بھرپور ہوتے۔ اس قسم کے واقعات سے کتب سیر و احادیث بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ کے پاس قریش کا ایک جوان آیا اور بے تکلف عرض کیا اے خدا کے رسول مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے جو لوگ حاضر خدمت تھے سب کے کان کھڑے ہو گئے لوگوں نے جوان کو ڈانٹ ڈپٹ بتائی اور کہا ہٹو سامنے سے چلے جاؤ آپ نے فرمایا کہ یہاں پاس آجاؤ وہ آپ کے پاس آگیا پھر آپ نے اس سے سوال کیا کہ یہاں تمہیں کہہ دوں کیا تم زنا اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے جوان نے جواب دیا بالکل نہیں خدا کی قسم آپ کے نثار، ہیں کیا دنیا کے لوگ بھی اس چیز کو اپنی ماں کے لئے نہیں پسند کر سکتے آپ نے فرمایا تو پھر تم ہی بتا دو کیا تم زنا کو اپنی بیٹی کے لئے پسند کرو گے جوان بول اٹھا آپ کے نثار خدا کی قسم میں اسے کسی طرح نہیں پسند کروں گا۔ نہ لوگ اسے پسند کرتے

کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زنا میں مبتلا دیکھیں۔ پھر آپ نے اس کی بہن پھوپھی ممانی وغیرہ متعلقین کے سلسلے میں یہی سوال دہرایا اور ہر بار سوال کے جواب میں جوان نے یہی جواب دیا کہ آپ کے نثار میں اسے کیسے پسند کر سکتا ہوں اور دنیا کا کوئی انسان اپنے متعلقین کے لئے یہ پسند نہیں کر سکتا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے اوپر رکھتے ہوئے فرمایا اے خدا اس جوان کے گناہ کی پوشش فرمائیے اس کے دل کو نکھار دیجئے اس کی شرمگاہ کو بڑی اجلی کر دیجئے خواہشات سے دھو دیجئے راوی بیان کرتا ہے کہ اب اس کے بعد اس جوان کی طبیعت میں ایسا سمجھاؤ آیا کہ وہ کبھی بھی لغویات کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تیسیر پسند رہے آپ عبادت میں غلو سے روکتے تھے احکام کی تنگی سے منع کرتے تھے تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ درد مند بھائی کی طرح ہوتا آپ معلم ہوتے ہوئے بھی تواضع کے پتلے تھے۔ بردباری اور وقار آپ کے غبار رہتے جو پیمبر کی سیرت سے ادنیٰ واقفیت رکھتا ہوگا اس پر یہ چیز آئینہ ہوگی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اگر دو حکم میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا معاملہ آتا تو پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے سہل و آسان کو لیتے اگر اس میں کوئی گناہ کا پہلو نہ ہوتا، اگر اس میں گناہ کی جھلک بھی ہوتی تو آپ یہیں اس کام سے سب سے زیادہ گریزاں نظر آتے۔ آپ نے خود اپنے اوپر ہونے والے کسی برائی کا بدلہ کبھی نہیں لیا ہاں اگر برائی میں حرمت ہی کو ٹھیس پہونچی تو آپ نے اس کا انتقام خدا کی حرمت کی حفاظت میں ضرور لیا۔

اس پاکیزہ نفسی ستھری طبیعت کشادہ دلی من بھاتے دل لگتے انداز میں

آپ لوگوں کو خدا کی تعلیمات اس کے آداب اس کے احکام اپنے ساتھیوں اور عامۃ المسلمین کو سکھلاتے تھے۔ سلاطین زمانہ قیصر و روم کی طرح پیمبر خدا اور مسلمانوں کے درمیان کوئی روک نہ تھی بلکہ مسجد ہی وہ انسٹیٹوٹ تھا جہاں آپ مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کی تعلیم فرماتے تھے۔ اگر لوگ آپ کو راہ چلتے ملتے کوئی بات دریافت کرتے تو آپ بڑی کشادہ روایتی سے ان کا جواب دیتے۔ اگر عبادت کے موقع پر حج کے موسم میں چلتی سواریوں میں آپ سے مسائل دریافت کرتے آپ ان کو ہر ہر بات کا جواب دیتے۔ آپ اس سے کبھی کبیدہ نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ ہنسی آپ کے چہرے پر کھیلتی رہتی۔ کبھی آپ کسی مسائل کا جواب دیتے اور اس جواب کو سننے والی مسلمانوں کی ایک چھوٹی ٹولی ہوتی جو آپ کے ساتھ ساتھ ہوتی کبھی آپ کے جواب کے وقت بڑے بڑے مجمع محفلیں جم غفیر ہوتے۔ کبھی آپ مسجد کے منبر ہی سے لوگوں کو تعلیمات اسلام ارشاد فرماتے احکام کی تفصیل کرتے اسے کھول کھول کر بیان کرتے جیسے سننے والے غیر حاضر اور نہ سننے والوں کو پہونچاتے، اپنے خاندان کے لوگوں کو بتاتے اپنے رشتہ داروں کو پہنچاتے۔ پیمبر سے جس نے بھی کوئی بات سنی یا دیکھی یا اس کے علم میں آئی تو اس کی یاد ایک مدت مدید انھیں لفظوں انھیں اداؤں کے ساتھ اس کے ذہن میں محفوظ رہتی جیسے ابھی کی بات ہو اگر اس میں ذرا بھی شک ہوتا یا سماعت کی ناکامی کا شبہ ہوتا تو فوراً ہی آکر شبہ کا ازالہ براہ راست پیمبر سے سوال کر کے کر لیا کرتے تاکہ وہم کی گنجائش نہ رہے اور ٹھیک بات کھلے طور پر معلوم ہو جائے۔

پیمبر خدا کی مجلسوں میں حاضری کا شوق صحابہ میں شیفتگی کی حد تک تھا۔ بلکہ

یہ کہئے کہ جنون وعشق سے اس کا سرا لگا ہوا تھا وہ ہر وقت سنت کو لینے اور اس کی قرآن کے ساتھ مطابقت کرنے اس کو درست سمجھنے میں دل سے لگے رہتے۔ ان کے دلوں میں اخلاص تھا سچائی تھی، اور پیمبر کی سنت کے ساتھ لگن تھی اور یہ کیسے نہ ہوتا ایمان کی مٹھاس وہ پا چکے تھے اسلام کی عظمت ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی قرآن میں اعجاز کبریٰ ہدایت عظمیٰ ان کی آنکھیں دیکھ چکی تھی ان کے دلوں میں خدا کی محبت اور اس کے رسول کا عشق گھر چکا تھا وہ دین کی راہ میں اس کے اصول کی حفاظت اپنے دین اور اپنی تعلیم کی عظمت و وقار کے لئے خود کو فنا کر چکے تھے۔ ان کی جاں نثاری جود وسخا کی کہانی جریدۂ عالم میں آج بھی ثبت ہیں آج بھی تاریخ کی پیشانی ان کے کارناموں سے روشن ہے ان کا اندازِ فداکاری ان کی قربانیاں رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔

دلوں میں ایمان کی دولت سینوں میں پاکیزہ روح کا خزانہ دماغوں میں عقل کی روشنی لئے ہوئے صحابہ رسول کریمؐ سے تعلیمات حاصل کرتے تھے قرآن کی جزئیات سیکھتے ان کے معنی سمجھتے پھر اس کی باریکیوں تک پہنچتے، اسی سانچے میں خود کو ڈھالتے۔ پھر جا کر کہیں دوسری آیات کی تعلیم اور آگے کا سبق لیتے اس کی شہادت حضرت عبدالرحمٰن سلمی کی زبانی سنئے ہم حضرت عثمان بن عفانؓ عبداللہ بن مسعودؓ جیسے گرامی منزلت صحابہ سے قرآن پڑھتے تھے انھوں نے اپنے قرآن پڑھنے کی شان یہ بیان کی کہ ہم پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیاتِ قرآنی سیکھتے اس سے آگے کا سبق اس وقت نہ لیتے جب تک کہ ان دس آیتوں پر علم وعمل کے جُزو ابواب بھی ہوتے ان کو اچھی طرح نہ جان لیتے اس طرح ہم نے پیمبر سے علم

دعمل سبھی چیزیں سیکھ لیں۔

صحابہ اپنی تجارتی مشغولیتوں معاشی کاروبار میں لگے رہنے کے ساتھ ساتھ نبی کریمؐ کی مجلس میں آتے اور ان کی صحبت اٹھانے کے بڑے ہی شائق تھے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر ان کا ہر وقت حاضر ہونا مشکل تھا انھوں نے آپس میں باری مقرر کر لی تھی تاکہ آپ کی صحبت کے لطف سے اس کے فیوض و برکات سے ایک لمحہ کے لئے محرومی نہ رہے چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی (بنی امیہ کی آبادی جو عوالی مدینہ میں تھی) نے آپس میں طے کر رکھا تھا ایک دن تم پیمبر خدا کی مجلس میں حاضری دو اور ایک دن میں حاضری دونگا جس دن میں حاضر خدمت رہتا اس دن کی وحی اور دوسری تعلیماتِ رسولؐ اپنے پڑوسی کو بتا دیتا اور جس دن وہ حاضری دیتا اس کی پوری رپورٹ وہ مجھے سنا دیتا اس طرح ہم دونوں تعلیمات نبویؐ سے باخبر رہتے۔

پیمبر خداؐ کی تعلیمات کا احاطہ صرف مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ آپ عورتوں کو بھی دین کی تعلیم دیتے تھے ان کے لئے مجلسوں کا اہتمام فرماتے یہ مجلسیں گاہے گاہے ہوتی تھیں بلکہ روزانہ ان کے لئے ایک وقت مقرر تھا اس میں وہ حاضر ہوتیں اور آپ سے تعلیم اسلام حاصل کرتیں آپ سے سوالات کرتیں ان کا جواب پاتیں۔ اس کی شہادت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبان سے سنیئے کیسی عمدہ ہیں انصار کی عورتیں کہ انھیں دین کے سمجھنے سیکھنے میں حیا مانع نہیں ہوتی۔

دُور دراز کے علاقوں سے لوگ وفد کی صورت میں آتے اور آپ سے احکامِ اسلام سیکھتے اس کی عبادات کے طریقے معلوم کرتے۔ پھر یہ وفود کچھ دنوں کے قیام

کے بعد اپنے علاقوں کو واپس جاتے اپنی قوم کو تعلیمات اسلام پہونچاتے ان کو دین کی بات سمجھاتے چنانچہ امام بخاری نے مالک ابن حویرث سے نقل کیا ہے کہ ہم دربارِ رسالتمآب میں حاضر ہوئے ہمارے سب ساتھی ہم عمر نوجوان تھے ہمارا قیام آپ کی خدمت میں بیس دن رہا اس درمیان میں پیمبر خدا کو اس کا احساس ہوا کہ ہم کو گھر بار یاد آرہا ہے تو آپ نے ہم لوگوں کو بلا کر دریافت کیا کہ بھائی گھر کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کے آئے تھے ان کے کھانے دانے اور پینے کا چلتے وقت کیا نظم تھا ہم نے سچی بات بتادی۔ آپ نرمی کا مجسمہ سراپا رحمت تھے آپ نے حکم فرمایا تم لوگ اب واپس جاؤ گھر کے لوگوں کو سکھاؤ انھیں ان باتوں کا حکم کرو جس کا میں نے تم کو حکم کیا مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز ادا کرو جب نماز کا وقت آجائے تم میں کا کوئی اذان دیدے تاکہ سب باخبر ہوجائیں پھر تم میں جو بڑا ہو امامت کرے اور نماز پڑھا دے۔

اس طرح کے وفود آتے رہتے اور ایک ایک عرصے تک آپ کی خدمت میں قیام کرتے۔ پھر جو آپ سے سیکھے ہوتے اسے کیسے بھلا دیتے یہ تعلیمات تو ان کے دل میں ایسی نقش ہوتیں کہ زندگی بھر اس کے نقوش اسی طرح تر و تازہ رہتے۔

ان وفود و مجالس کے علاوہ اور بھی دوسرے بہت سے طریقے تھے جن سے صحابہ سنت کی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتے رہتے مثلاً کوئی بات پیش آئی آپ نے اس واقعہ کے مطابق احکام بیان فرمائے اور یہ واقعہ مع حکم کے مسلمانوں میں پھیل گیا بعض ایسی باتیں جو خود صحابہ کو پیش آئیں جن کو وہ خود پیمبر خدا سے دریافت کرتے اور آپ ان کا جواب دیتے ان میں سے بعض ایسے واقعات ہوتے جن کا تعلق خود مسائل کی ذات سے ہوتا بعض دوسرے صحابہ سے

متعلق ہوتا مگر یہ سوالات وہی ہوتے ہیں جو انسان کو روز مرہ کی زندگی میں پیش آسکتے ہیں ہمارے سامنے صحابہ کی سیرت ہے وہ کسی معاملہ کے معلوم کرنے میں کبھی ٹھٹکتے ہی نہ تھے نہ ان کو شرم دامن گیر ہوتی کہ پیمبر سے دریافت نہ کریں بلکہ وہ اس چشمۂ خیر کی طرف تیزی سے بڑھتے تاکہ حقیقت حال معلوم کرکے دلوں کا اطمینان بڑھائیں۔

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ذاتی معاملات میں ہر وہ بات دریافت کرتے جس کے دریافت کرنے میں دوسروں کو شرم دامن گیر ہوتی، اسی طرح اپنے معاملات، عقائد، عبادات، اور دوسرے دنیا بھر کے معاملات میں پیمبر خدا سے ہر وقت دریافت کرتے رہتے۔

ہمارا پیمبر بھی خوب تھا ہر سوال کا جواب دیتا ان کے معاملات سلجھاتا ان کے مقدمات اور مسئلوں کو سنتا ان کے فیصلے دیتا ان کو سچی راہ بتاتا ان جوابات، قضایا اور فتاوی کے دفتر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، بلکہ ان کے لئے کہ ان مولفات میں حدیث نبوی کے یہی حصے پائے جاتے ہیں، یہ بات عقل سے دور ہے کہ کوئی شخص پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دریافت کرے اور اسے بھول جائے یا خود اس کا اپنا کوئی واقعہ اور مسئلہ ہو جو دربارِ نبوت میں پیش ہو کر منقضی ہوا ہو اور اس نے اسے بھلا دیا ہو، کوئی اپنی زندگی کے یادگارِ اوراق بھلا سکتا ہے۔؟

وہ واقعات آج بھی موجود ہیں جنھیں صحابہ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، اُن کی نماز، اُن کا روزہ، اُن کا حج، اُن کا سفر، ایک ایک کرکے صحابہ کی نگاہ میں تھا انھوں نے ان واقعات کو مِن وَعَن تابعین تک پہنچایا اور تابعین نے اپنے بعد

آنے والوں کو کتب احادیث میں احادیث کی کثرت ہے اور آپ کی عبادات، معاملات، سیرت کے واقعات تو اُمت کو ازبر تھے پھر ان کا ذکر کتابوں میں کیوں نہ ہوتا۔

ہم نے اب تک جو کچھ آپ کے سامنے رکھا ہے اس سے مسلمانوں کے سنتِ رسولؐ کے حاصل کرنے کا موقف معلوم ہو گیا ان میں جو روح کام کر رہی ہے جو داعیٔ قرآن و سنت کے حصول ان کی حفاظت پر ابھارے ہوئے تھی ان کا ذکر کرنے کے بعد ہم اس بات کے کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سنتِ رسول عہد صحابہ ہی میں قرآن کے پہلو بہ پہلو محفوظ تھی سو یہ بات صحیح ہے کہ ہر صحابی کا حصہ دوسرے صحابی کے حصے سے مختلف تھا بعض کو سنت کے بہت سے حصے ازبر محفوظ تھے ان کو احادیث کی بڑی تعداد یاد تھی بعض صحابہ کو بہت کم حصہ ملا تھا۔ بعض صحابہ متوسط درجہ میں تھے بہر حال ان کثیر الحفظ، متوسط الحفظ اور قلیل الحفظ صحابہ نے سنت کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھا تھا اس میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، ان سب نے مل کر سنت کی حفاظت پوری طرح کی پھر اس حفاظت و صیانت کے ساتھ تابعین کو منتقل کیا انھوں نے بعد کو آنے والے مسلمانوں کو اسی انداز میں دیا جس طرح صحابہ نے پیمبر خدا سے لیا تھا اور پیمبر کے اس فرمان تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ لِمَنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ تم مجھ سے سن رہے ہو تم سے لوگ سنیں گے پھر انھیں سناؤ جو تم سے سنتا جائے گا۔

سنت کی پوری طرح اشاعت عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکی تھی اس لئے کہ صحابہ کو اشاعتِ سنت میں نشاطِ کُلی تھا انھیں اس میں بڑا مزا آتا اگر

وہ پیمبر کی کوئی بات پہنچا دیتے۔ اُمہات المومنین کے احسانات اور ان کے آثار کو تعلیماتِ اسلام کی اشاعت میں تو بُھلایا ہی نہیں جا سکتا خصوصیت سے عورتوں میں تعلیم اسلام کو پھیلانے کا سہرا تو انھیں کے سر ہے۔ آپ کے جانب سے بھیجے ہوئے نمائندوں نے صوبوں میں حکومت چلانے والے گورنروں اور حکومتوں کی طرف سے بھیجے ہوئے سفیروں نے بھی اشاعت سنت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پھر فتح مکہ نے تو تعلیماتِ اسلام اور اشاعتِ سنت میں تو وہ رول ادا کر دیا کہ مخالفین کی آنکھیں آج تک کھلی کی کھلی رہ گئیں اور پیمبر کا آخری حج تو اشاعتِ اسلام اور تبلیغ سنت میں سنگ میل ثابت ہوا اس ایک حج نے اسی طرح اشاعتِ دین کا کام ہوا۔ جس طرح فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے بعد جوق در جوق آنے والے وفود سے ہوا یہ ہیں وہ ذرائع اور عوامل جن کے ذریعہ سنت کی اشاعت مسلمانوں میں ہوئی اور اس وقت تک جو حصے اسلام کے زیر نگیں آچکے تھے ان میں بھی انھیں ذرائع سے سنت کی روشنی پہنچی ہمارے پیمبر نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف اس وقت تک بسیرا نہیں لیا جب تک کہ جزیرۃ العرب کے چپہ چپہ میں اسلام کی تعلیمات نہیں پہونچیں، عربی دنیا کے ہر گھر میں اسلام کے زمرے سے آشنا نہیں ہوا، اہل عرب کے سینۂ دل قرآن وسنت کی روشنی سے جگمگا نہ اٹھے، خدا کا اعلان ثابت ہو چکا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝۔

آپ کی وفات کے بعد صحابہ وتابعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تمسک کا اور ان کی پیروی کا حق ادا کیا اس لئے کہ وہ اس وصیت سے باخبر تھے جو پیمبر نے سفر آخرت سے پہلے مسلمانوں کے سامنے کی تھی تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ

تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا کِتَابُ اللہِ وَسُنَّتِیْ انھوں نے احادیث کی روایت میں پوری احتیاط سے کام لیا آثار رسول ؐ کی پوری طرح کھوج لگائی اگر کوئی سنت ان کو مل گئی تو پھر اس کے خلاف کرنے کا تصور بھی نہیں آیا۔ انھوں نے ان تعلیمات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا جن پر پیمبر خدا نے ان کو چھوڑا تھا ہر وہ تدبیر اختیار کی جس سے سنتِ مُطہّرہ خطا اور تحریف سے محفوظ رہ سکے۔ چنانچہ انھوں نے اس بات میں میانہ روی سے کام لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں جو سختی برتی اس کا منشا بھی یہی تھا کہ سنت کو خطا سے محفوظ رکھا جائے یہی وجہ ہے کہ ہم عہد صحابہ میں بہت سے ایسے صحابہ کو پاتے ہیں کہ انھوں نے اسکے باوجود احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ رکھا تاکہ ہمیشہ احتیاط سے کام لیں ان میں بعض صحابہ تو ایسے تھے کہ جس وقت زبان سے قال رسول اللہ نکالتے تھے تو انکی آنکھیں آنسو میں ڈوب جاتیں، اور بہت سے صحابہ کمالِ احتیاط سے حدیث بیان کر کے بِما قال کہدیا کرتے، چنانچہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابہ سے ملاقات کی جب بھی وہ حدیث بیان کرتے تو ان کی خواہش ہوتی کہ دوسرے صحابی سے بھی پوچھ لو اور اس کو صحیح اسی انداز میں بیان کرو جس انداز میں میں نے تمہارے سامنے رکھا ہے کوئی فتویٰ کسی سے لیتا تو وہ دوسرے کی بات سے ضرور رجوع کراتا اور یہ کہتا کہ ان سے دریافت کرو وہ زیادہ عالم ہیں حتیٰ کہ پھر پہلے ہی صحابی کے پاس معاملہ واپس آتا۔

صحابہ کا روایتِ حدیث میں اتنا احتیاط و تشدد تھا کہ بعض صحابہ نے اس خطرے سے کہ کہیں کوئی تحریف، کسی قسم کی زیادتی، کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے

احادیث کا بیان کرنا ہی چھوڑ دیا اس لئے کہ کثرت احادیث کی روایت میں بعضوں کو یہ گمان گزرتا کہ کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے کہیں ہم سے کوئی جھوٹ نہ لگ جائے جب کہ پیمبر نے آپ کی حدیث کسی جھوٹ بات کے بیان کرنے اس کی نسبت کرنے سے روک دیا یا ایسی روایتیں جن کے بارے میں یقین ہو جائے کہ یہ غلط اور جھوٹ ہیں ان کی روایت سے بھی پیمبر خدا نے سختی سے روک دیا چنانچہ فرماتے ہیں مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ دوسری روایت میں ہے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، مَنْ رَوَىٰ عَنِّي حَدِيثاً وَهُوَ يُرَىٰ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔

صحابہ نے اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے میں جھوٹ بولنے سے گریزاں تھے پھر پیمبر کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا یہ کیسے ممکن تھا۔ اس کا اندازہ حضرت علیؓ کے اس اثر سے ہوگا جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جب حدیث کی نسبت رسول کی طرف کرتا ہوں تو آپ کی طرف غلط باتوں کی نسبت کرنے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ آسمان سے زمین پر پٹک دیا جاؤں کہ میرے پرخچے اڑجائیں۔

روایتِ حدیث کے بارے میں تو صحابی کا یہی انداز تھا تاکہ قرآن وسنت کی مکمل حفاظت کا فریضہ انجام دیا جا سکے اور یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ کہیں قرآن کو چھوڑ کر لوگ صرف اشاعت سنت ہی میں نہ لگ جائیں جب کہ دستورِ اُمّت قرآن ہی ہے اس لئے انھوں نے سب سے پہلے قرآن کو عمدہ طور سے محفوظ کرنے کی سعی کی پھر اس کے بعد احادیث کے اس حصہ کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئے جو عہد نبوی میں پوری طرح مدوّن نہ تھی۔ ان احادیث کی حفاظت اور تدوین میں انھوں نے علمی تحقیق کا ٹھوس انداز اختیار کیا اور روایات کی

کثرت غلطی کے پیش نظر زیادہ نہ ہونے دی اس انداز میں سب سے زیادہ متشدد فاروق اعظم کا انداز تھا ہاں جن صحابہ کی احتیاط تقویٰ پارسائی حفظ کی قوت کا علم تھا انھیں روایتِ حدیث کی اجازت تھی۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صحابہ کو روایت حدیث سے روک دیا گیا تھا یا اس کی تبلیغ پر پابندی تھی بلکہ اس کا مقصد صرف روایت بلاضرورت کی کثرت پر پابندی لگانا تھا یعنی اگر آثار کی ضرورت ہو تو آثار کیا جائے اور ضرورت نہ ہو تو آثار نہ کیا جائے کہ اس سے سنت کا وزن کم ہونے کا اندیشہ ہے تمام صحابہ اور تابعین حدیث کے بارے میں ٹھوس طریقِ جستجو رکھتے تھے احادیث کے قبول کرنے اسے لوگوں تک پہونچانے میں پوری احتیاط سوچ وچار سے کام لیتے جب تک انھیں اس بات کا یہ یقین نہ ہو جاتا کہ یہ بات پیمبر کی کہی ہوئی ہے اس وقت تک اس کی روایت ہرگز نہ کرتے تھے حدیث کے جتن کی جتنی صورتیں ممکن تھیں عمل میں لائے اسلئے وہی راستہ اختیار کرتے سنت نبوی میں جو جھوٹ اور ملاوٹ سے پاک ہو تاکہ مفاسد کے دروازے بند رہیں اور سنت کے اشاعت و ترویج میں کوئی گڑبڑ پیدا نہ ہوسکے۔ اس احتیاط کی ہزاروں مثالیں کتاب میں موجود ہیں ایک صحابی دوسرے صحابی سے ایک تابعی دوسرے معاصر تابعی سے پوری طرح استفسار کرنا اس کے لئے سفر کی صعوبت برداشت کرنا، عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک حدیث ایک شخص نے روایت کی ہیں اس کے گھر آیا اور اس کے دروازے پر چادر پھیلا کر بیٹھ گیا، ہوا کا زور تھا گرد وغبار سے میرا چہرہ اَٹ جاتا وہ شخص گھر میں سے نکلا اور میرا یہ حال

دیکھ کر بولا کہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیسے زحمت فرمائی آپ مجھے بلا لیتے میں حاضر ہو جاتا میں نے جواب دیا مجھے تم سے حدیث دریافت کرنی تھی اس کی شان یہی ہے کہ میں خود حاضر ہوتا اس لئے حاضر ہوا ہوں۔

ایک صحابی دوسرے صحابی سے علم حدیث وسنت حاصل کرنا یہ سلسلہ دار دراستِ حدیث ان میں ہی جاری نہ تھا بلکہ حفاظتِ حدیث میں اور طلبِ حدیث میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور تابعین کو اہل علم کے ساتھ مجالست پر ابھارتے ان سے علوم اور حدیث کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے اور کوئی ذریعہ حصولِ علم ان کی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے پاتا جونہی کسی حدیث کا پتہ چلتا اس سے نفع حاصل کرتے اور دوسروں کو نفع پہونچاتے چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علوم کی سمجھ پہلے حاصل کرو پھر سیادت کے مقام پر فائز ہو۔ دوسری جگہ فرمایا کہ فرائض وسنت کو اسی طرح سیکھو جیسے تم نے قرآن سیکھا ہے۔

حق کے پھیلانے سنت کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابوذر رضؓ ایک مثالی شخصیت تھے بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے یہ خیال ہو کہ میں اس تلوار کے گردن میں پیوست ہونے اور جان نکلنے سے پہلے کوئی کلمہ جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے لوگوں کو پہنچا سکوں گا تو پہنچا کے رہوں گا۔ کچھ حضرت ابوذر ہی اس میدان میں تنہا نہیں ہیں ایسے ہزاروں صحابی ہیں جو ان کی طرح سنت کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں پیش پیش تھے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دوسرے کے پاس حدیث بنی کے لئے جاتے رہو اور انھیں آپس میں تکرار کرتے رہو اگر تم نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو ان آثار کے مٹ جانے کا خطرہ ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ قریش کے ایک علمی حلقہ میں تشریف لے گئے جہاں کم سنوں کو شرکت کی اجازت نہ تھی آپ نے فرمایا کہ ان لڑکوں کو کیوں دھکا دے رکھا ہے یہ طریق پسندیدہ نہیں ہے اسے مت اختیار کرو ان کو بھی اپنی مجلس میں آنے دو انھیں بھی حدیث سناؤ انھیں سمجھاؤ آج وہ قوم کے چھوٹے وکمسن ہیں مگر کل ان کے قوم کے سردار ورہنما ہونے کا یقین ہے تم بھی تو صغارِ قوم ہی تھے اب کبارِ قوم ہوئے ہو۔

صحابہ کے دور میں علمی ترقیاں تیزی پر تھیں ہر طرف علم کا چرچا تھا ہر مسجد میں علمی حلقے قائم تھے یہ علمی حلقے صرف مدینہ ومکہ تک محدود نہ تھے بلکہ ممالک اسلامیہ کے ہر ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ جامع مسجد دمشق کے علمی حلقے مین جو حضرت ابودرداؓ صحابی رسول کے زیر اثر تھا ساڑھے پانچ لاکھ طالبین حدیث پر مشتمل ہوتا۔ انس بن سیرین فرماتے کہ میں کوفہ میں اتفاق سے پہلے حاضر ہوا تو وہاں چار ہزار اشخاص کو حدیث پڑھتے دیکھا بعض روایات میں اس سے بھی زیادہ ہے اور جو لوگ فہمِ حدیث میں تخصص کر رہے تھے ان کی تعداد چار سو تھی۔

یہ علمی حلقے حمص حلب فسطاس بصرہ کوفہ یمن ہر ہی جگہ منعقد ہوئے مکہ ومدینہ کے علمی حلقوں کا کیا کہنا مدینہ کے علمی حلقے تو ثمر دار باغات کی طرح

تھے جس کا جی چاہے جہاں جو چیز علم کی ہوتی لے لیتے۔

ان تعلیمی مجلسوں کے اصول تربیت کی ٹھوس اور گہری بنیادوں پر کھڑے تھے آج کی تہذیب جدید کے اصول تربیت تو اس کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے ابھی اس طریق تعلیم اور حلقۂ علمی کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ دوسری صدی میں وہ دورِ علم آیا جسے دور حدیث کہنا مناسب ہے۔

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں تو اسلامی سلطنت کے بڑے شہروں میں علمی رجحان اور بھی جوان ہو گئے اس لئے کہ صحابہ جوق در جوق ان بلاد اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔ ابھی کچھ ہی دن گئے ہوں گے کہ تابعین نے بھی صحابہ کی روایت کی چھان بین میں انھیں کا اندازِ سنت اختیار کیا، تابعین صحابہ سے انداز حصول علم تنقیح دین پر چل کر اور بھی نمایاں اور محتاط نظر آئے۔ اور کیوں نہ ہوتا تابعین کو فضیلت کی سند صحابہ جو تلامذۂ رسول تھے ان کے مدرسوں سے ملی تھی۔ انھوں نے بھی حدیث کے قبول کرنے میں اور اس کی روایت دوسروں تک کرنے میں پوری تحقیق سے کام لیا اس لئے کہ ان کے کان میں صحابہ اور کبار تابعین کی یہ وصیت گونج رہی تھی کہ سنت کا علم دین ہے اس لئے اس کا لحاظ رکھو کہ دین تم کس سے حاصل کر رہے ہو۔ یہ وہ اسباب تھے کہ یہ لوگ سونے اور چاندی کی حفاظت سے زیادہ اہم حدیث کی حفاظت کو سمجھتے تھے سلمان بن موسیٰ حضرت طاؤس سے فرماتے تھے کہ فلاں نے تجھ سے حدیث بیان کی یوں اور یوں تو اس سے کہدو کہ اگر اس کو شریعت کا پاس ہے تو اس کی روایت لے لو۔ ابن عون سے منقول ہے کہ علم حدیث اسی راوی سے حاصل

کرو جس کے پاس اس علم کے حاصل کرنے کی سند موجود ہو۔

یزید بن ابی حبیب محدث ممالک مصر کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی حدیث کو سنو تو گم شدہ اونٹ کے لئے جیسے منادی کرتے ہو اسی طرح اس حدیث کے لئے اعلانیہ جاری کرو اگر اس پر لوگوں کی شہادت ہو جائے کہ یہ حدیث ہے تو اسے حدیث جان کر لے لو ورنہ اسے ترک کر دو۔

اسلام کے دور ترقی میں ہمیشہ حدیث انھیں لوگوں سے لی جاتی تھی جو عادل اور ثقہ ہوتے تھے۔ جن کو اس علم سے لگاؤ نہ ہوتا اس سے اس کو ہرگز قبول نہ کرتے۔ اسی طرح ایسوں سے بھی روایت نقل کرنے میں گریز کرتے تھے جس کے بارے میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سنت کی نسبت سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں ان چار قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے علم لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) جو آدمی خواہش نفسانی کا پابند ہو اور لوگوں کو اپنی خواہشات کا پابند بنانا چاہتا ہو۔

(۲) اس بد اخلاق سے جس کی بد اخلاقی زبان زد عوام ہو اگرچہ بظاہر بہت چیختا ہو۔

(۳) نہ ایسے شخص سے روایت کی جائے جو لوگوں کی بات میں جھوٹ ملاتا ہو اگرچہ حدیثِ رسولؐ کے سلسلے میں اس قسم کے ثبوت سے اس کو سابقہ نہ پڑا ہو۔

(۴) نہ ایسے متقی پرہیزگار صاحب فضل سے جسے روایت کے بارے میں پوری

معرفت نہ ہو۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ابن سیرین ابراہیم نخعی طاؤس ان کے علاوہ بہت سے محدثین اور تابعین اس بات پر اٹل ہیں کہ حدیث بجز ثقہ عالم کے جو حدیث کے بارے میں پوری معلومات رکھتا ہو اور اسے خود بھی محفوظ ہو باقی کسی دوسرے سے علم نہ لیا جائے۔ اور میں نے تو آج تک کسی محدث کو اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں پایا۔

اس لئے محدثین نے اس پر پوری توجہ کی راویوں کی پوری پوری تصویر سامنے ہونی چاہیئے ان کے مولد بود و باش کی جگہوں کا مکمل علم ہونا چاہیئے انھوں نے کن کن اساتذہ سے ملاقات کی کن کن سے سنا یہ ساری باتیں روایت حدیث کرتے وقت آئینہ کی طرح سامنے ہونی چاہئیں۔ چنانچہ محدثین نے پوری طرح رُواۃ حدیث کی کھوج لگائی ان کے مجروح ہونے ان کی تعدیل کو خوب خوب واضح کیا۔ سخاوی نے خوب کہا ہے کہ جو لوگ رجال پر بحث کرتے ہیں وہ ہدایت کے تارے ہیں تاریکیوں میں روشنی ہیں اس روشنی سے اچھی چیزوں کو لے کر خراب چیزوں کے پھینکنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی تعداد صحابہ کے دور میں لاتعداد ہے۔ چنانچہ ابن عدی نے اپنے زمانہ تک کے لوگوں کا ذکر اپنی کتاب کامل کے مقدمہ میں وضاحت سے کیا ہے۔ چنانچہ انہیں سب سے زیادہ بافیض عمرؓ علیؓ ابن عباسؓ، عبداللہ بن سلامؓ، عبادہ بن صامتؓ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ہیں، تو تابعین میں شعبیؒ ابن سیرینؒ سعید بن مسیبؒ ابن جبیرؒ ہیں۔ لیکن ان کی تعداد نسبتاً کم ہے اس لئے کہ بس رُد ضعیف تھے اس لئے کہ صحابہ عادل تھے اور ان کے بعد صحابہ کے متبوعین کا اکثر حصہ ثقات کا ہے اور ان صدیوں میں جس میں صحابہ اور کبار تابعین کا ڈھیرے ڈھیرے خاتمہ

ہوگیا ضعفاء کی تعداد خالی خال تھی جیسے حارث اعور و مختار کذاب شمار ہوتے ہیں
محدثین رواۃ کے حالات بیان کرنے ان پر تنقید کرنے ان کی عدالت کو ظاہر کرنے میں بڑی بے نفسی سے کام لیتے تھے اس میں ان کو کوئی خوف کسی کا دباؤ کسی قسم کے تعلق کا ادنیٰ لحاظ نہ ہوتا حتیٰ کہ اپنے باپ بھائی بیٹے کی بھی اس میں رعایت نہ کرتے چنانچہ زید بن ابی انیسہ سے ان کے بھائی کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے صاف کہدیا کہ ان سے کوئی حدیث نہ لی جائے۔ علی بن مدینی سے لوگوں نے ان کے باپ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ان کے بارے میں دوسروں سے دریافت کرو پھر لوگوں نے ان سے دوبارہ دریافت کیا تو گردن جھکانے کے بعد سر اوپر اٹھا کر بولے سچی بات یہ ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہیں۔

یہ محدثین خود تو پابند تھے ہی اپنے تلامذہ اور معاصرین کو بھی اس کی ہدایت کرتے کہ راویوں کے حالات معلوم کرتے رہو اور لوگوں کو بھی اس سے باخبر کرتے رہو۔ عبد الرحمٰن ابن مہدی نے فرمایا کہ میں نے شعبہ عبد اللہ بن مبارک، ثوری، مالک بن انس سے ایک شخص کے بارے میں جو متہم بالکذب تھا دریافت کیا تو فرمایا کہ ایسوں کو خوب اچھا لو کہ دین کی حفاظت اسی میں ہے۔ یحیٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری شعبہ، ابن عنبر سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا جو حدیث میں مانا ہوا نہیں ہے لوگ اگر مجھ سے اس کے بارے میں دریافت کریں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے تو آپ نے فرمایا صاف بتلادو معتبر نہیں ہے۔

جن لوگوں نے نقد کو اپنایا انھوں نے کسی پر کوئی حکم لگانے سے پہلے

خوب خوب تحقیق کی، محدثین کے بارے میں انھوں نے مالہ وماعلیہ کی مکمل معلومات کی۔ چنانچہ شعبی اپنے بارے میں نقادوں کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر میں نے ہزاروں بار صحیح بات کہی ہے اور ایک بار بھی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو اس ایک بار کی غلطی سے بھی نقادین رجال حدیث نے اغماض نہیں برتنا بلکہ اسے واضح کردیا۔ کہ فلاں جگہ ان سے غلطی ہوئی ہے۔

وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے دھوکہ نہ کھاتے اُن کی نظر اخلاص فی العمل پر رہی۔ اور یہی کوشش رہی کہ حق تک پہونچ جائیں کہ دل اور ضمیر کی راحت کا سامان ہو جائے اس لئے کہ ان کا جذبہ شریعت کی خدمت ہونا اور اس میں کسی ملاوٹ کو پسند نہ کرتے اور یہ چاہتے تھے کہ کھوٹ اور صفا حق و باطل کو الگ الگ کر دکھائیں، چنانچہ یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ میاں ہمارا حال کیا پوچھتے ہو ہم تو ان لوگوں کی بھی جانچ کر رہے ہیں جنھوں نے غالباً دو سال پہلے جنت میں اپنا ڈیرا بنا لیا ہے انھوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ یہ لوگ صالحین میں سے ہیں مگر حدیث وسنت کے علم کے اہل نہ تھے۔

اسی طرح علم حدیث کے بڑے بڑے ماہرین ابتدائے اسلام سے تدوین وتصنیف کے دور تک راوی کے حالات ان میں مقبول راوی اور مردود الروایۃ راوی سبھی کا ذکر وضاحت سے کرتے رہے بڑی بڑی کتابیں راویوں کے حالات پر لکھی گئیں ان کے اوپر نقد کئی کئی جلدوں میں لکھے گئے، اب کذابین اور ضعفاء کو عادل وثقات رواۃ میں گڈ بڑ کرنا آسان نہیں رہا۔ ایسے مصنفات ومعاجم بھی نظر آتے ہیں جن میں ضعفاء متروکین حدیث کا نام

مفصل حروف تہجی کے ساتھ مذکور ہیں اس زمانے کے اچھے برے کی تمیز کرنا اب محدثین کے لئے آسان ہو چکا ہے۔ ناقدین نے اپنی یہ رائے دقیق قواعد اور باریک اصول کو سامنے رکھتے ہوئے بنائی ہے پورا انسانی تمدن اس نمونہ نقد و تہذیب کو پیش نہ کر سکا یہ صرف مسلمانوں کا حصہ انھیں کا طرۂ امتیاز ہے مسلمان اس پر جتنا بھی اترائیں کم ہے یہ وہ اعجاز ہے جو امت اسلامیہ کو بلند سے بلند اور سے مفتخر کر رہا ہے اس پر دنیا کے بڑے بڑے فضلاء کی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ مشہور مورخ المانی نے اپنی تصدیر کِتَابُ الْاِصَابَہ لِابْنِ حَجَر مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء سنہ ۱۸۶۴ء میں ذکر کیا کہ اب تک دنیا کی اُمَمِ سابقہ میں، نہ موجودہ دور کی کسی امت میں اسماء الرّجال کا وہ عظیم علم نظر نہیں آتا جو مسلمانوں کے یہاں مروّج ہے اتنی بڑی خدمت نہ کسی قوم نے پہلے کی نہ اب کہ پانچ لاکھ انسانوں کے حالات ان کے زندگی کا ہر گوشہ اس میں کھول کے رکھ دیا ہے۔

یہ مصنّفات رجال دوسری صدی ہجری کے آخیر سے لے کر تیسری صدی ہجری کے اوائل تک مرتب ہو چکے تھے۔

ان کاوشوں کے بعد جو علمائے حدیث کی روایت کا اہتمام ان کی اسناد کے ساتھ کیا ان مقدموں کے اثبات حدیث کی صحت کے لئے صحابہ کی اور کبار تابعین کی خدمت میں دشوار گذار راستوں اور مشکل حالات میں سفر کئے انھوں نے طرق احادیث کو جمع کیا اس کے فتوؤں کو اکٹھا کیا ان کو راویوں کے زیادہ نسب کا بھی پوری طرح علم تھا احادیث کی قسمیں متعین کیں جس سے مقبول

اور مردود احادیث کا اندازہ لگ سکے قوی اور ضعیف معلوم ہو سکے۔

احادیث کے یہ بڑے بڑے ذخائر ہم کو یونہی نہیں مل گئے ہیں ہمارے اسلاف کی بے پناہ کوششوں کا ثمرہ ہے جن کی زندگی کا مقصد ہی سنت کی خدمت کرنا اور اس کی اشاعت میں تن من دھن کی بازی لگا دینا تھا۔

خدا نے بھی اپنی شریعت کی حفاظت، دین کی صیانت کے لئے عجیب عجیب سامان و اسباب فراہم فرمائے اس نے سنت کی حفاظت کرنے کیلئے بے پناہ حافظہ رکھنے والے غیر معمولی بیدار مغز حفاظ حدیث تیار کر دیئے جنھوں نے احادیث نبویؐ کو نقل کیا اور امت کے لئے شریعت محمدیؐ دین خداوندی کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ حفاظت حدیث اور سنت کے ختن کا یہ انداز دور صحابہ سے لیکر اس کے مختلف ادوار زمانہ ہیں حتیٰ کہ دور تابعین میں بھی اس کے انقان و حفاظت کا وہی انداز رہا حضرت عبداللہ بن عمر کی وہ یادداشت صحیفہ صادقہ تو عہد نبوی ہی ہیں مرتب ہو کر شائع و ذائع تھی اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی یادداشت جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روز نامچہ کہتے ہیں اس کے بعض اجزاء خود عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اکثر حصہ دورِ صحابہ کی یادگار ہے جو ہجرت سے سولہ سال پہلے سے لے کر ہجرت کے ۷۸ سال بعد تک کے اکثر حالات و احادیث پر مشتمل ہے مرتب ہو چکا تھا اسی طرح صحیفہ صحیحہ کے نام سے حضرت ابوہریرہؓ نے ہمام بن منبہ وغیرہ کو احادیث نبوی کا املا کرایا تھا اور حضرت عروہ بن زبیر کے پاس تو ان صحیفوں میں سے اکثر تھے اور دوسرے صحائف بھی جو اس کے بعد مرتب ہوئے تھے موجود تھے۔ اس کے علاوہ حدیث کا مکتوب ذخیرہ خالد

بن معدان کلابی کے پاس تھا ابو قلابہ کے پاس بھی احادیث کی خاصی تعداد مکتوب کی صورت میں موجود تھی اسی طرح حسن بصری نے بھی حدیثوں کا ایک مجموعہ اپنے پاس محفوظ کر رکھا تھا احادیث کے مجموعوں کی کثرت تھی چنانچہ گرامی قدر جلیل المنزلت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ صحابی کے پاس تو یہ مجموعہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا پلندہ اونٹ پر بار کیا جاتا تھا۔ ولید بن یزید رومی کی موت کے بعد حضرت زہری کی کتابیں ولید کے شاہی مخطوطات کے خزانے سے خچروں پر لاد کر منتقل کیا گیا اور تدوین حدیث کا کام دوسری صدی ہجری کے ابتدائی دور میں علمائے حدیث میں عام ہو چکا تھا۔ کسی عالم حدیث کی کوئی تصنیف ایسی نہ تھی کہ جس نے کچھ ابواب حدیث جمع نہ کئے ہوں اس دور میں شاید ہی کوئی عالم حدیث ایسا رہا ہو۔ بلکہ سب کا کوئی نہ کوئی مجموعہ کوئی نہ کوئی تصنیف موجود تھی۔

عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں تو خود سلطنت اسلامی نے باقاعدہ اس کی بنیا ڈالی انھوں نے تدوین حدیث کے لئے باقاعدہ فرمان جاری کیا اس فرمان کی کاپی تمام ممالک اسلامیہ کو روانہ کی گئی جس میں علماء کو حکم دیا گیا کہ وہ احادیث کے جمع کرنے اور اس کو باقاعدہ مدوّن کرنے کا کام انجام دیں اور جو اہل مدینہ کو ہدایت فرمائی تھی اس کی عبارت ملاحظہ فرمایئے "حدیث رسولؐ کو تلاش کر کے لکھتے جایئے کہ مجھے حدیث کے علماء کے فوت ہونے اور علم حدیث کے ناپید ہونے کا خطرہ لاحق ہے" آپ نے گورنر مدینہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو ۱۱۷ ہجری میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو تم کو معلوم ہوں مجھے لکھ کر بھیجو اور حدیث عمرہ میں ہے کہ مجھے علم حدیث کے ناپید ہونے اور

علمائے حدیث کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت ابن شہاب زہری وغیرہ کو بھی ۱۲۴ھ میں یہ فرمان روانہ کیا گیا کہ وہ حدیث جامع اور سنن ہی کو جمع کریں چنانچہ ان محدثین نے اس فریضہ کو انجام دیا اور ابن شہاب زہری آسمانِ علم کے وہ تابناک ستارے ہیں جنہوں نے حدیث کے جمع کرنے ان کو سیکھنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر بن عبدالعزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے اس کو جمع کر کے ایک بڑا دفتر جس کی بہت سی کاپیاں کی گئیں اور ان تمام ممالک کو اس دفتر حدیث کی ایک ایک نقل روانہ کی گئی جو خلافت اسلامیہ کے زیرنگیں تھے۔

ان مباحث تدوین کی ترتیب میں یہ بات بھی سامنے آئی عبدالعزیز بن معدن اور گرامی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مصر کی گورنری کے زمانے میں کثیر بن مرہ حضرمی تابعی جلیل القدر جنھوں نے ستر شرکاء بدر صحابہ سے ملاقات کی تھی اور وہ حمص کے مشہور محدث بھی تھے ایک فرمان کے ذریعہ ان کو حدیث کے جمع کرنے کے لئے متوجہ کیا کہ صحابہ کرام میں حضرت ابوہریرہؓ جو مصر میں خود موجود تھے انکی حدیثوں کو چھوڑ کر باقی تمام ان صحابہ کی حدیثوں کو جو آپ نے ان سے سنی یا معلوم کی مجھے لکھ کر بھیجیں اور یہ بات کسی طرح قرین عقل نہیں ہے کہ انھوں نے گورنر کے حکم کو ٹال دیا ہوگا۔ اس طرح ان کے پاس صحابہ کی احادیث اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث جو خود وہیں تھے کا مجموعہ ان کے پاس موجود ہوگا۔ اور غالباً عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کے جمع کرنے اور ممالک محروسۂ اسلامیہ کے علماء سے حدیث کی کتابت کرنے اور علمائے حدیث سے حدیث سیکھنے کا جو فرمان اپنی خلافت کے

دور میں جاری کیا تھا اس میں والد بزرگوار کے منصوبہ کو ترقی دینا اس کا مزید استحکام متصور تھا علمی دلچسپیاں اب ایک امواجِ سمندر کی طرح تھیں کتابتِ حدیث کی شان اس طرح بڑھ گئی تھی کہ پوری دنیا پر یہ کتابیں چھائی ہوئی تھیں آفریں ہے دوسری ہجری کے نصف اول کے علماء کو جنھوں نے انتھک کوشش کر کے کتب احادیث کو پوری دنیا میں پھیلا دیں۔ مصنفات حدیث مختلف منطقہ اسلامی میں تھوڑے ہی دنوں میں عام ہو گئے۔

۱۵۰ھ میں پہلی تصنیف حدیث عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج بصری نے مکہ معظمہ سے شائع کی اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضرت مالک بن انس نے حدیث کی کتاب لکھی۔ ۹۳۔ ۱۷۹ھ پھر محمد بن اسحاق نے (۱۵۱) پھر محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذیب نے ۸۰۔ ۱۵۸ھ موطا اکبر کے نام سے موطا امام مالک کے طرز پر تصنیف کی۔

بصرہ میں سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے ۱۹۶ھ سعید بن عروبہ نے ۱۵۶ھ حماد بن سلمہ نے ۱۶۷ھ حضرت سفیان ثوری نے ۱۶۱ھ میں کوفہ میں تصنیف کی معمر بن راشد نے یمن میں ۹۵۔ ۱۵۳ھ امام عبد الرحمٰن عمرو اوزاعی نے شام میں ۸۸۔ ۱۵۷ھ عبد اللہ بن مبارک نے ۱۱۸۔ ۱۸۱ھ میں خراسان میں حدیث کی کتاب کے مختلف مصنفات لکھے۔ ہشیم بن بشیر نے ۱۰۴۔ ۱۸۳ھ واسط میں اور جریر بن عبد الحمید نے ۱۱۰۔ ۱۸۸ھ میں اُسی میں عبد اللہ بن وہب نے ۱۲۵۔ ۱۹۷ھ میں مصر میں اسی طرح لیث بن سعد مصری جو اپنے دور کے مشہور امام حدیث و فقیہ گذرے ہیں ۱۸۵ھ نے بھی حدیث پر تصنیف کی تھی ان کو

علم کے ساتھ جو شغف تھا اور علم میں جتنی گہرائی تھی اس کا تقاضا بھی یہی ہے پھر ان کو علمائے شرق سے غیر معمولی ربط تھا۔ ان مصنفین کے طرز تصنیف پر اس دور کے لاتعداد علماء نے مختلف تصانیف فرمائیں ان تصانیف میں باب وار احادیث کے جمع کرنے کا رواج تھا۔ اس میں سے بعض نے مولفات بعضوں نے مصنفات اور بعضوں نے جامع مدوّن کئے۔ اور ایک قسم کی احادیث کو ایک باب میں اور دوسرے قسم کی حدیثوں کو دوسرے باب میں جمع کرنے کا آغاز مشہور تابعی عامر بن شرجیل شعبی نے ۱۹۔ ۱۱۲ھ میں فرمایا۔

ان مصنفات و مجامیع میں سے اکثر میں احادیث نبویؐ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ اور تابعین کے فتاویٰ موجود تھے اس کا عمدہ نمونہ امام مالک کی موطا ہے جس میں تین ہزار مسائل اور سات سو احادیث موجود ہیں۔

پھر حفاظ حدیث نے احادیث کو دوسری چیزوں سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے خاص قسم کی تصنیف کا اہتمام عمل میں لائے اور مسانید کی تصنیف شروع ہوئی۔ جن میں صرف احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سندوں کے ساتھ ذکر رہا اس میں صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس میں ھر ہر صحابی کی احادیث جو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جمع کردی ہے اور وہ حدیث مختلف جگہ میں رہی تب بھی ان کو اکٹھا کرنے کی سعی کی گئی ہے اور اسے مسند کے نام سے موسوم کرکے ان حضرات کے ناموں سے منسوب کردیا۔

مسانید کی تالیف میں پیش روی ابوداؤد سلیمان بن جارود طیالسی کو نصیب

ہوئی ۱۳۳ - ۲۰۴ھ پھر اسی ڈھرے پر ان کے بعض معاصرین اور تابعین اور ان کے اتباع نے اس کام کو انجام دیا چنانچہ اسد بن موسی نے ۲۱۲ھ عبداللہ بن موسیٰ العبسیؒ ۲۱۳ میں مسند تصنیف کی اسی راہ پر حضرت احمد بن حنبل ۱۶۴-۲۴۱ھ اور دوسرے حُفاظِ حدیث اسحاق بن راہویہ ۱۵۶-۲۳۹ھ عثمان بن ابی شیبہ ۱۵۶-۲۳۹ھ وغیرہ چل پڑے۔

ان مسانید میں سب سے زیادہ معتبر اور مقبول احادیث کے اکثر دفاتر پر مشتمل حضرت احمد بن حنبل کی مسند ہے حالانکہ وہ تبع تابعین میں تھے ان ائمہ علوم حفاظ حدیث نے حدیث کی جمع و تدوین ان کی سندوں کے ساتھ کیا۔ اور موضوع احادیث سے پوری طرح اجتناب کیا۔ احادیث کے کثیر طرق کا ذکر کیا تاکہ علم حدیث کے ماہرین اس کے نقادین صحیح و ضعیف حدیثوں کو الگ الگ کر سکیں۔ اس طرح قوی اور معلول حدیثوں کو آسانی سے متمایز کر سکیں چونکہ ان طرق کثیرہ سے حدیثوں کو نکالنا ہر ایک کی بس میں نہ تھا۔ اس لئے حفاظ حدیث نے صرف صحیح حدیثوں کے مجموعے مرتب کئے چنانچہ انھوں نے باب وار اپنی کتابیں مرتب کیں اور انھیں صرف صحیح حدیثوں کا التزام کیا جس کیلئے انھوں نے سفر کی مشقت برداشت کی دُور دراز جگہوں پر گئے تاکہ حدیث کو ان شیوخِ حدیث سے جو ضابط، ثقہ عدول تھے حاصل کر کے اپنے مجموعے کو پائدار اور جاندار بنائیں جو چاہے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث کی سیرت کا مطالعہ کرنے ان مشکلات کو بسر کرنے اور حفاظت حدیث میں پاپڑ بیلنے کی پوری معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اب تو احادیث کی کتابوں کے چھ مجموعے جو اتباع تابعین کے اتباع کے دور میں مرتب ہوئے جنہیں بازار

کی طرح عام تھے اس سلسلے میں امام بخاری نے سب سے پہلے قدم اٹھایا پھر ان کے معاصرین اس کی طرف بڑھے پھر ان کے بعد کے لوگ؛ ان کتب ستہ کے مصنفین پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلئے۔

امام بخاریؒ ۱۹۶-۲۵۶ھ

آپ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بروزبہ جعفی بخاری ہیں۔ فن حدیث میں آپ کی شان امیر حدیث کی ہے آپ جمعہ ۹ر شوال سنہ ۱۹۴ھ کو بخارا شہر میں پیدا ہوئے آپ نے سب سے پہلے حدیث کی سماعت ۲۰۵ھ میں بعمر گیارہ سال فرمائی اور عبداللہ بن مبارک کی تصانیف کو یاد کرلیا حالانکہ آپ کمسن تھے۔ بخاری میں احادیث کی روایات کو محدثینِ اسلام اور مسندی محمد بن یوسف بیکندی سے کیا اور ۲۱۰ھ میں ماں اور بھائی کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے اس سفر میں قبر نبیؐ پر ٹھہر کر تاریخ کبیر تصنیف کی جس میں اور اضافے مرتے دم تک کئے۔ بخاری نے شیوخ و ائمہ حدیث کی بابت مختلف اسفار کئے آپ بغداد گئے، بصرہ، کوفہ، مکہ، شام، حمص، عسقلان، مصر ان تمام جگہوں کا سفر کرکے ان حلقوں کے شیوخِ حدیث سے سماعِ حدیث کیا اس طرح تقریباً ایک ہزار محدثین سے حدیثیں سنیں اور لکھیں آپ ذکاوت میں طاق، علم میں یکتا، تقوی اور پارسائی میں یگانۂ روزگار تھے۔

بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں بھی ازبر تھیں۔ آپ کے علم میں گہرائی تھی آپ کی معرفتِ حدیث وسیع تھی انھوں نے مسلم بن مجاہد سے فرمایا کہ میں جن صحابہ اور تابعین سے حدیثیں بیان کرتا ہوں

اُن میں سے اکثر کے زمانہ پیدائش، ان کی بودوباش، رہائش وفات سے پوری طرح واقف ہوں میں جب کوئی حدیث صحابہ یا تابعین سے بیان کرتا ہوں تو اس حدیث کی اصل کو پہلے یاد کرتا ہوں ان کو کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھونڈ لیتا ہوں۔

آپ کی علمی تاریخ وفات پر مشتمل ہے۔ آپ کے شیوخ اور اہل علم سے روابط اور حافظہ بیدار مغزی کی کہانیاں زبان زد عوام ہیں ان میں سے ہم صرف اس کا ذکر کریں گے جو بغداد میں تشریف آوری کے موقعہ پر پیش آئی۔

بخاری کی شہرت نگر نگر ہو چکی تھی جب آپ بغداد تشریف لائے تو یہاں کے اہل علم نے آپ کا مبلغ علم جاننے کے لئے سو حدیثوں کے متون اور اسناد کو الٹ پھیر کر گڈ مڈ کر دیا، ہر محدث نے اس طرح کی دس دس حدیثیں اپنے ساتھ رکھیں تاکہ انھیں بخاری کے سامنے مجلس میں رکھیں چنانچہ لوگ تشریف لائے اور اُن دس کے مجموعے میں سے پہلی حدیث پیش کی بخاری نے اسے نہ جاننے کا اعلان کیا۔ پھر دوسری حدیث پیش کر کے سوال کیا۔ بخاری نے اس سے بھی ناواقفیت کا اظہار کیا اس طرح ان دسوں حدیثوں کو وہ ذکر کر چکا اور بخاری ہر حدیث کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے رہے پھر دوسرا محدث آیا اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا اس طرح ان سو حدیثوں کا معاملہ ختم ہو گیا پھر اُن محدثین نے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کیا کہ آدمی سمجھدار معلوم ہوتا ہے بعضوں نے اس کو بھی نہیں سمجھا۔ پھر جب سب کے سب حدیث بیان کر چکے تو پہلے محدث کی پہلی حدیث کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا آپ کی پہلی حدیث اس طرح ہے اور

آپ کی دوسری حدیث کا انداز یہ ہے اس طرح دسوں حدیثوں کے متن اور سند کو درست انداز میں پیش کر دیا۔ پھر دوسرے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی دسوں حدیثوں کا متن وسند اس طرح ہے اس طرح دسوں کا معاملہ نپٹایا اب لوگ کیا کرتے سب نے آپ کے غیر معمولی حافظہ بیدار مغزی اور اتقان کا اقرار کیا۔

بخاری زندگی کے آخری دنوں سمرقند سے چھ میل کی دوری پر ایک گاؤں فرسنگ میں تشریف لے گئے جہاں ۳۰ رمضان ۲۵۶ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

جامع صحیح بخاری

بخاری نے اپنی کتاب کو چھ لاکھ حدیثوں میں سے چھانٹ کر ۱۶ برس کے طویل عرصے میں تصنیف فرمایا اور کوئی حدیث اپنی جامع میں اس وقت تک نہیں لکھی جب تک کہ دو رکعت نماز ادا نہ کر لی اور یہ فرمایا کہ تم کو اپنے اور خدا کے درمیان محبت کا ذریعہ بنا رہا ہوں۔

بخاری کی احادیث کی مجموعی تعداد ۷۲۷۵ ہے مکررات کے ساتھ اور مکررات کو حذف کرنے کے بعد ان کی تعداد صرف چار ہزار رہ جاتی ہے بخاری کی اس کتاب کو نوے ہزار آدمیوں نے ان کے زمانہ حیات میں ان سے سنا۔

بخاری کی کتاب صحیح کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح سمجھی جاتی ہے امت اسلامیہ نے اس کتاب کی عظمت پر اجماع کر لیا ہے لوگ اسے یاد کرتے، وقار سے دیکھتے پڑھاتے اور عزت کرتے ہیں یہ کتاب لوگوں کے سامنے رمضان پاک میں قاہرہ میں پڑھی جاتی تھی۔ اس کے ختم پر بڑے بڑے مجمع ہوتے تھے اور

جزائر میں تو لوگ بخاری کی کتاب کی قسم کھاتے تھے جس طرح قاضی عیاض کی شفاء کی قسم کھائی جاتی تھی اور صعید میں بخاری کو ہر روگ کا دارو سمجھتے تھے اور لوگ اس کی قسمیں کھاتے اور اس کا احترام کرتے اس کی قسم کا وہی مرتبہ سمجھتے جو قرآن کریم کی قسم کا سمجھتے تھے اور اپنی تصنیف کے زمانے سے آج تک بخاری کی قدر و منزلت وہی رہی جو اس دور میں تھی۔

بلاد مغرب کی فوجیوں میں ایک خاص رجمنٹ بخاریہ کے نام سے پکاری جاتی تھی جو ملازمت کے وقت بخاری کے سامنے رکھ کر خدمت کی قسم کھاتی تھی۔

بخاری نے حدیث کے اور بھی مجموعے تصنیف کئے ہیں ان میں مشہور مجموعے تاریخ کبیر کئی حصوں میں ہے۔ تاریخ صغیر، کتاب الفصحاء، ادب مفرد، اور آپ کی کئی تصنیف علل حدیث اسماء صحابہ اور کتب ہیں۔ جن کی تعداد دس کے قریب ہے ان تصانیف کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ میں کیا ہے۔

(۲) امام مسلم ۲۰۴-۲۶۱ھ

آپ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری ہیں آپ کی تصانیف بہت ہیں آپ کی ولادت سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی بعضوں نے ۲۰۶ھ لکھا ہے آپ نے سب سے پہلے حدیث سنہ ۲۱۸ھ میں سماعت کی آپ بغداد کئی بار تشریف لائے آپ آخری بار بغداد سنہ ۲۵۹ھ میں تشریف لائے آپ نے بہت سے شیوخ حدیث سے اور حفاظ حدیث سے اپنے اسفار کے زمانہ میں ملاقات کی۔ آپ بخاری سے اُن کے نیشاپور تشریف فرمائی کے زمانے میں ملے۔ آپ نے عراق شام مصر و حجاز کے

اسفار کئے لوگوں نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا آپ سے بہت سے حفاظِ حدیث نے سماعِ حدیث کیا ان میں یحییٰ بن یحییٰ فقہی، احمد بن یونس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ شیخ بخاری نے آپ سے روایت حدیث کی آپ سے بہت سے اہل علم نے بھی روایت حدیث کی ان میں ابن خزیمہ، یحییٰ بن صاعد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ابوذرعہ اور حاتم رازی۔ مسلم کو اس زمانے میں معاصر مشائخ میں سب سے اونچے درجے کا حافظِ حدیث سمجھتے ہیں۔

امام مسلم ۲۵ رجب ۲۶۶ھ کو نصر آئے جو نیشا پور کے مضافات میں ایک گاؤں تھا اس میں انتقال کیا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں تین لاکھ حدیثوں کے مجموعے سے چھانٹ کر تصنیف کیا اس میں مکرر حدیثیں صرف چار ہزار ہیں امام مسلم کی یہ کتاب بخاری کے بعد سب سے اونچے درجہ کی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ ان دونوں صحیحین میں غیر معمولی منافع حدیث موجود ہیں اس لئے کہ ان میں کثرت طرق حدیث موجود ہیں اس کے علاوہ ترجمۃ الابواب وغیرہ ہیں جن کو شارحین بخاری و مسلم نے پوری طرح کھولا ہے۔

امام مسلم نے اور بھی کتابیں صحیح مسلم کے علاوہ تصنیف کی ہیں جو کتاب الاسماء والکنیٰ، کتاب التمییز، کتاب العلل، کتاب الوحدان، کتاب الافراد، کتاب الاقران کتاب اولاد الصحابۃ وغیرہ علوم حدیث کی مشہور و مفید کتابیں ہیں۔

(۳) ابوداؤد سجستانی ۲۰۲۔۲۷۵ھ

آپ سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر الازدی سجستانی مشہور محدث ہیں

جن کو امام ثبت سیّد الحفاظ صاحب السنن کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے کمسنی ہی میں علم سے فارغ ہو گئے پھر حجاز، شام، مصر، عراق، جزیرہ، خراسان کا سفر کیا اور بہت سے ائمہ حدیث سے ملاقات کی یعنی ابوالولید طیالسی، سلیمان بن حرب، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ایسے جلیل القدر محدثین جن کا درجہ امام احمد بن حنبل سے کسی طرح کم نہیں ہے جو عبادت علم و تقوی میں اگر بڑھے نہ تھے تو ہم پلہ ضرور تھے، ملاقات کی اور ان سے سماعِ حدیث کیا۔

آپ بارہا بغداد تشریف لائے آپ کا آخری سفر بغداد ۲۷۲ھ میں ہوا، آپ سے خلیفہ موفق باللہ کے بھائی گورنر بصرہ نے بصرہ میں قیام کرنے کی درخواست کی تھی یہ درخواست فتنہ زنگی کے بعد کی گئی تھی تاکہ آپ کے قیام سے بصرہ کی علمی ساکھ باقی رہے اور ہر طرف سے طالبین حدیث جوق در جوق بصرہ میں آئیں چنانچہ آپ نے اس درخواست کو قبول فرمایا شوال ۱۶ ار ۲۷۵ھ میں آپ کا انتقال بصرہ ہی میں ہوا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن کو ابواب فقہ کے انداز پر تصنیف کیا اس میں سنتوں اور احکام پر اکتفا فرمایا اخبار و قصص مواعظ کو اس مجموعہ میں جگہ نہ دی چنانچہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ میں نے حضور کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو کا انتخاب کیا اور اس کتاب میں اس کا اندراج موجود ہے اور میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث جس کے ترک پر اجماع ہو چکا ہو ذکر نہیں کی آپ نے اپنی کتاب حضرت امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کی آپ نے اسے دیکھکر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اس کتاب کی تعریف بہت سے ائمہ حدیث نے

کی۔ صحیحین کے بعد اسی کتاب کا درجہ ہے۔ حدیث کی دوسری تصانیف بھی آپ نے لکھی ہیں۔ جو زمانہ نے قدر کی نگاہ سے دیکھی۔

(۴) امام ترمذیؒ ۲۰۹-۲۷۹ھ

آپ امام حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی ہیں جو دو صدیوں کے گزرنے کے بعد مجرح کے دیہات میں دریائے جیحون کے کنارے ترمذ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ آپ صغر سنی ہی میں فاضل ہو گئے تھے۔ مزید علم کے حصول کے لئے عراق، حجاز، خراسان وغیرہ کا سفر کیا۔ اور اس دور کے کبار شیوخ حدیث سے ملاقات کی ان سے حدیثیں لیں، جیسے امام بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ان شیوخِ حدیث کے بعض اساتذہ سے بھی سماع حدیث کی دولت نصیب ہوئی جیسے قتیبہ بن سعدؒ محدثینِ کتب وغیرہ آپ سے بہت سے لوگوں نے روایت حدیث کی۔

آپ کے معاصرین اور دوسرے دور کے اہل علم نے آپ کے حفظِ حدیث بیدار مغزی اور احادیث پر پورا قابو رکھنے کی تعریف کی اس کے علاوہ آپ میں بے نیازی پارسائی غیر معمولی تھی آخرت کے خوف سے روتے روتے بینائی کم ہو گئی تھی۔ آخری عمر میں بصارت جاتی ہی رہی بخاریؒ نے ترمذیؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو مجھ سے جتنا ملا ہے اس سے زیادہ مجھے تم سے ملا ہے۔

آپ کی وفات ترمذ میں دوشنبہ کی رات میں ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف کے ستر سال ہو چکے تھے۔

ترمذیؒ نے علم حدیث کے پہلو بہ پہلو فقہ حدیث کو بھی جمع کر دیا ہے حدیث کی حقیقت کو واضح کیا اس کے رجال کے پول کھول دیئے اور حدیث کے علوم

سے لوگوں کو باخبر کر دیا ان تمام خوبیوں کی مظہر اُن کی کتاب جامع ترمذی ہے جسے عرف میں سنن ترمذی کہتے ہیں آپ کی یہ کتاب کتب حدیث میں سب سے عمدہ کتاب ہے اس میں احادیث مکرر کی تعداد بہت کم ہے مگر اس کی افادی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے ترمذیؒ نے خود فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب کو علمائے حجاز، عراق خراسان کے ملاحظہ میں پیش کیا تو سب نے یک زبان ہو کر اس کی پسندیدگی کا اعلان کیا اس کے استحسان نے مجھے مسرور کیا اور یہ رائے دی کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں خود کلام فرما رہے ہیں۔

ترمذی کی دوسری کتابوں اس کی شمائل، اور کتاب العلل اور کتاب تاریخ کتاب الزہد خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

(۵) امام نسائیؒ ۲۱۵۔۳۰۳ھ

آپ امام زمانہ حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر خراسانی ہیں نسا، خراسان کا ایک قصبہ ہے آپ کی پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی آپ کو حدیث کی سند کمسنی ہی میں مل گئی تھی جب آپ حضرت قتیبہ بن سعید کی خدمت میں تشریف لائے تو آپ کا سن شریف ۱۵ سال تھا ۲۳۰ھ آپ کی خدمت میں آپ کا قیام ایک سال دو ماہ رہا اسحق بن راہویہ حسام بن عماز محمد بن نصر مروزی جیسے عظیم محدثین سے آپ نے حدیث سُنی آپ نے اس سلسلہ میں حجاز عراق مصر و شام جزائر کا سفر فرمایا حدیث میں مہارت تامہ اور درک بے مثال حاصل کیا۔ معرفت حدیث میں بے نظیر تھے تو انقان حدیث میں آپ اپنا جواب تھے، آپ سنت کے بے حد پابند پارسا دیانتدار تھے دن اور رات عبادت

ہی میں مشغول رہتے تھے آپکی سند حدیث رفیع تھی، آپ مصر میں قیام پذیر ہو گئے، آپ سے ایک دنیا نے سماع حدیث کیا۔

آپ کی وفات صحیح روایت کی روشنی میں یہ ہے کہ آپ مصر سے ذی قعدہ ۳۰۲ میں نکلے اور فلسطین کے رملہ شہر میں دوشنبہ کے دن ۱۳ صفر کو ۳۰۳ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تدفین بیت المقدس میں عمل میں آئی۔

آپ علوم حدیث پر قابو یاب ہوتے ہوئے فقیہ بھی تھے اور مذہباً شافعی تھے آپ نے مذہب امام شافعی پر عمدہ قسم کے نوٹ لکھے ہیں۔ علی بن عمر حافظ حدیث نے ان کی شان میں کہا ہے کہ نسائی اپنے دور کے تمام علمائے حدیث میں سب سے پیش پیش تھے۔

آپ نے اپنی سنن تصنیف کی اس میں کسی ایسی روایت کو ذکر نہیں کیا جس کے کسی راوی کے کذب پر ناقدین حدیث متفق ہوں۔ اس طرح سنن کبریٰ کے نام سے انھوں نے اس مجموعہ کو ترتیب دیا اور جب گورنر رملہ کو پیش کیا تو انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس میں تمام صحیح حدیثیں ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ اس مجموعہ میں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی اور جو ان سے قریب حدیثیں ہیں وہ ہیں، تو امیر رملہ نے فرمائش کی کہ آپ اس مجموعہ سے صرف صحیح حدیثوں کو الگ کرکے جمع کردیں تو آپ نے سنن کبریٰ کی تلخیص سنن صغریٰ کے نام سے فرمائی اور اس کا نام مجتبیٰ من السنن رکھا بعضوں نے مجتنیٰ لکھا ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں سنن صغریٰ میں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں اس لئے مرتبہ میں ابوداؤد کے برابر ہے یا اس سے کسی قدر کم، نسائی

نے مجتبیٰ من السنن میں کسی ایسی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جس کی سند میں محدثین نے تعلیل کی ہو۔

آپ کی اور بھی تصانیف ہیں ان میں ضعفار اور متروکون من الحدیث قابل ذکر ہے اب وہ ہندوستان میں چھپ گئی ہے۔

امام ابن ماجہ ۲۰۹-۲۷۳ھ

آپ حافظ حدیث ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ الربعی ہیں جو صاحب سنن ہونے کے علاوہ معتبر مورخ اور اپنے زمانے میں قزوین کے محدث تھے آپ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں ہوئی آپ نے حدیث اپنے دور کے اکبر حدیث سے لکھی اور عراق، حجاز، مصر و شام وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کا سفر کیا۔

آپ کا وصال ۲۲ر رمضان ۲۷۳ھ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی ابوبکر نے پڑھائی اور دفن کی ذمہ داری ان کے بھائی ابوبکر و عبداللہ نے لی اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ بھی اس میں شریک رہے۔

ابویعلی خلیلی نے کہا ہے کہ ابن ماجہ ثقہ ہیں کبیر محدثین میں ہیں ائمہ حدیث آپ پر متفق ہیں آپکو لوگ حجت میں پیش کرتے ہیں آپ حدیث سے بخوبی واقف اور آپ کی یادداشت غیر معمولی تھی۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن تصنیف کی مگر اس میں احتیاط سے کام نہیں لیا اس لئے کہ اس میں صحیح حسن ضعیف اور بیکار کی حدیثوں کو بھی ذکر کیا ہے اس وجہ سے اس کو کتب ثقہ حدیث میں بعضوں نے شمار نہیں کیا ہے اور سب سے پہلے جس نے کتب صحیحہ میں شمار کیا ہے حافظ ابوالفضل طاہر مقدسی ہیں ۵۰۷ھ

نے اپنی تصنیف اَطرافُ الکُتُبِ السنۃ۔ اور علی کی ایک ٹولی نے اسے کتب ستہ میں شمار کیا ہے۔ بعضوں نے موطا امام مالک کو کتب ستہ میں شمار کیا ہے۔ اگر اسے کتب ستہ میں شمار نہ کیا جائے تب بھی اس کتاب کی اہمیت افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ذہبی نے یہی لکھا ہے کہ سنن ابن ماجہ عمدہ کتاب حدیث ہے اگر اس میں چند واہی حدیثیں جو زیادہ تو نہیں ہیں اگر نہ ہوتیں تو اس کی خوبی اور بھی نکھر آتی۔

استاذ حدیث محمد فواد عبد الباقی نے سنن کی اس کتاب کا پورا جائزہ لیا ہے ابن ماجہ کی ساری احادیث تعداد کے اعتبار سے ۴۳۴۱ ہیں اس میں سے ۳۰۰۲ حدیثیں ایسی ہیں جن کو ان پانچوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جزءً یا کلاً باقی حدیثیں جن کی تعداد ۱۳۳۹ ہے یہ کتب خمسہ میں موجود احادیث میں نہیں ہیں جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے اس سے قارئین کو پوری طرح اندازہ ہو جائے گا کہ ابن ماجہ کی سنن کا کیا درجہ ہے۔

۱ ۴۲۸ حدیث کے رجال ثقہ ہیں اسناد صحیح ہیں۔

۲ ۱۹۹ حدیثیں جن کی سند حسن ہے۔

۳ ۶۱۳ حدیثیں جن کی سند ضعیف ہے۔

۴ ۹۹ حدیثیں واہیۃ الاسناد منکر یا مردود مکذوب ہیں۔

اس لئے جو لوگ حدیث سے شغف رکھتے ہیں اور حدیث میں علمی نکات و جستجو جن کا مشغلہ ہے وہ ابن ماجہ کی احادیث بلا سمجھے بوجھے ذکر نہ کریں اس سلسلہ میں استاد محمد فواد عبد الباقی نے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں انھوں نے بحث و تحرّی سے اس کتاب کی پوری خدمت کی ہے خدا ان کو مسلمانوں

اور اہل علم دونوں ہی کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہ کتب ستہ اور اس کے مصنفین کا ایک سرسری جائزہ ہے اس سے ان عظیم کتابوں اور ان جلیل القدر مصنفین کا پورا تعارف مقصود نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان مصنفین کے صحیح اندازِ تصنیف ان کی ترتیب اور شروط اخذِ حدیث پر سیر حاصل بحث کرنا تو بڑی ہمت اور بڑی عزیمت کا طالب ہے اس کے لئے مستقل الگ بڑی ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

ان کتابوں کی شان بہت بلند ہے ان پر بعد کے محدثین نے پوری جگر پژوہی سے کام لے کر اُن کا اختصار کیا، بہتوں نے بسوط شرحیں لکھیں، بہتوں نے انھیں حدیثوں کا استخراج کیا اور بھی بہت سارے کام کئے جو حدیثی مباحث سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان عظیم کتابوں کے علاوہ جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے بہت سی دوسری موطآت، مسانید وصحاح موجود ہیں جیسے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی، بیہقی، شوریٰ منبرہ ائمہ حدیث کی کتابیں جو اسلامی دور کے مختلف زمانوں کی تصنیف ہیں۔

چونکہ ہمارا دائرۂ قلم راوی اسلام حضرت ابوہریرہؓ ہیں اس لئے اس مختلف تمہید پر اکتفا کرتے ہوئے ہم اپنے مقصد کا ذکر کریں گے وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔



بابِ اوّل

آپ کی عام زندگی کے حسب ذیل ابواب ہیں

(۱) آپ کا نسب (۲) آپ کا خاندان (۳) آپ کی شکل وصورت۔ (۴) اسلام سے پہلے حضرت ابو ہریرہؓ (۵) آپ کا اسلام میں داخل ہونا اور ہجرت کرنا (۶) آپ کی والدہ کا اسلام (۷) ابو ہریرہؓ کا التزام سنّت (۸) معیتِ رسول (۹) آپ کا جود وسخا (۱۰) آپ کا فقر و پاکیزہ نفسی (۱۱) ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے دور میں (۱۲) آپ کی گورنری عہدِ عمرؓ میں (۱۳) ابو ہریرہؓ امیر مدینہ کی حیثیت سے (۱۴) ابو ہریرہؓ عہد علیؓ میں (۱۵) آپ کی مدح اور حسنِ مزاج (۱۶) ابو ہریرہؓ اور جہاد (۱۷) آپ کی اخلاقی جھلکیاں (۱۸) ابو ہریرہؓ کے آخری ایام اور مرض (۱۹) آپ کی وفات

آپ کا
نسب شریف

ابوہریرہؓ عبدالرحمٰن بن صخر اولاد ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس یمانی دوسی آپ کی نسبت دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر جو مشنوءۃ بن ازد کے نام سے مشہور ہیں۔

ازد قبائل عرب میں ممتاز ترین قبیلہ تھا۔ جو نسب کے اعتبار سے ازد بن غوث بن نبت بن مالک ابن کہلان عرب کے قحطانی شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابوہریرہؓ کے ایک بھائی کریم نامی تھے۔ اور چچازاد بھائی ابوعبداللہ الدغر تھے۔ ابوہریرہؓ کے ماموں صبیح بن حارث بن سابی بن ابی صعت بن ہنیہ تھے۔ جاہلیت کے دور میں قریش سے کسی کو مجال نہ تھی کہ کوئی آکر قصاص لے لے ابوزہیر دوسی جس کو ہشام بن المغیرہ مخزومی نے قتل کیا تھا تو اس کا قصاص قریش کو ادا کرنا پڑا یہ قتل اس کی بہن کے مہر کے سلسلے میں ہوا تھا۔

جاہلیت میں عبدشمس کے نام سے پکارے جاتے تھے اور بھی کئی نام تھے جن سے کم و بیش لوگ واقف تھے بلکہ نام تو گویا کسی کو یاد ہی نہیں رہا۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمان تجویز فرمایا۔ آپ کی والدہ میمونہ بنت صخر یا اُسیمہ بنت صخر تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ اپنی کنیت سے مشہور ہیں حتیٰ کہ اس کنیت نے آپ کے نام سے کہیں زیادہ شہرت پائی۔ غالباً آپ کے نام میں اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کنیت یہ کیسے ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مجھے ایک بلی مل گئی تھی جسے میں نے بغل میں دبائے رکھا تھا اس لئے لوگ ابوہریرہ کہنے لگے۔ پھر اس کے بچوں کو لئے پھرتا تھا۔ میرے والد نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ تمہاری آغوش میں کیا ہے میں نے انھیں بتادیا اس پر انھوں نے فرمایا کہ تم ابوہُریرۃ ہو۔

بچپن میں اپنے گھر کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور بلی سے دن بھر کھیلتے رہتے جونہی رات ہوتی اسے ایک درخت سے باندھ دیتے اور دن کے آتے ہی اسے نکال کر پھر اس سے کھیلنا شروع کر دیتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابوہر فرمایا۔ بعض روایات سے ابوہریرۃ کہتے کا بھی ثبوت ملتا ہے آپ خود فرماتے کہ ابوہریرۃ کنیت کے بجائے مجھے ابوہر کہا کرو کیونکہ پیمبر خدا نے یہی کنیت پسند فرمائی اور قاعدہ کی بات معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ نر تو مادہ سے بہتر ہوتا ہے۔

آپ کی شکل وصورت:

ابوہریرہؓ کا رنگ گندم گوں تھا آپ کا مونڈھا جوڑا تھا۔ جس کے دونوں جانب

گیسو نکلے رہتے بیچ کے دانت میں فرجہ تھا۔ سفید بالوں پر سرخ خضاب کھلا لگتا تھا بال سفید اور ریشم کی طرح نرم تھے۔ داڑھی سرخ خضاب سے رنگی ہوئی ہوتی۔ خباب بن عروہ نے آپ کو سیاہ عمامہ لگائے ہوئے دیکھا ہے۔

اسلام سے پہلے ابو ہریرہؓ

اسلام سے پہلے کی زندگی کے حالات بہت مختصر سامنے آئے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے جو خود بیان یا خود نوشت ہیں۔ آپ یمن میں پیدا ہوئے، وہیں بڑے ہوئے اپنے گھر کی بکریاں چراتے تھے ان کی دوسری خدمتیں کرتے تھے جو اس دور میں قبائل کی دیہاتی زندگی میں عام طور سے مروّج تھا بالکل اسی طرز سے آپ نے بھی زندگی گذاری پروان چڑھے اس میں خالص عربی طرز زندگی کی جھلک موجود تھی۔

آپ کے والد کا کمسنی ہی میں وصال ہو گیا تھا اس لئے یتیم و ناداری کی زندگی آپ کو ابتدائی دور میں نصیب ہوئی۔ تنگی و عسرت کی زندگی تھی اور آپ کو خدا نے اسلام کی دولت سے نواز کر آپ کی ہر قسم کی ترقیات کا دروازہ کھول دیا۔ اسلام لانے کے بعد سے تو زندگی کا ہر باب تاریخ کے صفحات پر نقش رہا جب کہ اسلام کے پہلے کے حالات ہمارے سامنے نہ ہونے کے برابر ہیں۔

قبولِ اسلام اور ہجرت

طفیل بن عمرو دوسی اونچے درجہ کے شرفاء میں تھے آپ کا ادبی مذاق بلند تھا

آپ اس دور کے بڑے شاعروں میں تھے اور محترم شخصیتوں میں شمار ہوتے۔ آپ کا دسترخوان واردین وصادرین کے لئے کھلا رہتا۔ قریش بھی ان کی اس عظمت سے واقف تھے اعلان نبوت کے بعد آپ مکہ تشریف لائے تو مکہ کے بہت سے ذی عزت لوگ طفیل بن عمرو سے ملے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرمائیں اور اس شخص (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم میں پھوٹ ڈالدی ہمارا اچھا تتر بتر ہوگیا اور ہمارے ہر کام کو بے جان بنادیا اس شخص کی ہر بات جادو اثر ہے اس کی بات سن کر باپ بیٹے سے الگ ہوجاتا ہے اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ طفیل کو اسلام کے خلاف بھڑکائیں طفیل نے ان کی باتیں سن لیں اور یہ سوچ لیا کہ پیمبر کی بات نہ سنے تاکہ ان کا جادو ہم میں چلے ہی نہیں۔

طفیل کعبہ تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی شریک نماز ہوگئے۔ پیمبر خدا کی باتیں طفیل نے سنی جوان کو بہت زیادہ پسند آئی۔ پھر طفیل آپ کے ہمراہ آپ کے گھر تک گئے آپ نے طفیل کو دعوت اسلام دی آپ پر قرآن کی آیات پڑھی۔ طفیل کو حلاوت ایمان سے حصہ مل گیا۔ آپ نے پیمبر خدا سے دعا کی درخواست کی آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے اسلام کا بار اٹھانے میں مدد فرمائے تاکہ میں اپنوں کو دعوت اسلام دے سکوں اور ان کی طرف سے دفاع بھی کرسکوں خدا کے رسول نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہٗ آیَۃً بس ان کی آنکھوں کے سامنے روشنی ہوگئی آپ نے فرمایا اے رسول خدا میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم میرا مثلہ نہ کرے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روشنی آپ کے نورِ ایمان کے زیریں جانب منتقل ہوگئی جب آپ رات میں چلتے تو رات میں روشنی ہوجاتی اور اسی وجہ سے

آپ کو ذی النور کہنے لگے۔

مکہ معظمہ سے لوٹ کر طفیل اپنے گھر واپس ہوئے تو اپنے والدین کو اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی جسے آپ کے والد نے قبول کر لیا مگر ماں اسلام نہیں لائی جب قوم کو دعوت اسلام دی تو صرف ابوہریرہ اسلام لائے۔ اور قوم کے دوسرے لوگوں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ آپ دوبارہ پیمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوم کے ٹال مٹول کی کہانی سنائی اور قوم پر بد دعا کی درخواست کی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ دَوْسًا دوسری روایت میں اِھْدِ دَوْسًا وَآتِ بِہَا۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ اپنی قوم کو دعوت اسلام دو اور ان سے نرمی سے پیش آؤ، حضرت طفیل دعوت اسلام کے فرائض انجام دیتے رہے اور یہ پیام اس وقت پہنچاتے رہے کہ اسی زمانے میں پیمبر خدا نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی - بدر، احد، خندق کی لڑائیاں سر ہوئیں پھر آپ نے اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا دربار نبوت میں حاضری دی اس وقت پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جنگ میں مشغول تھے آپ کے ساتھ ستر یا اسی خاندان دوس کے مشرف باسلام ہو کر مدینہ آئے تھے آپ نے ان خاندانوں کے ساتھ خیبر میں آکر پیمبر خدا کی زیارت کی چنانچہ ان کو بھی شرکاء خیبر کی طرح جنگ کی صف میں حصہ دیا گیا۔ حضرت طفیل نے درخواست کی اے خدا کے رسول ہمیں آپ اپنا ممبر بنالیں اور ہمارا نشان امتیاز خیبر بنادیجئے آپ نے ان لوگوں کو ممبر انہیں شامل کر لیا اور ان کو امتیازی حیثیت بھی دی اور آج تک ان کا امتیاز خیبر باقی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ تو خود اپنے قبیلے میں رہتے ہوئے بہت عرصہ پہلے ہی طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔ آپ ہجرت نبیؐ سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے البتہ آپ کی یمن سے مدینہ حاضری خیبر کی جنگ کے موقعہ پر ہوئی تھی حضرت ابوہریرہ کی خود اپنی روایت اس سلسلے میں ان کے قدیم الاسلام ہونے پر شاہد ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے اور میں یمن سے ہجرت کر کے مدینہ آچکا تھا میں نے حاضری کے بعد سباع بن فریطہ کے پیچھے نماز صبح ادا کی آپ نے سباع کو اپنا نائب مقرر کیا تھا حضرت سباع نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم پڑھی اور دوسری رکعت میں وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ میں نے اس سورہ کو سننے کے بعد ہی کہا کہ فلاں بن ابو فلاں پر خدا کی ویل یہ شخص ازدی تھا اور دو پیمانے سے کاروبار کرتا تھا پہلے پیمانے سے خود لینا اور دوسرے پیمانے سے لوگوں کو کم دیتا تھا۔

صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک غلام اس صبح کو کھو گیا جس صبح کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

رات لمبی تھی تھکا ڈالا تھا اسکے طول نے ✣ شکر کیجئے ظلمت تکفیر سے ہم چھوٹ گئے

جب آپ پیمبر خداؐ کے پاس تشریف لائے تو غلام بھی مل گیا آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ یہ تو تمہارا غلام آگیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے خدا کیلئے آزاد کر دیا اب آپ اپنی زندگی کے آخری سانس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور صرف آپ کی خدمت میں رہنا ہی اپنا سب کچھ بنا لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم شریعت کی تعلیم حاصل کی، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آتے جاتے تھے یہاں تک کہ اندرون خانہ بھی۔ آپ نے آں حضورؐ کے ساتھ حج کیے۔ جب تک آپ کے ساتھ رہتے حضورؐ کے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ رہتا، آپ سفر و حضر کے رفیق تھے اور خدمت اقدس میں شب و روز حاضر باش تھے۔ آپ نے پیمبر خدا سے وسیع و رفیع علم عمدہ تحصیل کیا جس کا فائدہ آج تک اُمّت محمدؐیہ کو پہنچ رہا ہے۔

والدہ کا قبول اِسلام

حالاں کہ حضرت ابو ہریرہ اسلام لے آئے اور ہجرت بھی فرمائی مگر آپ کی والدہ کچھ عرصہ مشرک رہیں۔ آپ انھیں اسلام کی دعوت دیتے مگر وہ قبول نہ کرتیں بلکہ سختی سے انکار کرتیں جس سے حضرت ابو ہریرہ کا رنج و غم بڑھتا جاتا۔

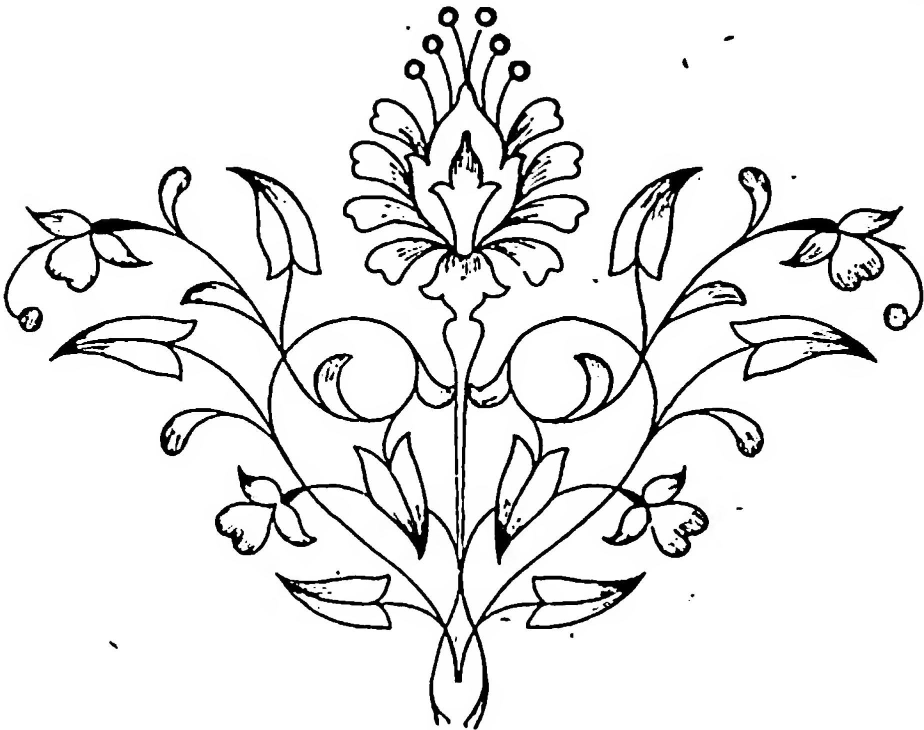
ایک دن آپ نے انھیں دعوت اسلام دی تو آپ کی ماں نے پیمبر خدا کے لیے ناشائستہ انداز استعمال کیے۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل خود حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی سنیے کہ میں پیمبر خدا کے پاس روتا ہوا آیا اور آپ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا رہا اور آج جب میں نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے انکار کے ساتھ آپ کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کیے جن سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کے لیے دعا فرمادیں کہ ان کا دل نرم ہو جائے اور وہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ میں گھر آیا تو دیکھا دروازہ کھلا ہوا ہے اور پانی انڈیلنے کی آواز آرہی ہے۔ جوں ہی ماں کو میری آہٹ ہوئی، انھوں نے کہا۔ میں نے وہی کہا جو تم کہتے ہو، پس ماں نے قمیص پہنی اور دوپٹہ سنبھالا۔ پھر کہا کہ آجاؤ

ابو ہریرہ۔ جب میں داخل ہوا تو اس نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ سنتے ہی میں دوڑ کر خدمت پیمبرؐ میں حاضر ہوا۔ مارے خوشی کے میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اشک رواں تھے۔ میں نے کہا۔ مبارک ہو اے رسول آپ کی دعا قبول ہوئی اور ابو ہریرہ کی ماں کو خدا نے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ پھر میں نے کہا۔ حضور میرے لیے اور میری ماں کے لیے دعا کر دیجیے کہ مؤمنین و مؤمنات ہمیں دوست رکھیں۔ آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عَبْدَكَ حَمَدَ اَلَنَّهٗ اِلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ

اس کے بعد سے جب کوئی میرے بارے میں یا میری والدہ کے بارے میں سنتا تو محبت سے پیش آتا۔

آپ کو اپنی ماں کے مسلمان ہونے سے بے حد مسرت ہوئی۔ آپ ان کی ہر طرح سے دلجوئی کرتے رہے، آپ ان کے ساتھ ہمیشہ احسان سے پیش آتے پوری زندگی ماں کی خدمت کی، آپ ان سے کبھی جدا نہ ہوتے ماں کے جیتے جی آپ نے حج نہیں کیا۔



ملازمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار سال رہے آپ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ ہوتے آپ اندرون خانہ داخل ہوتے۔ آپ کی مجلسوں میں رہا کرتے آپ نے صُفہ اپنا مستقر بنا لیا تھا۔

ابو ہریرہؓ ایک متواضع شخص تھے پیمبر خدا کی خدمت بلا کسی طمع کے کرتے تھے۔ آپ صحابہ میں آتے جاتے قرآن کی تعلیم ان کو دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اہل صفہ کا مانیٹر بنا دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صفہ کو کسی کھانے پر بلاتے تو آپ حضرت ابو ہریرہؓ کو پہلے بلاتے کہ وہ ان کو بلا کے لائیں اور ان کو اپنے مرتبہ کے مطابق نشست دیں اس لئے کہ وہ اصحابِ صُفہ کے منازل و مراتب سے پوری طرح واقف تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ کی محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپ کو مارنے کے لئے درّہ اٹھایا تو آپ نے عرض کیا کہ مجھے درّہ کی چوٹ اس سے بھی زیادہ عزیز تر ہے جتنی کہ سرخ اونٹوں سے محبّت اس لیے کہ اس سے اتنا تو ہوگا کہ میں مؤمن رہونگا اور یہ کہ خدا کے رسول کی ہر دعوت کو قبول کیا۔

جب مسلمانان عرب مسجد مدینہ کی تعمیر میں لگے تھے اور اینٹیں مسجد کی دیوار کے لئے اٹھا کر مسجد کے تعمیر پذیر حصے کی طرف پہنچاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں مزدوروں میں رضا کارانہ موجود تھے آپ ایک بڑی اینٹ اپنے شکم مبارک سے لگائے لئے جارہے تھے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ دیکھ کر رہا نہ گیا آپ رسولؐ خدا کے سامنے آئے اور کہا کہ مجھے اینٹ دے دیجئے یارسول اللہ آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ دوسری اینٹ اٹھالو۔ فَاِنَّہٗ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْاٰخِرَۃِ آرام تو آخرت ہی کا آرام ہے

آپ ہراس چیز سے محبت کرتے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کرتے دیکھتے چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت حسن بن علیؓ کی زیارت کی تو آپ سے عرض کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بوسہ لینے کی اجازت دیجئے آپ نے اپنی قمیص اٹھادی اور ابوہریرہؓ نے آپ کی ناف کو بوسہ لیا۔

آپ پیمبر خدا سے کبھی الگ نہیں ہوئے ہاں جب آپ نے بحرین علاء حضرمی کے ساتھ نمائندہ بناکر بھیجا اور آپ نے علاء کو حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں ہدایت دی آپ نے انھیں اپنا مؤذن بنایا اور ابوہریرہؓ نے علاء سے کہا کہ میری آمین چھوٹنے نہ پائیں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کے رہنے کا معاملہ آئندہ صفحات میں آئے گا اس لئے ہم اس وقت اسنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا اہتمام سنّت

حضرت ابوہریرہؓ پیمبر خدا کی ہدایت کے پابند تھے آپ پوری طرح اقتدار رسول کرتے اور لوگوں کو لذائذ وشہوات دنیا میں ڈوبے رہنے سے سختی سے روکتے۔ اس میں مالدار و نادار کی کوئی تمیز نہ فرماتے اسی طرح حاکم اور تابعدار کے مابین بھی فرق نہ ہونے دیتے۔ امت کو حق اور سچائی کی راہ پر ڈالتے۔ اگر کسی وقت وضو کرنے والوں پر گذرتے تو فرماتے کہ خوب اچھی طرح وضو کرو اس لئے کہ میں نے ابوالقاسم صلّی اللہ علیہ وسلم کو وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّار کہتے سنا ہے۔ جب آپ سے قرأۃ فی الصلوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہر نماز میں قرأۃ ہے جس قرأۃ کو خدا کے رسول نے ہمیں سنایا ہم نے بھی جہر سے تم کو سنایا اور جس میں پیمبر خدا نے اخفاء سے کام لیا ہم نے بھی اس میں اخفاء سے کام لیا۔

حضرت ابوہریرہؓ مروان بن حکم کے مکان میں جب وہ امیر تعمیر رہا تھا تشریف لے گئے مکان میں کچھ نقوش تصاویر کی صورت میں نظر آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پیمبر خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح تخلیق کرنا چاہتا ہے۔ ذرا ایک ذرّہ تو بنا کے دکھائیں۔

آپ کی حدیث یا آپ کی سنت کے ہوتے ہوئے پھر کسی دوسری چیز کو قبول کرنے کا آپ کے یہاں کوئی سوال ہی نہ تھا۔ آپ کی حدیث کے مقابل کسی دوسری بات کا فکر نہایت ناپسند کرتے چنانچہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو تو پھر کسی دوسرے کا کوئی

مقولہ یا فعل نقل نہ کرو۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے میرے خلیل علیہ السلام نے تین باتوں کی ہدایت فرمائی سونے سے پہلے وتر کا اہتمام کرو اور ہر مہینہ میں تین دن کا روزہ رکھو اور جمعہ کے دن غسل کیا کرو۔

سچ یہ ہے کہ ابوہریرہؓ نے اس وصیت پر عمل کبھی ترک نہیں کیا چنانچہ عثمان مہدیؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ہفتہ کے ابتدائی دنوں میں تین دن روزے سے گذارتا ہوں آپ دوشنبہ وپنجشنبہ کو بھی روزے رکھتے تھے۔

کبھی اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اچانک روزہ رکھ لیتے اور مسجد میں ان کے ساتھ معتکف رہتے اور فرماتے کہ ہم اپنی تطہیر کے لئے ایسا کیا ہے۔

ابورافع نے بیان کیا کہ میں نے عشاء کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی آپ نے اس میں اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھا اور اس میں سجدہ کیا میں نے دریافت کیا کہ اے ابوہریرہؓ! تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ میں نے حضرت ابوالقاسمؐ کے ساتھ اس میں سجدہ کیا ہے پھر اس کے بعد سے میں بھی اس سورت میں سجدہ کیا کرتا تھا۔ اس سے اس بات کا پتہ لگا کہ قرآن میں سجدۂ تلاوت سے سجدے مقصود ہیں۔ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩۔

آپ طہارت وپاکیزگی پسند تھے۔ گناہوں میں مبتلا ہونے سے ڈرتے رہتے۔ حتیٰ کہ ان کو اپنے اوپر بھی اعتماد نہ رہا وہ ڈرتے تھے کہ جوانی کا زمانہ ہے کہیں زنا میں ملوث نہ ہو جاؤں تو آپ نے دربارِ نبوت میں عرض کیا کہ اے خدا کے

رسول میں جوان ہوں مجھے زنا سے ہلاکت کا خطرہ ہے اور مجھ میں وسعت نہیں ہے کہ میں شادی کرلوں تو کیا اپنے کو خصی کرلوں تو آپ نے انھیں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا آپ نے تین بار یہ گذارش کی تو آپ نے فرمایا کاتب تقدیر نے جو ہونا ہے لکھ دیا ہے اب تم خصی ہو جاؤ یا چھوڑ دو یعنی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے ہوتا ہے تم مانو کہ نہ مانو یہاں اس حدیث میں آپ کو اختیار نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس پر تکبیر کرنا مقصود ہے تاکہ ابوہریرہؓ صبر سے کام لیں۔ اور حفاظت نفس کو آئیڈیل بنائیں یہ بھی ممکن ہے زجر ہو تو اس سے ابوہریرہؓ کے تقویٰ احتیاط کا پتہ چلتا ہے اور خدا اور رسول کی اطاعت کا التزام اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ نیز معاصی میں پھنسنے کے خطرہ کا اظہار اور اس کی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ اپنی شہوت کو اور خود کو خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتے تھے تاکہ خدا اور رسول اس سے راضی ہو جائیں۔ لیکن سوال کرنے پر جب خدا کے رسول کا کھلا حکم معلوم ہو گیا تو آپ کا حکم ماننا ہی سب کچھ سمجھ کر صبر اور عبادت میں لگے رہتے۔

آپ پر خشیتہ الٰہی کا ایسا غلبہ رہتا تھا کہ آپ تنہا ہوں کہ مجلس میں ہوں ہر جگہ اس کا اندازہ ہوتا اگر کوئی جنازہ آپ کے سامنے سے گذرتا تو فرماتے شام سویرے کی مہلت ہے ہر شخص کو ایک دن مرنا ہے ایسی بلیغ وعظ کے ہوتے ہوئے بھی غفلت کا یہ عالم ہوتا ایک جا رہا ہے دوسرا رہ جائے گا یہ کہاں کی عقلمندی کی بات ہے۔

آپ اتباع رسول کے شیفتہ تھے آپکے سبھی چھوٹے بڑے کاروبار ذکر عبادت میں ہوتے چنانچہ احمد بن حنبل زہری ابو مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نماز میں اونچے نیچے ہوتے دیکھ کر تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرح تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہوں۔

دوسری روایت جسے ترمذی نے عبداللہ بن ابی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کی ہے کہ مروانؓ نے آپ کو مدینہ میں نائب بنا کر مکہ کا رخ کیا تو جمعہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھایا اس میں سورہ جمعہ پڑھی دوسرے میں اِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے ملاقات کر کے کہا کہ تم بھی جمعہ میں وہی سورتیں پڑھتے ہو جو حضرت علیؓ کوفہ میں پڑھتے ہیں تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے انھیں سورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا ہے۔

تیسری روایت میں جو سعید بن مسیبؓ نے ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب کے پاس دو کپڑے ہیں اس پر اس نے کہا کہ ابوہریرہؓ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دوسرے کپڑے اسٹینڈ پر ٹنگے ہوتے ہیں۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حاضرین کی موجودگی میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی پڑوسی اس دیوار میں جو پڑوسی کی دیوار سے لگی ہوتی ہو کھونٹی بھی ٹھوکنا چاہے تو اس کو اس سے دریافت کر کے ایسا کرنا چاہیئے گرچہ پڑوسی کو اس سے رُکنا بھی پڑے۔ جب آپ نے یہ حدیث بیان کی تو لوگ اپنی نظر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ تم کو اس پر تعجب ہے جو اس طرح کا انکار کر رہے ہو اس کا ثبوت میرے پاس ہے میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں یہ حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن معاملہ کے سلسلے میں تھی جب اس پر نکیر کا انداز دیکھا

اور دیکھا کہ اس معاملہ میں سنت کی پیروی پر انھیں اعتراض ہے تو آپ نے نہایت سختی کا معاملہ کیا اور آپ کی شدت فاروقی شدت سے کم نہ ہوتی تھی' آپ کا غصہ خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے تھا جو اس عبارت میں جھلک رہا ہے وَاللّٰہِ لَارْمِیَنَّ بِہَا بَیْنَ اَکْتَافِکُمْ یعنی تم حاملین سنت ہو کر اس قسم کی حماقت کا اظہار کرتے ہو۔

اب یہ بات کہ حقِ جوار کے سلسلے میں یہ کس درجہ کی بات ہے۔ علماء اس میں مختلف ہیں عام علماء اس کو جوار کے درجے میں قبول نہیں کرتے بلکہ اُسے مندوب و مستحسن سمجھتے ہیں' امام احمد بن حنبل جن کی عزیمت مشہور ہے اس کے وجوب کے قائل ہیں اور اس حکم کے اجراء کے لئے ماقبل پر حکم لگاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی پر پڑوسی کے ساتھ خیر کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے احسانِ جوار کرنا چاہیئے۔ میں ان صورتوں میں امام احمد کی تائید کرتا ہوں تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ پابندی سے معاشرہ میں خوبی اور حسن پیدا ہو جائے اگر ایک پڑوسی کی مصالحت کی رعایت سے کسی دوسرے پڑوسی کا ضرر نہیں ہوتا تو جائز ہے۔

سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہؓ سے دریافت کیا کہ جنابت کے غسل میں تین بار پانی بہانا کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ پیمبرؐ خدا جنابت کے موقعہ پر تین بار پانی اپنے سر پر جسم ہاتھ پر بہاتے تھے اُس نے کہا کہ میرے سر پر بال گھنے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ پیمبرؐ کے بال بھی گھنے اور عمدہ تھے۔

آپ اس چیز کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ جمعہ کے خطبہ ہونے کے بعد

لوگ مسجد میں آئیں۔ چنانچہ فرمانے کہ یہاں گرمی کا اثر ہو جانا اُس سے بہتر ہے کہ گرمی کے ڈر سے بیٹھا رہے جب امام خطبہ دینے لگے تو لوگوں کی گردن پھاندتا ہوا جمعہ کی نماز کے لئے آئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسجد میں مصلّیوں کو اول وقت میں آنے کو پسند کرتے تھے تاکہ سنت پر عمل ہو سکے۔ امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں۔ جو سب سے پہلے آنے والے کو ریکارڈ کرتے ہیں پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو مگر جب امام خطبہ کے لئے آجاتا ہے تو پھر تو سمٹ کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث پر عمل کے ساتھ ساتھ ابوہریرہؓ کا یہ قول ان کی پاکیزہ طبیعت کو ظاہر کرتا ہے جس سے احساس بیدار ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے شعور کا اندازہ لگتا ہے اور ان کے احساس کی رعایت بھی ضروری ہے اس لئے کہ گردن پھاند کر نماز میں جانے سے نماز پڑھنے والوں میں بے حسی پیدا ہوتی ہے اور ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے جس سے ان کے فائدہ کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

اسی سلسلہ میں امام احمد کی وہ روایت ابوسائب مولی ہشام بن الوزہرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ابوہریرہؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے ناقص۔ تو ابوسائب نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ جس وقت امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو ابوہریرہؓ نے مجھے کہنی سے دھکا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے فارسی اسے جی میں پڑھ لیا کرو۔ میں نے پیمبر خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے

مابین نصفا نصف تقسیم کرلیا ہے الخ حدیث کے ہوتے ہوئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کسی چیز کو تسلیم نہ فرماتے اور اپنے اہل و متعلقین کو اس کی ہدایت کرتے ہر حال میں سنت کا امر فرماتے۔ ہمیشہ لوگوں کو سنت پر چلنے کی ترغیب دیتے۔ اور رسول کریم کی اقتدار کی تعلیم فرماتے۔ اور سب سے زیادہ خود کو اور اپنے متعلقین کو اس کے عمل پر ابھارتے اس لئے کہ خود پیمبر کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ خدا رحم کرے اس شخص پر جس نے رات میں اٹھ کر نماز پڑھی پھر اپنی بیوی کو جگایا۔ آپ نے اپنا معمول اسی کو بنا لیا تھا دن کو روزہ رات کو نماز میں گذارتے تھے۔ آپ ایک تہائی رات مشغول عبادت رہتے پھر اپنی بیوی کو جگا دیتے جو ایک تہائی رات خدا کے یاد میں گذارتی پھر وہ اپنی لڑکی کو اٹھا دیتی تاکہ تیسری تہائی میں وہ عبادت کرے۔ اس طرح باری باری رات بھر عبادت کا سلسلہ جاری رہتا۔ آپ کے گھر میں ٹھہرنے والے مہمانوں اور آپ کے کنبے کے لوگوں نے بالخصوص بھائیوں نے اس کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے واقف تھے جو آپ کے یہاں بہت زیادہ آمد و رفت رکھتے آپ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے تھے۔

آپ محتاط پاکیزہ طبع تقرب الی اللہ کے رسیا تھے۔ برا کرنے والوں کے ساتھ عموماً نرمی کا برتاؤ فرماتے چنانچہ ایک حبشی خادمہ تھی جس نے آپ کو کسی وجہ سے رنجیدہ کر دیا تھا اس پر ایک دن کوڑا اٹھایا۔ پھر فرمایا اگر قیامت میں قصاص کا خطرہ نہ ہوتا تو تیرے چھلکے ادھیڑ دیتا۔ اچھا میں اچھے داموں تجھے فروخت کر رہا ہوں اس دینے والے کے ہاتھ، جس کا میں ہمیشہ حاجتمند رہا جا تجھے خدا کے لئے

آزاد کر دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مسجد ڈرائنگ روم میں تھی ایک ان کے مکان میں تھی ایک ان کے شب باشی کے کمرے میں اور ایک ان کے دروازے پر تھی۔ جب گھر سے باہر آتے تو اس میں سب کے ساتھ نماز ادا کرتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو گھر والے آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔

صبح شام خدا کی پاکی اور تسبیح کا غیر معمولی اہتمام تھا۔ آپ چوبیس گھنٹے میں بارہ ہزار تسبیحات کا معمول رکھتے تھے۔ اور خود فرماتے کہ میں اپنے گناہ کے بقدر تسبیح کرتا ہوں، اور جہنم سے پناہ مانگنے میں بڑی کثرت سے کام لیتے، اور لوگوں کو تسبیح پر اُبھارتے اور خدا کی اطاعت و فرمان گزاری کی ترغیب دیتے۔

لوگوں کو زمانے کے فساد سے ہر وقت بیدار رہنے کو کہتے اور انھیں زمانہ کی چال بازی پر متنبہ فرماتے اور فرماتے اگر تم کو کوئی سنت مل جائے اور تمہارا نفس تمہارے قابو میں ہو تو پھر سنت کو لوگوں تک پہونچاؤ اسی وجہ سے مجھے موت کی خواہش رہتی ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہیں میرے رہتے وہ زمانہ نہ آجائے جب احمقوں کو امارت نصیب ہو۔ خدا کے احکام فروخت ہونے لگیں۔ خون کی کوئی قیمت نہ رہے۔ صلہ رحمی کا خاتمہ ہو جائے۔ امراء کے حفاظتی دستوں کی کثرت ہو جائے چمچوں کی کثرت ہو جائے۔ قرآن کی گلوکاری کا زمانہ آجائے۔

آپ صرف لوگوں کو یہ نصیحت نہ کرتے تھے بلکہ سب سے پہلے خود اپنے اہل کو اس نصیحت کا مخاطب بناتے۔ اس وجہ سے ان کی صاحبزادی آپ سے فرماتی ہیں میری سہیلیاں مجھے عار دلاتی ہیں کہ تمہارے والد تم کو سونے کے زیور استعمال

کیوں نہیں کراتے، تو آپ فرماتے کہ ان سے کہدو کہ میرے باپ جہنم کے شعلوں سے ڈرتے ہیں، آپ کے تمسک بالسنہ کی داستان طویل ہے اس کے لئے دفتر درکار ہیں بس سعید بن مسیب کی اس روایت کا ذکر کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں فرمایا کہ اگر میں مدینہ میں ہرن کو دیکھ لوں تو اسے بھی نہیں روکتا اس لئے کہ حضرت نے فرمایا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے مابین کا حصہ حرم ہے یہاں سب مامون ہیں۔

آپ کا فقر و عفّت

حضرت ابوہریرہؓ فقرا و مساکین کے سرِ فہرست تھے۔ سخت تنگی پر بھی مستقل مزاج رہے۔ بھوک کی شدت کے وقت پتھر پیٹ سے باندھ لیتے۔ دن گذرتے راتیں کٹتیں مگر ایک پھیل بھی منہ میں نہ پڑتی۔ چنانچہ اپنا واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ مبارکہ میں آسودہ دلی کے ساتھ رہتا حالانکہ روٹی بھی نہ ملتی تھی نہ نرم کپڑے نہ خادم تھا نہ خادمہ تھی۔ بلکہ میں ایسے لوگوں کو دیکھتا تھا کہ معلوم نہیں کب طبیعت بدل جائے اور مجھے کھانا کھلا دیں۔ میں بھی صُفّہ کے ان ستر افراد میں تھا جن میں سے کسی کے پاس چادر نہ تھی بلکہ تہمد تھے جو گردن میں لگے رہتے۔ جب بھوک سے تڑپنے لگتے تو اپنے حجروں سے مسجد میں آجاتے اس کے نکلنے کا سبب صرف بھوک ہوتی تھی اور کچھ نہیں، وہاں بھی پیمبر کے دوست ملجاتے وہ مجھے پوچھتے ابوہریرہؓ ایسے نا وقت کیسے نکل آئے ہو میں کہتا کہ بھئی بھوک نے تڑپا دیا ہے

وہ لوگ بھی یہی کہتے۔ پھر ہم سب اٹھ کر کھڑے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے آپ پوچھتے اس وقت آنے کا کیا موقع ہے ہم سب نے عرض کرتے بھوک آپ تک لائی ہے ایک بار آپ کھجوروں کا ایک طشت لائے ہم میں سے ہر ایک کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا ان دونوں کو کھا کر پانی پی لو آج کا دن آسودگی سے گذر جائے گا میں نے ایک ہی چھوہارا کھایا دوسرا چھوہارا رکھ چھوڑا پیمبر خدا نے فرمایا کہ تم نے ایک چھوہارا کیوں اٹھا رکھا ہے میں نے عرض کیا اپنی والدہ کے لئے آپ نے فرمایا اس کو کھالو میں تمہاری ماں کے لئے دوسرے دوں گا۔ میں نے اسے کھالیا اور آپ نے دو چھوہارے عنایت فرمائے۔

بیٹے کو ماں کے ساتھ یہی انداز اختیار کرنا چاہیے۔ آفریں ابو ہریرہؓ کو جنھوں نے سپوت ہونے کا ثبوت دیا۔ غور کریں! آپ کو اکثر بھوک ستاتی اور آپ بے ہوش ہو کر مسجد رسول میں گر پڑتے۔ حجرہ عائشہ صدیقہؓ اور مسجد کے مابین پھر کوئی گذرتا تو یہ سمجھتا کہ جنون کا دورہ ہے اور آپ کے ساتھ بیٹھ جاتا آپ سر اٹھاتے اور بتلاتے کہ یہ جنون نہیں ہے بھوک ہے۔

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک سے زمین پر پڑا ہوا تھا شکم پر پتھر بھی بندھا تھا میں راستہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے میں نے قرآن کی ایک آیت دریافت کی۔ میرا مقصد اس سوال سے سہارا تلاش کرنا تھا مگر آپ بغیر جواب دیئے آگے بڑھ گئے اس کے بعد حضرت عمرؓ گذرے ان سے بھی میں نے سوال کیا مگر وہ بھی کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذرے آپ نے چہرہ دیکھ کر

بھوک کی شدت کا اندازہ کر لیا آپ نے فرمایا ابوہریرہ میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہوا گھر میں دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا آپ نے دریافت کیا یہ دودھ کیسا ہے آپ کو بتلایا گیا فلاں نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے آپ نے اس کے بعد کہا ابوہریرہ اہل صفہ کو جا کر بلا لاؤ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے پاس مال تھا نہ اہل تھے۔ جب پیمبر کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ اس میں تصرف نہ فرماتے ان کو اہل صفہ پر تقسیم فرماتے مگر جب کوئی ہدیہ آتا تو خود بھی لیتے اور اہل صفہ کو بھی شریک کرتے۔ آپ کا مجھے بھیج کر اہل صفہ کو بلانا کچھ بھلا نہیں لگا میں تو جی میں یہ چاہتا تھا کہ اس دودھ سے ایک بڑی مقدار مجھے مل جاتی تا کہ میں پی لیتا اور مجھ میں کسی قدر جان آجاتی اتنا سا دودھ پینے والے اہل صفہ کو اونٹ کے منہ کو زیرہ معلوم ہوتا۔

لیکن خدا اور رسول کی طاعت کے بغیر چارہ نہیں، میں ان کے پاس آیا۔ سب خوشی خوشی چل پڑے جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابوہریرہ تم اسے تقسیم کر دو میں ہر ایک کو دیتا گیا ہر ایک پی کر آسودہ ہوتا گیا سب کو دینے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور فرمایا اب تو ہم تم رہ گئے میں نے کہا صحیح فرمایا اے رسول خدا! آپ نے فرمایا تم پی لو میں نے پیا پھر فرمایا اور پیو میں نے پھر پی لیا اسطرح آپ بار بار فرماتے رہے اور میں پیتا گیا آخر میں میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو مبعوث کیا اب کوئی گنجائش نہیں ہے پھر آپ نے بقیہ مجھ سے لے کر پی لیا۔

آپ کے سامنے حضرت ابوہریرہؓ کی عفت کا ذکر کر رہا ہوں ایسی صورت میں کہ بھوک سے آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس میں آیا حضرت عمرؓ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے تھے اس لئے میں انتظار میں رُکا رہا۔ جب آپ وظائف سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے آیاتِ قرآنی میں سے چند آیت پڑھا دیجئے آپ نے فرمایا اس وقت تو میں کھانے کے موڈ میں ہوں۔ آپ نے مجھے آل عمران کی چند آئتیں پڑھ کر سنائیں۔ جب آپ گھر پہونچے تو مجھے دور دروازے پر چھوڑ کر آپ اندر تشریف لے گئے میں جی میں سوچتا رہا کہ شاید کپڑے اتار رہے ہوں گے اس کے بعد مجھے کھانے پر بلائیں گے دیر تک ٹھہرا رہا مگر کچھ اندازہ نہ لگا۔ پھر میں تھک کر اُٹھ کھڑا ہوا اور چل پڑا اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا اے ابوہریرہ رات دن بھوکے گذارنے سے تمہارے منہ سے خوب زوردار بو آرہی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں میں روزہ سے تھا اور روزہ کے بعد افطار کے لئے کچھ ہاتھ نہیں آیا اور اب بھی کچھ نہیں ہے کہ اسے کھا سکوں آپ نے فرمایا ساتھ آجاؤ میں ساتھ ہولیا آپ نے اپنی ایک باندی جو سیاہ رنگ کی تھی بلایا اور فرمایا کہ یہ تھال اٹھا کے لاؤ وہ تھال اٹھا لائی اُس میں بھی کھانے کے دھوون کے سوا کچھ نہیں تھا وہ دھوون بھی جَو کی قسم کا معلوم ہوتا میں کھاتا رہا اور اس کے پیندے میں ابھی کچھ نہ کچھ رہ ہی گیا تھا مگر وہ معمولی مقدار میں معلوم ہوتا تھا میں آستین چڑھائے ہوئے برابر اِدھر اُدھر ٹٹولتا رہا اور کھا کر آسودہ ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں یتیمی میں پروان چڑھا اور ناداری کے عالم میں ہجرت کی میں بسرہ بنت غزوان کا نوکر تھا جس کی مزدوری پیٹ کی روٹی تھی اور بس مزدوری میں یہ کام سپرد تھا کہ جب وہ سواری سے اتریں تو ان کی خدمت کروں اور جب سواری پر سوار ہوں تو حدی خوانی کر کے اونٹوں کو تیار کروں خدا نے پھر اس زوجہ سے میری شادی کرا کے اسے بیوی بنا دیا۔ خدا کا شکر ہے جس نے دین کو زندگی بنایا اور ابوہریرہ کو پیشوا بنا دیا۔

سرکردہ تابعین حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو بازار میں پھرتے دیکھا جب وہ اپنے گھر میں بیٹھتے پوچھتے کھانے کی چیز تمہارے پاس ہے اگر انھوں نے کہہ دیا نہیں تو آپ فرماتے میں روزے سے ہوں۔

ابوہریرہؓ کچھ لالچی تو تھے نہیں نہ آپ پیٹو ہی تھے۔ آپ بھوک کے پیچھے ڈنڈا لیکر نہیں پھرتے تھے بلکہ اتنے کھانے پر اکتفا فرماتے جتنے میں زندگی رہ جائے سانس آتی جاتی رہے۔ اگر آپ کے پاس پندرہ چھوہارے ہوتے تو آپ پانچ کھا لیتے پانچ سحر کے لئے رکھتے اور پانچ دوسرے دن کے افطار کے لئے۔

آپ نے بہت دنوں ناداری میں گذارے تب جا کے کہیں راحت کا گھنیرا سایہ ملا اور خیر کثیر حصے میں آیا خدا نے آپ کے مال میں برکت دی۔ خدا کا شکر ہر وقت ادا کرتے اور محتاجی کے دنوں کو خوب یاد کرتے، لوگوں کو نعمت دہی کی یاد دلاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار پر ابھارتے رہتے۔ چنانچہ آپ کو ایک جگہ کے لوگوں نے بھنی ہوئی بکری کا گوشت کھانے کی دعوت دی آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے کوچ فرمایا

مگر آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر نہیں کھائی۔

مضارب بن حزن فرماتے ہیں کہ میں رات کی تاریکی میں سفر کر رہا تھا کہ ایک تکبیر کی آواز کان میں آئی میں نے تیزی سے اپنا اونٹ اس تک پہنچا دیا اور پوچھا کون صاحب ہیں آپ نے فرمایا کہ میں ابو ہریرہ رضؓ ہوں! میں نے دریافت کیا کہ یہ تکبیر کا کیا معاملہ ہے! کیا میں شکر خداوندی میں نہ پڑا رہوں! میں نے عرض کیا کہ کیا شکر آپ نے فرمایا کہ میں بسرہ بنت غزوان کا نوکر تھا خدا نے میری شادی اس سے کرا دی اب وہ میری بیوی ہے۔

آپ کے پاس جب مہمان آتے تو آپ اپنی ماں کے پاس بھیجتے کہ جا کر کہو کہ تمہارا بیٹا تم کو سلام کہہ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ کھلوا دو پھر وہ تین روٹیاں ایک سینی میں نمک اور روغن زیتون کے ساتھ بھیجدیتی! جب ان کا فرستادہ اس سینی کو ان کے سامنے رکھتا تو ابو ہریرہ رضؓ بڑی زور سے تکبیر کرتے اور کہتے خدا کا شکر جس نے ہمیں روٹی سے آسودہ کر دیا! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ بجز کھجور اور پانی کے دوسری غذا میسر نہ تھی۔

آپ کتان کے بنے ہوئے دستی رومال میں ناک سنکتے تھے اور فرماتے تھے واہ واہ ابو ہریرہ! اب کتان میں اپنی ناک لیتا ہے۔ تم نے وہ دن بھی تو دیکھے ہونگے کہ میں منبر و حجرہ عائشہ رضؓ کے مابین بے ہوش پڑا رہتا تھا آنے جانے والے سمجھتے کہ مجھے جنون ہے حالانکہ بجز بھوک کی شدت کے کچھ نہ ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کا جود وسخا

حضرت ابوہریرہؓ ناداری کے باوجود پاک دامن تھے لوگوں کو نفع پہنچانے ہاتھ کھلا رکھتے سخی تھے خیر پسندی مہمان نوازی میں طاق تھے۔ کشایش بھر خرچ میں فیاض تھے۔ جو ہاتھ میں ہوتا اسے کبھی روکتے نہ تھے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ان کی ناداری میں بخل کی ادنیٰ جھلک نہ تھی کمینہ پن عادات کا ان کی زندگی میں کہیں پتہ نہ تھا۔ لوگوں کی حاجت روائی کرتے۔ بھوکا رہنا دوسروں کے دسترخوان کی ریزہ چینی زلہ ربائی سے زیادہ محبوب تھی اپنی عسرت کی پوری زندگی میں اسلام کے مہمان تھے خدا کے رسول کے مہمان تھے اور آپ کے دوست بھی تھے۔

جب ان کو کشادہ حالی نصیب ہوئی تو غنا کی وجہ سے ان کے دل میں کوئی خشونت وقساوت پیدا نہ ہوئی دل پہلے ہی کی طرح نرم تھا۔ بلکہ مجسم جود وسخا تھے طحاوی بیان کرتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کی خدمت میں چھ مہینہ رہا مگر مجھے ابوہریرہؓ سے زیادہ سخا کسی میں نظر نہ آیا نہ مہمان نوازی ہی دکھائی پڑی۔

ابوعثمان مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے یہاں سات دن مہمان رہا انکی بیوی اور نوکر رات کو تین پہروں میں باری باری سے عبادت کرتے۔

ابوہریرہؓ پاکیزہ اخلاق پاک باطن تھے ان میں خیر پسندی اس درجہ میں تھی کہ مدینہ میں انھوں نے اپنے ایک مکان کو اپنے غلاموں پر صدقہ کر دیا تھا۔

آپ کے کرم کا ثبوت یہی بس ہے کہ آپ کس حد تک صدقہ فرماتے تھے اس کا ثبوت مروان بن حکم کے پیشکار کی وہ روایت ہے جس میں اس نے لکھا ہے

کہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو سو دینار بھیجے دوسرے دن کہلا بھیجا کہ وہ رقم آپ کے یہاں غلطی سے پہونچ گئی ہے وہ آپ کے بجائے ایک دوسرے کے یہاں جانی تھی تو ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ میں تو اسے خرچ کر چکا جب میرا مشاہرہ دینے لگو تو اسے کاٹ لو۔ مروان اس سے ابوہریرہؓ کی جانچ کرنا چاہتا تھا ورنہ وہ تو آپ کو دے ہی چکا تھا۔

دیکھ لیا آپ نے ابوہریرہؓ کی ناداری و مالداری تنگ حالی کشادہ حالی وہ کسی بدلے کسی شکرانے کے پیش نظر یہ عمل نہیں کرتے تھے بلکہ خالص لوجہ اللہ کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ اندازِ زندگی اسلام میں داخل ہونے کے پہلے ہی دن سے تھا۔ جس دن ابوہریرہؓ مدینہ کی ہجرت کرکے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ ابوہریرہؓ نے آپ سے ملاقات کے بعد اپنے اسلام کا اعلان فرمایا ادھر غلام بھی آ کھڑا ہوا پیغمبر خدا نے فرمایا ابوہریرہؓ تمہارا غلام آگیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے فوراً آزاد کرکے کہا کہ اسے خدا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔

ابوہریرہؓ نے کچھ یوں ہی اُسے آزاد نہیں کیا تھا بلکہ خدا کو راضی کرنے کے لئے بڑی خوش دلی اور بڑی مسرت کے ساتھ آزاد کیا تھا حالانکہ ان کا احتیاج معلوم تھا تو خدا نے بھی اس کا بدلہ اس سے عمدہ دیا اسلام کی دولت نصیب ہوئی پیمبر کی صحبت کا شرف بخشا گیا۔ یہی ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سعادت ابدی تھی جو ان کو نصیب ہوئی کیا اب اس سعادت کے بعد بھی کوئی سعادت رہ جاتی ہے؟

اپنے مال سے صدقہ کرنا انھیں بہت پسند تھا اس سے ان کو سکون دلی نصیب ہوتا تھا اس کا اجرا انھیں دوگنا ملتا تھا ایک عمل کا دوسرے صدقہ آپ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھتے ہوئے فرمایا کہ یہ درہم جو مجھے ملا ہے اسے صدقہ کرتا ہوں اور یہ صدقہ مجھے فلاں کے مال سے لاکھ دو لاکھ ملنے سے زیادہ پسند ہے۔

عہدِ فاروقی رضؓ میں گورنری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کو بحر بن علاء حضرمی کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا تاکہ وہاں اشاعتِ اسلام کریں لوگوں کو مسائل دینی سمجھائیں اور امور دینی کی تعلیم کریں۔ آپ نے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لوگوں کی ضرورت کے مطابق سُنائیں۔

عہد فاروقی میں آپ بحرین کے گورنر مقرر ہوئے آپ جب وہاں سے واپس ہوئے تو دس ہزار کی رقم آپ کے پاس تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کے دشمن خدا کے کتاب کے دشمن! اتنی بڑی رقم تم نے اپنی بنالی حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نہ میں خدا کا دشمن نہ خدا کی کتاب کا بلکہ ان دونوں سے دشمنی کرنے والوں کا دشمن ہوں تو فاروق اعظمؓ نے دریافت کیا کہ رقم کہاں سے آگئی میں نے جواب دیا گھوڑے پال رکھے تھے ان میں اضافہ اور غلاموں کی فروخت سے اچھی رقم حاصل ہوئی بہت سے لوگوں نے ہدیہ و تحائف بھیجے۔ آپ کی رقم کا جائزہ لیا گیا تو آپ کی بات ہی صحیح ثابت ہوئی۔

دوسری روایت میں ہے کہ گھوڑے جو میرے پاس تھے اُن کی نسل میں اضافہ ہوا اور جنگ سے مالِ غنیمت کا حصہ ملا۔ حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار کی رقم لے لی۔

ہمام بن یحییٰ کی روایت میں ہے کہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی حلیفہ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ گورنری تم کو کیسی لگی! تو آپ نے فرمایا مجھے تم نے گورنر بنایا حالانکہ مجھے پسند نہ تھی۔ اب تم نے یہ عہدہ لے لیا تو مجھے خوشی ہوئی آپ نے مجرمین سے چار لاکھ وصول کئے حضرت عمرؓ نے پوچھا کسی سے بیجا تو وصول نہیں کیا آپ نے فرمایا نہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا اپنے لئے کتنا وہاں سے لائے ہو تو آپ نے فرمایا بیس ہزار حضرت عمرؓ نے فرمایا اتنی رقم کیسے ملی آپ نے فرمایا میں تجارت کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنا راس المال اور حق المحنت لے کر باقی بیت المال میں داخل کر دو۔

حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کو دوسرے گورنروں کے برابر مال میں حصہ دیا ابوہریرہؓ فرماتے کہ میرے خدا امیر المومنین کی مغفرت فرما۔

حضرت عمرؓ نے اس کے بعد گورنر بنانے کی پیش کش کی تو آپ نے انکار کیا اس پر فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تم اس منصب کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام جو تم سے بہت زیادہ بہتر تھے ان کو گورنری کا منصب دیا گیا اور انھوں نے قبول کیا۔

آپ نے جواب دیا کہ یوسفؑ نبی ابن نبی تھے اور میں ابوہریرہ بن اسیمہ ہوں اور تمہاری ماتحتی میں گورنری کرنے سے تینتیس[۳۳] بار توبہ کرتا ہوں

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پینتیس کیوں نہ کہدیئے، آپ نے فرمایا وہی کافی ہے اس لئے کہ کوئی بات بغیر علم کے کہنے میں مجھے ڈر لگتا ہے، بلا غیر معمولی غور کے فیصلہ کرتے جھجکتا ہوں، میری پیٹھ اس لئے نہیں ہے کہ اس پر ڈنڈے پڑتے جائیں نہ میرا مال اس لئے ہے کہ اسے لوٹ لیا جائے، میری آبرو اس لئے نہیں کہ گالیوں کی نذر ہو۔

لب پہ ہنسی کھلی ہوئی سینہ میں غم لئے ہوئے ✤ اور بھی سوز بڑھ گیا آنکھ ہونم لیئے ہوئے
کہدو ہر ایک کریم سے رہیئے کرم لئے ہوئے ✤ تیرے فقیر ہو گئے سب کے کرم سے بے نیاز

حضرت ابوہریرہؓ دورِ عثمانؓ میں

حضرت عثمان پر مخالفین نے جب گھیرا ڈالا اس وقت حضرت ابوہریرہؓ کچھ صحابہ اور ان کے لڑکوں کے ساتھ ان کے مکان میں گئے تاکہ حملہ آوروں کو روکا جا سکے۔ ان مہاجرین انصار کی تعداد تقریباً سات سو تھی ان میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حسین و حسنؓ، مروان، ابوہریرہؓ اور دوسرے بہت سے متعلقین و خدام موجود تھے۔ اگر حضرت عثمانؓ ان کو اجازت دیتے کہ ان کی طرف سے حملہ آوروں کا دفاع کیا جائے تو یہ لوگ مخالفین کا منہ پھیر دیتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ اتنے صلح جو و صلح پسند تھے کہ بجائے دفاع کرنے کے موجودہ اعوان و اعیان سے یوں فرمایا کہ جن لوگوں پر میرا کوئی حق ہے ان سب کو میں قسم دیتا ہوں کہ وہ ہاتھ نہ اٹھائیں اور بجائے دفاع کے اپنے گھروں کی راہ لیں اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جو اپنی تلوار میان میں کرے گا وہ آزاد ہوگا اس طرح

دفاع کرنے والوں کے ہاتھ بھی بیکار ہو گئے۔ اور اندرونی طور پر کسی لڑائی کا امکان نہ رہا مگر باہر مخالفین کا ٹھٹھہ موجود تھا وہ اور بھی گرم ہو گیا۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر میں موجود تھے حضرت عثمانؓ کے اس فرمان کے بعد کیسے کسی سے لڑتے یا کسی کو مقابلہ میں بلاتے۔ لیکن جب مخالفین آگے بڑھے تو خواہ مخواہ ہمدردوں میں جوش آیا حضرت عثمانؓ کی نصیحت لوگوں کے دھیان میں نہ رہی، دفاع میں معززین اکثر نکل پڑے پھر دوسرے پھر تیسرے اس طرح لوگ گتھم گتھا تھے، اس حالت میں حضرت ابوہریرہؓ متوجہ ہوئے اس مجمع سے فرمایا کہ اب کیا دیکھتے ہو۔ ایسی صورت میں جنگ ہی اچھی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ اے قوم کے لوگو تم کو میں نجات کی راہ دکھاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی راہ پر لگاتے ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے ایسے سنگین حالات میں مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ کی جانب سے مدافعت کی اجازت دے دی بلکہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آخری سانس تک جمے رہے۔ حدیث کی سب کتابوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مدافعین عثمانؓ میں موجود تھے، اجلّہ صحابہ بھی موجود تھے اور اور بعضوں کے صاحبزادگان بھی موجود تھے، اگرچہ حضرت عثمانؓ نے اس مدافعت کی سختی سے ممانعت کی چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کے انتقال کے بعد ان کا جنازہ آلِ عثمانؓ لے کر چلے حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کے تعلق کا لحاظ و پاس تھا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ گورنر مدینہ نے بھی وارثان ابوہریرہؓ کی خبر گیری کا فرمان جاری کیا اس لئے کہ وہ معاصرین عثمانؓ میں تھے

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں بھی موجود تھے۔

میں تو صنم کدے میں بھی محو اذان شوق تھا ؛ شیخ حرم میں بھی رہا دل میں صنم لئے ہوئے
میری نگاہ میں عیاں حادثہ ہائے دو جہاں ؛ اہل جہاں نہیں آج بھی ساغر جم لئے ہوئے

حضرت ابوہریرہ رضؓ دورِ علی رضؓ میں

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد پانچ سال تک ثقات مورخین نے حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں بالکلیہ خموشی اختیار کی ہے ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کے واقعات میں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت شامل ہے حضرت ابوہریرہؓ کا کوئی ذکر نہیں ملتا صرف زیاد بن عبداللہ لکائی کی ابن حکم کلبی کے ذریعہ ایک روایت ملتی ہے۔ کہ حضرت معاویہؓ نے بسر بن ابی ارطار کو ۴۰ھ میں حجاز روانہ کیا وہ مدینہ آئے تو حضرت علیؓ کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے انھوں نے گورنری چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کی بسر نے یہاں امیر معاویہؓ کی خلافت پر لوگوں سے بیعت لی پھر وہاں سے مکہ گئے اور مکہ سے یمن گئے یمن میں شمعانِ علیؓ کی ایک بڑی جماعت کا قتل عمل میں آیا حضرت علیؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے جاریہ بن قدامہ کو دو ہزار فوج کا سربراہ بنا کر اور وہب بن معود کو دو ہزار کی ایک ڈویزن پر کمانڈر بنا کر بسر کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، بسر اور اس کے ہمدرد بھاگ کھڑے ہوئے۔ جاریہ نے حضرت علیؓ کی خلافت پر دوبار بیعت لی اور جب حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہونچی تو حضرت حسنؓ کے لئے بیعت لینا شروع کر دیا جب وہ مدینہ آئے تو حضرت ابوہریرہؓ لوگوں کے ساتھ

نماز پڑھا رہے تھے حضرت ابو ہریرہؓ بھاگ اٹھے اس پر جاریہ نے کہا کہ یہ بند رکا بچہ مل جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتا۔ اور حضرت حسنؓ بن علیؓ کی بیعت لے کر ایک دن قیام کرکے کوفہ روانہ ہوگئے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ واپس آکر نماز پڑھانے لگے۔

جاریہ کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا فرار ایک بے معنی بات ہے وہ تو مدینہ کے گورنر معاویہؓ سے پہلے رہ چکے تھے بلکہ اس فرار کا مقصد ایسے مواقع پر فاتحین کی جانب بعض بے جا تشدد سے فاتح کو روکنا مقصد تھا جو دیکھنے میں بھی آیا کہ ایسی صورت میں جاریہ ایک دن کے قیام کے بعد سب خیریت کا اندازہ کرکے کوفہ روانہ ہوگئے۔

جاریہ کو جو غصہ آیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ خدا نخواستہ حضرت علیؓ کے دشمن اور معاویہؓ کے ہمدرد تھے بلکہ ان کا غصہ اس پر تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ابو ایوب انصاریؓ کے مدینہ کی غیر حاضری کے زمانے میں نماز کی امامت کرنا شروع کردی جب کہ وہ ابھی معزول نہ تھے ان کو اس سلسلہ میں بدگمانی ہوئی اور ان پر سختی کرنی چاہی حالانکہ لوگوں نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے روپوش ہو جانے کی وجہ سے ان کی جلالت شان کے پیش نظر امام بنالیا تھا۔

جہاں تک اندازہ لگتا ہے ارجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس فتنے سے الگ رہے اور لوگوں کو بھی الگ رہنے ہی کی ہدایت کی اس واسطے کہ ان کے سامنے وہ حدیث تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے کچھ دنوں بعد شورشیں اٹھیں گے ان شورشوں میں بیٹھا ہوا، کھڑا رہنے سے اچھا ہوگا اور کھڑا رہنا چلنے والے سے اچھا ہوگا، اور چلنے والا

دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو اس سے قریب ہوگا عیب دار ہو جائے گا اور جسے کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا مل جائے تو اس کو اس پناہ میں چلا جانا چاہیے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہونچی کہ ابوہریرہؓ ان فتنوں اور اختلافات میں شریک رہے سوائے اس روایت کے جو ابو جعفر اسکافی نے ذکر کی ہے کہ نعمان بن بشیرؓ جب دمشق سے حضرت علیؓ کے پاس مدینہ قتال کے ختم کرنے اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابوہریرہؓ ان کے ساتھ تھے جس میں انھوں نے پیش کش کی کہ شام و مصر امیر معاویہ کے قبضے میں رہے اور عراق و حجاز حضرت علیؓ کے زیر نگیں رہے۔ یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ کسی ثقہ مورخ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور مجھے بجز فتح البلاغہ کی شرح میں ابو جعفر سے بلا سند روایت کے کوئی اور دوسری روایت نہیں ملی اس لئے کہ اس خبر کی صحت پر (جب کہ دوسری روایاتِ صحیحہ اس کے مخالف موجود ہیں) یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

اگر کسی طرح ہم اس کو تسلیم بھی کرلیں تو اس سے ابوہریرہؓ کے فتنے میں شریک ہونے کا کہاں سے پتہ ملتا ہے کہ اس بات کا اندازہ ہوتا کہ وہ حضرت علیؓ یا امیر معاویہؓ میں سے کسی ایک گروہ کے ساتھ تھے بلکہ ان کے کمال یکسوئی کا پتہ چلتا ہے اور صحابہ کے نزدیک ان کی جلالت شان کا علم ہوتا ہے اور حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے نزدیک ان کے مرتبہ کا اندازہ لگتا ہے اس لئے کہ وہ ماحول کو خوشگوار بنانے جنگ و خونریزی کو روکنے اور فریقین کو صلح و صفائی کی طرف بلانے میں لگے ہوئے تھے ان کی یہ مشغولیت انکے

علوِ اخلاق، حسنِ کردار اور مسلمانوں کو کلمۃُ المسلمین پر جمع کرنے اختلافات سے گریز اور حق پسندی وحق پذیری کی واضح دلیل ہے۔

بالفرض ایسا ہو تب بھی یہ پتہ نہیں لگتا کہ ابوہریرہؓ کسی گروپ کے ساتھ تھے بلکہ اس سے تو ان کے مسلمانوں میں مقبولیت عامہ اور اعزازِ تام کا پتہ چلتا ہے۔ پھر ہم کو اس روایت کی حجت کے چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے جب کہ اس سے زیادہ موثق ومعتبر اخبار روایات ہمارے پاس موجود ہیں۔

کیسے پہنچ سکیں گے وہ منزلِ یار کی طرف ٭ سوزِ عزم سے بے خبر ساز صنم لیے ہوتے

حضرت ابوہریرہؓ گورنر مدینہ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علیؓ نے امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کرلی اور خود کو خلافت سے الگ کرکے امیر معاویہؓ بن سفیان کو وہ جگہ عنایت فرمادی مسلمانوں میں اتحاد ہوگیا اور تمام ممالک اسلامیہ میں امن وسلامتی کا دَور دَورہ ہوگیا امیر معاویہؓ نے گورنروں کا تقرر کرکے ممالک اسلام کے مختلف حصوں میں روانہ کردیا مروان بن حکم اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔ حضرت معاویہؓ جب ان سے ناراض ہوئے تو حضرت ابوہریرہؓ کو گورنر مقرر فرمادیا اور جب حضرت ابوہریرہؓ سے ناراض ہوئے تو آپ کو معزول کرکے پھر مروان ہی کو گورنر بنادیا۔

مروان نے ابوہریرہؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ مقرر کردیا تھا جب وہ حج کے لئے معاویہؓ کے گورنر کی حیثیت سے روانہ ہوئے تھے مروان مدینہ کا گورنر ۴۲ھ سے ۴۷ھ یا ۴۸ھ تک رہا اس کے بعد امیر معاویہؓ نے اسے معزول کردیا مروان نے اپنی گورنری کے زمانہ میں ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں دوبارہ حج کیا

اور دونوں مرتبہ اپنی جگہ پر حضرت ابوہریرہؓ کو اپنا نائب مقرر کرکے حج کے لئے گیا تھا غالباً یہ نیابت دونوں مرتبہ یا صرف ایک مرتبہ عمل میں آئی۔

یہ حضرت ابوہریرہؓ کے کردار کا مختصر جائزہ ہے جو انھوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کے دور خلافت تک پیش آیا جس کے آخر میں تو ان کا انتقال ہی ہوگیا۔ یہ حادثات اور ان کی روایت اس قدر مختلف و پیچیدہ ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی کے کردار کی صحیح تصویر پیش کرنا ایک مشکل کام بن گیا ہے۔ خاص کر اسے سیاسی بکھیڑوں نے اور بھی الجھادیا ہے اس لئے کہ روایات کثرت سے ہیں پھر ان میں اختلافات بھی اسی کثرت سے ہیں اور صحیح روایات کم ہیں اور ان روایات میں ابہام و اغلاق ہے جس سے مطلب نکالنا بھی بڑا مشکل کام ہے۔

بہر حال اتنا تو ہر ایک کو ماننا ہی پڑے گا کہ ابوہریرہؓ عہد تقویٰ میں فتنہ کے سر اٹھانے اور خوں ریزی کے سخت مخالف تھے اسطرح حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث پر بلا سبب بلا دلیل حملہ سے بھی سخت نالاں تھے۔ اسی وجہ سے وہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ساتھ ان کے گھر کے محاصرہ کے وقت تھے اور اس دور میں جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے اختلاف کا زمانہ کہلاتا ہے بالکل یکسو رہے وقتی طور پر وہ حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کے گورنر رہے خواہ وہ امیر معاویہ کی طرف سے اِصَالَۃً یا مروان کی طرف سے وِکَالَۃً جب کہ وہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور جہاد

اس سے پہلے یہ آچکا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جب یمن سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو وہ زمانہ غزوہ خیبر کا تھا آپ وہیں پہنچے پیمبر خدا بھی وہیں تھے یہاں پہونچ کر آپ اپنے دوسرے یمنی ہمسایوں کے ساتھ ہو گئے جن کی سربراہی حضرت طفیل بن عمر فرما رہے تھے اس سے پیمبر خدا کو مسرت ہوئی اور مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ دیا گیا اور ان لوگوں کو فوج کے میمنہ میں مقرر کیا گیا اور ان کے شعار کو مبرور قرار دیا گیا۔

اس طرح خیبر کی جنگ وہ پہلا معرکہ تھا جس میں ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے اگرچہ آپ کی شرکت معرکہ خیبر جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہوئی پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ بڑی جنگ میں بھی رہے۔

اتفاقی طور پر پیمبر خدا نے آپ کو اپنا نمائندہ بھی بعض موقعوں پر بنا کر بھیجا چنانچہ حضرت امام احمد سلیمان بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض نمائندہ وفود میں نمائندگی عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگر فلاں اور فلاں دو شخصوں کو جن کا تعلق قریش خاندان سے ہے ملاقات کرو تو ان دونوں کو جلا کر خاکستر کر دو، جب ہمارا وفد نکلنے کے لئے تیار ہوا تو آخری اجازت کے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو خاکستر کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ کام کہ کسی کو جلایا جائے خدا کے تو مناسب ہے اس لئے اب

تم ان دشمنوں کو پاکر قتل کر دینا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بعض سریات میں بھی روانہ کیا ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے فوجوں کی روانگی اور ان کی سلامی کے باب میں ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے مجھے رخصت کیا اور رخصت کے الفاظ یہ تھے اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِي لَا يُضِيعُ وَدَائِعَهُ۔ میں خدا کی سپردگی میں تمہیں دیتا ہوں اس کی سپردگی میں کوئی ضائع نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے آپ کے وصال کے بعد کبھی جہاد فی سبیل اللہ کو ترک نہیں کیا اور کیسے چھوڑ سکتے تھے جب کہ خود زبانِ نبوت سے سن چکے تھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے یہ بات دل سے بھاتی ہے کہ میں خدا کی راہ میں جنگ کروں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو کر جنگ کروں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندگی کے ساتھ اٹھ کر جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں، اور یہ حدیث بھی آپ سے سنی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں لڑنے والے کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان کے نصیبے میں جمع نہیں ہو سکتا جس طرح ایمان اور بخل ایک مومن کے قلب میں اکٹھا نہیں ہو سکتے۔

جب بھی ضرورت پڑے تو میں جہاد پر جاؤں۔ ہم حضرت ابوہریرہؓ کو مدافعت کرتے ہوئے جنگ کی صفوں میں دیکھتے ہیں، وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی جنگ جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صف آرا نظر آئے وہ مرتدین سے جنگ تھی امام احمد مکمل سند عبید اللہ بن عبد اللہ بن عید بن معوذ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہاں جب انھوں نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو ان کا خون اُن کا مال اب محفوظ ہو گیا ہاں کسی کے حقوق کی تلافی میں اُسے لیا جا سکتا ہے ان کا حساب خدا کے سپرد ہے جب فتنہ مرتدین سامنے آیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم ان سے جہاد کرو گے اور پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں نماز اور زکوٰۃ کے احکام کو الگ الگ نہیں کر سکتا جو ان دونوں کو الگ کر چکا میں اس سے خونریز جنگ کروں گا پھر ہم نے آپ کی رہنمائی میں جنگ کی اور جب غور کیا گیا تو اس کو سچ اور ہدایت سمجھا گیا اس کے قائل ابوہریرہؓ ہیں۔

ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ یرموک کی جنگ میں بھی حضرت ابوہریرہؓ موجود تھے۔ آپ کے جہاد فی سبیل اللہ سے تعلق اور اسلام کے پرچم تلے شہادت و محبت کو ہم امام احمد کی اس روایت کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں جس میں انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے ہم لوگوں سے ہندوستان کے جہاد کا پیمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا کہ تم اگر اس جنگ میں شہید ہوئے تو اعلیٰ و پسندیدہ شہداء کی فہرست میں شمار ہو گے اور اگر وہاں سے سلامت واپس ہوئے تو ابوہریرہؓ آزاد کہلاؤ گے۔

مزاجِ حضرت ابوہریرہؓ

حضرت ابوہریرہؓ کے مزاج میں نہ تو خشکی تھی نہ آپ کے دل میں قساوت تھی، نہ طبیعت میں خشونت تھی نہ آپ کا برتاؤ بُرا تھا، بلکہ آپ پاکیزہ مزاج

خوش اخلاق پاک باطن تھے۔ آپ کا فقر اور صبر ایسا نہ تھا کہ آپ کے مزاج میں تلخی پیدا کر دیتا بلکہ آپ اپنی طبیعت سلیمہ سے اپنے رنج و مصائب کو اس طرح دھو دیتے گویا ان سے کبھی ان کو پالا ہی نہیں پڑا آپ میں ہر انداز گفتگو ہر طرف زندگی سے نپٹنے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ آپ خدا کے راستہ میں دلخراش طعنوں کی پروا نہ کرتے آپ ناداری و تونگری دونوں حالتوں میں یکساں رہے آپ نے دنیا کو بازار سے گزرنے والے کی طرح دیکھا۔ خریدار کی طرح نہیں۔ آپ کو گورنری سپرد ہوئی تو آپ میں نخوت کی بُو تو کیا ہوئی اس نے تو آپ کو اور بھی فروتنی اور خاکساری سکھا دی۔

مروان نے آپ کو بارہا مدینہ کا گورنر بنایا لیکن آپ اس زمانے میں بھی گدھے ہی پر سوار ہو کر نکلتے تھے اس پالان کے بجائے کمبل کا ایک ٹکڑا ہوتا تھا اور سر پر کھجور کی چھال کا گٹھا ہوتا تھا آپ اس شان سے مدینہ میں نکلتے لوگ دیکھتے تو فوراً راستہ سے ہٹ جاتے کہ امیر مدینہ آ رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بازار سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے گذرتے تھے اور آپ مدینہ کے گورنر بھی تھے تو ثعلبہ ابن ابی مالک قرظی کہتے کہ راستہ چھوڑ دو امیر المومنین گذر رہے ہیں آپ فرماتے خدا تم پر رحم فرمائے یہی کافی ہے تم نے بہت کچھ کر دیا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ امیر مدینہ کی بھی کیا شان تھی لوگ راستہ چھوڑ رہے ہیں اور گٹھا ابوہریرہؓ کے سر پر ہوتا تھا۔

زندہ باد! ابوہریرہؓ اور ان کی امارت زندہ باد! اسلام جس نے اپنے فقیر کو بھی وہی مرتبہ دیا جو اس کے امیر کو حاصل تھا یعنی کہ رعیت کا معمولی فرد اپنے

امیر سے راستہ کی تنگی پر مزاحم ہوتا تو آپ اس کو اتنی جگہ دیتے جس سے وہ گذر جاتا سر پر بوجھ لدا ہوتا آؤ شوشلزم کے پجاریو آؤ اور بتلاؤ اب اس مساوات کے بعد بھی کوئی مساوات ہے اور اس فروتنی کے بعد بھی کوئی فروتنی ہے۔ اس پاک باطنی سے اونچی بھی کوئی پاکی ہے؟ اس پاکیزہ نفسی کے بعد بھی کوئی پاکیزگی رہ جاتی ہے انصاف سے بتادو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے سامنے ابو ہریرہؓ کھڑے ہیں، اور آخر میں یہ کہ ابو ہریرہؓ کے پاس بچوں کی مرضیات کا گہرا علم تھا کہ بچوں کو سب سے زیادہ بھانے والی دل بھلانے والی باتیں ہنسی دل کی لگی ہوتی ہیں آپ ان کے سامنے بچے بن جاتے ہنساتے کھلاتے ایسی حرکتیں کرتے جن سے بچے کھلکھلا پڑتے ان کے دلوں میں زندگی آجاتی۔ مسرت جاگ اٹھتی۔

رات کو بچے آنکھ مچولی کھیلتے آپ اس میں چپکے سے گھس جاتے بچوں کو خبر بھی نہ ہوتی جب کہ نفسیات اطفال کا من بھانا بھی کسی کو معلوم نہ تھا نہ اس پر ضخیم مجلدات میں کتابیں لکھی ہوئی تھیں نہ تربیت اطفال کا علم تھا نہ مرکز نہ تصانیف نہ اس کی تربیت کے مراکز دنیا کے کسی حصے میں تھے کھیل کھیل میں اچانک نکل آتے اور پاگلوں کی طرح زمین پر دھم دھماتے بچے ہنس پڑتے پھر اکثر ایسا ڈراتے کہ بچے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوتے اور سب ہنستے جاتے اور بھاگتے جاتے۔

اپنے احباب میں بھی آپ کی پُر لطف باتوں کا سلسلہ رہتا مگر اس بذلہ سنجی میں وقار و ادب ملحوظ رہتا۔ اس میں نہ کسی بدذوقی اور پھوہڑپن کا

کوئی انداز و مظاہرہ ہوتا بلکہ ان سے بڑی بڑی باتیں نکلتیں اور حکمت معلوم ہوتی۔ اس میں ایک طرف نشاط و سرور کے گنجینے ہوتے تو دوسری طرف علم و حکمت کی گہرائیاں بھی ہوتیں آپ خود بھی مذاق فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کا موقع دیتے یہ مذاق ایسے لطیف ہوتے کہ نہ تو کسی کے دل پر غبار آتا نہ کسی کا جی میلا ہونے پاتا۔

ان واقعات میں سے یہ مزاح جو ابورافع نے نقل کیا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو رات کے کھانے پر بلاتے اور فرماتے یہاں عراق میں امیر المومنین کو چھوڑ دو کہ وہ غم حیات میں پڑے رہیں۔ تم لوگ یہاں آؤ اس طشت میں خراج وصول کرو۔ ہم لوگ دیکھتے تو روغن زیتون سے تر بتر ثرید طشت میں موجود ہوتی۔

دیکھ لیا آپ نے ابوہریرہؓ کو ان کا اترانا بھی خوب تھا ان کا ہنسنا ہنسانا بھی کیا تھا۔ سلام اس پاکیزہ نفسی پر اُس پاک باطنی پر۔ سلام اُن کے اخلاقِ عالیہ پر۔

حضرت ابوہریرہؓ کی اخلاقی جھلکیاں

مروان نے ابوہریرہؓ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا اس وقت آپ ذی الحلیفہ میں تھے آپ کی والدہ کا مکان الگ تھا اور آپ کا الگ۔ جب آپ گھر سے باہر آنے کا ارادہ کرتے تو آپ والدہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے نادرِ مشفقہ سلام عَلَیک۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ جواب میں فرماتیں

وعلیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آپ کہتے خدا آپ کی خبرگیری فرمائے جیسی آپ نے بچپن میں میری نگاہ داشت فرمائی تو آپ کی والدہ فرماتیں خدا تمہیں بلند کرے جس طرح تم نے بڑھاپے میں میری عزت کی۔ جب آپ گھر میں داخل ہوتے تب بھی یہی انداز آپ کا ہوتا۔

آپ نے حدیث رسول کا کلیتہً امتثال فرمایا جب کہ پیمبر خدا سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ آپ مجھے کس چیز کا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی کا پھر دوبارہ اس نے یہی سوال کیا اور آپ نے جواب میں فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی۔ پھر سہ بارہ اس نے وہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی پھر چوتھی بار اس نے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ بھلائی پھر جب پانچویں بار اس نے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا باپ کے ساتھ۔ آپ نے اس تعلیم کو ایسا گرہ میں باندھا کہ جب تک آپ کی والدہ زندہ رہیں آپ نے ان کی خدمت کے پیشِ نظر حج نہیں کیا۔

لوگوں کو حسنِ اخلاق کی تعلیم فرماتے اور خیر کی طرف بلاتے تھے چونکہ حدیث نبی کان میں پڑی تھی کہ آپ نے دو شخصوں کو دیکھا تو ایک طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ تمہارا کون ہے اس نے جواب دیا میرے والد۔ تو فرمایا کبھی ان کا نام لے کر نہ پکارنا ان کے آگے نہ چلنا ان کے آگے نہ بیٹھنا یہ روایت بخاری کی ہے

اور فرماتے جو مسلمان بھائی سے ملے سلام کرے اگر اس کے سلام کے بعد سامنے درخت یا دیوار کا فاصلہ بھی آجائے تو سلام کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے اور

سب سے نکما وہ ہے جو دعا میں کوتاہی کرے۔

آپ صلہ رحمی رشتہ داروں کی پرسشِ احوال فرماتے اور قطع رحم اور اقارب سے بے تعلقی کو منع فرماتے۔ جیسا کہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ابوایوب سلیمان رضؓ حضرت عثمانؓ کے غلام نے روایت کیا کہ ہمارے یہاں حضرت ابوہریرہؓ پنجشنبہ کے دن جمعہ کی رات میں تشریف لاتے تو جاتے وقت آپ نے فرمایا ہمارے سامنے سے وہ چلا جائے جو قاطع رحم ہو آپ نے یہ تین بار فرمایا مگر کوئی نہیں اٹھا۔ پھر ایک جوان جس نے اپنے پھوپھی سے دو سال سے بے تعلقی کر رکھی تھی اپنی پھوپھی کے پاس آیا۔ پھوپھی نے پوچھا بھتیجے کیسے آئے ہو انھوں نے کہا کہ سنا ہے کہ ابوہریرہؓ تشریف لائے تھے اور یہ یہ فرما گئے ہیں تو ان کی پھوپھی نے کہا کہ جا کر دریافت کرو انھوں نے یہ بات کس بنیاد پر کہی تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعہ کی رات میں خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں قاطع رحم کے اعمال کو قبول نہیں فرماتے باقی کے اعمال قبول کر لیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ لوگوں کو چشم پوشی اور تسامح پر ابھارتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے رہیں اور عیوب سے آنکھ بند رکھیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اس کو غیر کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر اسے دکھائی نہیں پڑتا۔

آپ خاکسار و متواضع تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کا نمونہ بچوں کو کھانا

کھلانا اور ان سے نرمی و شفقت کا برتاؤ کرنا تھا۔

مرض الموت

حضرت ابوہریرہؓ بیمار ہوئے مروان بن الحکم آپ کی عیادت کے لئے آئے اور کہا کہ خدا پاک ابوہریرہؓ کو اچھا کر دیجئے آپ نے فوراً فرمایا کہ اے خدا اب تو تجھ سے ہی ملنے کی آرزو ہے میری یہ آرزو پوری فرما دیجئے مروان عیادت کے بعد واپسی میں ابھی اپنی سواری پر بھی نہ بیٹھا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

آپ لوگوں کو نصیحت فرماتے ان کو اچھائی کا حکم فرماتے اور زمانے کی برائیوں سے رکنے کی ہدایت کرتے اسی طرح دنیا میں الجھنے سے بھی روکتے یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

آپ کی عیادت کے لئے ابوسلمہ عبدالرحمٰن تشریف لائے انھوں نے شفا کی دعا کی آپ نے فرمایا اے خدا اب مجھے واپس نہ کیجئے یہ کلمہ آپ نے دوبار اپنی زبان سے نکالا۔ پھر فرمایا ابوسلمہ موت اگر تمہارے قابو میں ہو تو مرنا ہی اچھا ہے اس لئے کہ جس خدا کے قبضے میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کے تم سے کہتا ہوں کہ مجھے وہ دن دور نہیں دکھائی پڑتے جب علماء پر وہ دور ہوگا جس میں وہ موت کو سرخ سونے سے زیادہ پسند کریں گے اور وہ دن بھی دور نہیں ہے جب کوئی کسی مسلمان کی قبر پر پہونچے گا تو آرزو کرے گا کہ اے کاش میں ہی اس قبر کا مکین ہوتا۔

حضرت ابوہریرہؓ کو مرض الموت میں رونا آگیا لوگوں نے دریافت کیا

ابوہریرہؓ آپ کے آنسو کیوں نکل پڑے آپ نے فرمایا یہ دنیا، اس کی متاع چند روزہ مجھے نہیں رُلا رہی ہے بلکہ میں سفر میں منزل کی دوری اور زادِ سفر کی کمی پر رُو رہا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں کہ میری فرودگاہ جنت اور جہنم میں سے کیا ہیں سواری ہے کہ زناٹے بھرتی جارہی ہے۔

جب آپ پر موت طاری ہو گئی تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میری موت کے بعد خیمہ نصب نہ کیا جائے اور آگے آگے تو بخورات کے لئے جل رہی ہو اور میرا جنازہ جا رہا ہو ایسا نہ کیا جائے میرا جنازہ تیزی سے قبرستان پہونچایا جائے اس لئے کہ میں نے سنا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ جب رجل صالح سریر جنازہ پر ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی پہنچاؤ اور کافروں کا جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کہاں لئے جارہے ہو حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہر مرض سے زیادہ مجھے بخار پسند آتا ہے اس لئے کہ بخار پورے جسم کا مرض ہے باری تعالیٰ ہر عضو کے حصے کے مطابق بیماریوں کا اجر تقسیم فرماتے ہیں یہاں ہر عضو مبتلا ہو تو ہر عضو اپنا حصہ پاجائیگا۔

وفاتِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی موت کے بارے میں مورخین مختلف ہیں۔

ہشام بن عروۃ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کا ۵۸ھ میں انتقال ہوا یہی رائے ملا علی کی ہے اور علی بن المدینی بھی اس رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔

ابو منشر نے کہا ہے آپ کا وصال ۵۸ھ میں ہوا۔

واقدی ابو عبید نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال بعمر ۷۸ سال ۵۹ھ میں ہوا۔ انھوں نے حضرت عائشہؓ کی نماز جنازہ میں رمضان ۵۸ھ میں شرکت کی تھی اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی نماز جنازہ بھی شوال ۵۹ھ میں ادا کی اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

روایات کا اختلاف

ابن حجر نے واقدی کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ واقدی کی کھلی غلطیوں میں سے ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ ۶۱ھ تک حیات تھیں صحیح مسلم کی روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ازواج مطہرات میں سے آپ نے جس کے جنازے میں شرکت کی وہ حضرت عائشہؓ ہیں جیسا کہ ہشام بن عروہؓ نے کہا ہے کہ دونوں کا وصال ایک ہی سال میں ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ وفات ام سلمہؓ کے سلسلے میں جو غلطی واقدی سے ہوئی اس سے ابو ہریرہؓ کے وفات کی غلطی کہاں سے نکل آئی۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ درست بات یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کا وصال حضرت ابو ہریرہؓ کے بعد ہوا اور بہتوں نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ۵۹ھ میں وفات پا گئے تھے۔

ہشام بن عروہ حضرت عائشہؓ کے قریبی رشتہ داروں میں ہونے کی وجہ سے دوسرے روایت تحصیل کی خصوصیت کی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ زیادہ قابل وثوق ہیں یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ ان کی وفات ۵۷ھ میں ہوئی حضرت عائشہؓ کی وفات البتہ ۵۸ھ میں عام طور سے مشہور ہے اگر اسی سال حضرت

ابوہریرہؓ کا وصال بھی ہوا تو پھر متعین ہے اور اگر چند مہینے کا گیپ تسلیم کر لیا جائے جو چند مہینے سے زیادہ نہیں ہے تو ممکن ہے کہ ۵۹ھ کے ابتدائی تاریخوں میں وفات ہوئی ہو۔

جب آپ کا وصال ہوا ہے تو ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر ہوئے کہ مروان کو ۵۷ھ میں حضرت معاویہؓ معزول کر چکے تھے۔ ولید نے نماز جنازہ پڑھائی تھی ان کے جنازے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ موجود تھے اور مروان بن حکم بھی موجود تھے ابن عمرؓ جنازے کے بائیں جانب کا اگلا حصہ تھامے ہوئے تھے۔ اور تلقین ترحم کثرت سے فرماتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کی اولاد جنازہ بردار تھی اور بقیع کے مدفن تک اسی انداز میں لے گئے اولاد کو ان کی اُس رائے کا پاس تھا جو حضرت عثمان کے بارے میں تھی۔

ولید بن عتبہ گورنر مدینہ نے حضرت معاویہ کے پاس حادثہ موت کی اطلاع کی تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ ان کے وارثین کو دس ہزار درہم دے دیئے جائیں اور ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے اس لئے کہ وہ ناصرین عثمان میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے مکان میں موجود تھے۔

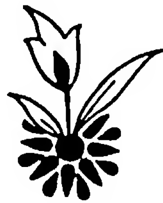
خاندان و پسماندگان

حضرت ابوہریرہؓ نے عتبہ بن غزوان گورنر صحابی مشہور کی ہمشیرہ بسرہ بنت غزوان سے شادی کر لی تھی اور غالباً یہ شادی پیمبر خدا کے وصال کے

بعد عمل میں آئی آپ اس شادی سے بے حد مسرور تھے اور بسرہ بنت غزوان سے شادی کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اس پر مسرت کا اظہار کرتے خدا کا شکر بجا لاتے۔

آپ نے بھی اولادِ نرینہ حضرت محرزؒ و عبدالرحمٰن و بلال اور ایک صاحبزادی جن کا نام تاریخ نے بھلا دیا پسماندگان میں چھوڑا۔

محرزؒ مدینہ ہی میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں انتقال کر گئے انھوں نے پدر بزرگوار سے براہ راست حدیثیں روایت کیں اور حضرت فاروقؓ اعظم سے اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی اور آپ سے آپ کے صاحبزادے، مسلم ابن شہاب زہری، عامر شعبی، ابن عقیل عطا، عکرمہ، مصعب، عبداللہ بن طمریزؒ نے حدیث روایت کی آپ کی مرویات کم ہیں۔



باب دوم

حضرت ابوہریرہ رضہ کی علمی زندگی

(۱) آپ کا حرص حدیث طلبی (۲) ناقابل فراموش جستجوئے علم (۳) آپ کی مجلسِ حدیث اور اشاعتِ حدیث (۴) کثرتِ حدیث وسعتِ علم (۵) آپ کا حافظہ (۶) کذب سے احادیث کو بچانے کی سعی (۷) ابوہریرہؓ قاضی کی حیثیت میں (۸) آپ کے شیوخِ حدیث وتلامذہ (۹) آپ سے مروی حدیثوں کی تعداد (۱۰) آپ کی روایت کے نمونے (۱۱) ابوہریرہؓ دوسروں کی زبان سے (۱۲) ابوہریرہؓ روایت میں اصح الطرق (۱۳) ابوہریرہؓ فتاوی کی روشنی میں۔

دیباچۂ حیات

غزوہ خیبر سے واپسی کے بعد آپ کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف چار سال نصیب رہی اس وقت عمر تیس سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ نے جوان صلاحیتوں کے ساتھ صحبت رسول اکرمؐ کا فیض اٹھایا اور وصال تک

آپ کے ہو کے رہے۔ آپ ازواجِ مطہرات کے مکان میں حضورؐ کے ساتھ ساتھ آتے جاتے تھے آپ کی خدمت بجا لاتے آپ کے پیچھے نماز پڑھتے جہاد و حج میں آپ کے ساتھ ہوتے آپ کی کسی مجلس سے غیر حاضر نہ رہتے بلکہ مسجد ہی آپ کی قیام گاہ اُن سے ذرا فاصلہ پر پیمبر خدا آنکھوں کے سامنے ہوتے یہی وجہ ہے سننِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے حصے کے آپ عارف تھے آپ نے پیمبر کی سنتوں کی باریکیاں سمجھیں تطبیق شریعت کی ایک ایک بات انھیں یاد تھیں اسی وجہ سے پیمبر خدا نے آپکو علاء حضرمی کے ساتھ بحرین روانہ فرمایا آپ مؤذن بھی تھے اور امام بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حرص علی الحدیث کو پوری طرح جان لیا تھا اُن کے شیفتگی علم سے بھی واقف تھے، اس لئے آپؐ حضرت ابو ہریرہؓ کی ہر بات کا جواب عنایت فرماتے آپ کو دعائیں دیتے

اگرچہ آپ کی صحبتِ رسول کی مدت کم ہے اور آپ کی مرویات اس مدت صحبت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لمحہ بھر کے لئے بھی آپ کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتے دن و رات کے اکثر اوقات آپ کی خدمت میں گذارتے اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اوجھل بھی ہوتے تو آپ کی علم جو طبیعت وہ سب کچھ معلوم کر لینی جو اس قلیل مدت میں آپ سے عمل میں آتے۔ اس لئے کہ آپ شیفتۂ سننِ رسول تھے آپ اپنی فطری مناسبت کے ساتھ حصولِ علم کی سعی بھی فرماتے اگر کوئی بات مشکوک معلوم ہوتی تو آپ فوراً دریافت کرکے اپنا شک زائل کر لیتے۔

آپ نے مروان بن حکم کے اس کہنے پر سخت خفگی کا اظہار فرمایا کہ تم نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کی بہتات کر رکھی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں آپ کی حدیث سے اس دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ واقف ہوں اگرچہ مجھ سے پہلے بہتوں نے صحبتِ رسول سے فیض اٹھایا بہتوں نے گھربار چھوڑا بہت سے اعوان و انصار رہے پھر بھی خدا کی قسم میں سب سے زیادہ حدیثِ رسول کا عالم ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ میں پل بھر کے لئے بھی آپ کی صحبت سے جُدا نہیں ہوا۔ مجھ سے عمرؓ و عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ جیسے جیسے جلیل القدر صحابہ بھی حدیثیں دریافت کرتے۔ مدینہ کی زندگی میں آپ نے جو کچھ کہا یا جن چیزوں پر عمل کیا یا جن پر خاموش رہے جن کو پسند کیا ان میں سے ایک بھی خدا کی قسم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے میں ان لوگوں سے بھی پوری طرح واقف ہوں جنھوں نے خدا اور رسول کو پسند کیا ان سے بھی واقف جن کا جو مرتبہ خدا کے رسول کے نزدیک تھا، میں آپ کے رفقاء سے بھی واقف، ابوبکرؓ آپ کے رفیقِ غار تھے اس کے علاوہ اور بھی رفقاء ہیں جن سے میں خوب اچھی طرح واقف ہوں ابوعبدالمالک مجھ سے پوچھتے ہیں اور اُن جیسے کتنے ہیں جو مجھ سے علم حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں حدیث رسول کا پنساره ہوں میں شفیقِ پیمبر کا کٹھلا ہوں۔

اس ڈانٹ کے بعد مروان کو دوبارہ اس قسم کی بات کہنے کی ہمت نہ ہوئی آپ سے بھی ڈرتا رہتا تھا اور آپ کے جواب سے بھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان سے فرمایا کہ میں بلا کسی لالچ کے اسلام لایا اور اپنے اختیار و مرضی سے ہجرت

کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پیمبر خدا سے محبت وشیفتگی کا غیر معمولی مظاہرہ کیا تم تو پیمبر کے گھر کے آدمی تھے پیمبر کی پہلی پکار جہاں سے شروع ہوئی اس زمین کے رہنے والے تھے۔ تم نے داعیٔ حق کو اس کے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا داعی اور اس کے رفقاء کو ستایا تم میرے بعد اس وقت اسلام لائے جب تمہاری چالوں پر آپڑی راہِ فرار مسدود تھی، مروان آپ کی اس گفتگو سے شرمندہ ہوا اور آپ سے ڈرتا رہا۔

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی شیفتگیٔ حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مَاذَا رَدَّ اِلَیْکَ رَبُّکَ فِی الشَّفَاعَۃِ تو آپ نے جواب میں فرمایا میری جان جس کے قبضے میں ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میری امت کے پہلے آدمی ہو جس نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے۔ میں نے تم کو جویائے علم سمجھا ہے اس لئے سن لو کہ خدا کی قسم جنت کے دروازے پر گنہگاروں کا ہجوم اور ان کی دھکا پیل میری بے چینی کے لئے میری شفاعت سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے اس لئے میں شفاعت کرونگا اور جانتے ہو میری شفاعت کہاں ہوگی : کیسے ہوگی کس کی ہوگی۔ وہاں پر اس شخص کی شفاعت کروں گا۔ جس نے اپنی زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ اخلاص کے ساتھ کہدیا اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ رہا اور اس کی زبان اس کے دل کی ترجمان بنی، دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنی شفاعت کی سعادت سے قیامت میں اس شخص کو نوازونگا جس نے اخلاص کے ساتھ

دل سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہدیا۔

آپ نے دیکھ لیا خود پیمبر نے حرص علی الحدیث کی شہادت حضرت ابوہریرہؓ کو عطا فرمائی اب اس سند کے بعد کوئی اور سند بھی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یہ سند تو اعلیٰ ترین سند ہے۔ جسے یہ سند ملی اس کی عظمت و سعادت کا کیا کہنا اور خود اصحاب نبی نے بھی آپ کے جرأت سوال کا ذکر بارہا کیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ابوہریرہؓ پیمبر خدا سے جن باتوں کو بے کھٹکے دریافت کر لیتے تھے دوسرے صحابہؓ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اُبیؓ بن کعب فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال میں بے تکلف تھے ہم لوگ جس سوال کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے وہ بے خطر پوچھ لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دلکش کسی چیز کو نہیں دیکھا آپ کا چہرۂ مبارک دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ پیسا ہوا سورج آپ کے چہرہ مبارک کے روبرو ابوہریرہ والہانہ باتیں خود پیمبر خدا سے کہتے اور اس کا لطف اٹھاتے۔ جب ابوہریرہؓ آپ کی مجلس میں ہوتے تو نشاط فوارہ کی طرح اُچھلتا اور سرور چشمہ کی طرح اُبلتا۔

اس کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جس میں امام احمد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے خدا کے رسول آپ پر جونہی میری نگاہ پڑتی ہے مَن اُجلا ہو جاتا ہے آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں آپ مجھ کو ہر چیز بتا دیجئے آپ نے فرمایا خدا نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ گُر بتا دیجئے

جسے کرنے کے بعد میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا ہر کس وناکس پر سلام بھیجو مہمان نوازی کرو رشتہ داروں کو جوڑے رہو۔ رات بھیگے نماز کے لئے اٹھ جاؤ ان اعمال کے کرنے کے بعد جنت میں بلا روک ٹوک داخل ہو جاؤ۔

ابوہریرہؓ کا لاشعور شعور کی طرح بیدار تھا ان کے قلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگ اٹھی تھی دماغ آپ کی لگن کے احساس سے مخمور تھا یہی وجہ تھی آپ کو دیکھتے ہی نشاط ابھر آتا۔ آپ کی بات سنتے ہی ذہن آگہی سے معمور ہو جاتا۔ چنانچہ اس جذبے نے مجبور کیا تھا اور ابوہریرہؓ اپنا پورا وقت خدمتِ رسول میں صرف کرتے، آپ کے قضائے حاجت کے لئے پانی رکھتے، آپ کی باتیں سنتے، کبھی آپ کو تکتے رہتے، کبھی آپ کے پاس بیٹھے رہتے کبھی آپ سے کچھ پوچھتے، کبھی کچھ سیکھتے، کبھی شریعت کی چھوٹی بڑی باتوں کو سمجھتے، غرض ابوہریرہؓ وہ حکیم تھے جو مجلسوں میں مقیم تھے۔

بفراغ دل مبارک نظرے ماہ رائے ؏ بہ ازاں کہ چترِ شاہی ہمہ روز ہائے ہوتے

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ مجھے علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج روزے سے ہیں میں نے اپنے کدو میں جو نبیذ تیار کر رکھی تھی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افطار کرانے کی سعادت کا خواہش مند تھا آپ کے پاس میں جب کدو لایا تو نبیذ میں جوش سے جھاگ اٹھ رہی تھی آپ نے دیکھتے ہی فرمایا یہاں اس کدو کو دیوار سے ٹکرا کر توڑ دو کیونکہ اس میں وہ مشروب ہے جسے خدا اور یوم آخرت پر یقین نہ رکھنے والے پیا کرتے ہیں۔ یہاں ابوہریرہؓ کی فوری خواہش تھی کہ آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز پیش

کریں جس کو افطار کرنے کے بعد آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے آپ کی پیاس بجھ جائے چنانچہ انھوں نے فالودہ تیار کیا جیسا کہ عربی دنیا میں کھجور اور لفحر سے بنایا کرتے تھے مگر اس فالودہ میں جو ابوہریرہؓ نے تیار کیا تھا جوش آنے کی وجہ سے نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت آگئی تھی اسی وجہ سے آپ نے اس کے پھینکنے کا حکم فرمایا۔

اس قسم کے یادگار دل بستہ واقعات کو ابوہریرہؓ کیسے فراموش کر سکتے ہیں دوسرے کیونکہ یہ واقعات تو خود ان کی زندگی کا جزر ہوتے ہیں اور ابوہریرہؓ نے تو اپنی زندگی کا قیمتی و بیش بہا زمانہ خدمتِ رسول میں صرف کیا تھا پھر وہ کیسے بھلا دیتے۔ زندگی کا یہ گراں قدر زمانہ آپ کی پاکیزہ زندگی کے ساتھ ساتھ رہا۔ ابوہریرہؓ نے آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی باتیں اپنے کان سے سنی اور دل میں جگہ دی۔ ابوہریرہؓ کے جی میں اس شہادت کی مٹھاس گھل چکی تھی ایمان کی روشنی سے قلب معمور ہو چکا تھا۔ یہ برکات تھے ملازمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چنانچہ اکثر زبان سے بھی اس نعمت عطیہ کا شکر دربار الٰہی میں کرتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدیٰ اَبَا ھُرَیْرَۃَ الْاِسْلَامَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنَّ عَلٰی اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ابوہریرہؓ کو یہ سعادتیں مبارک ہوں اور دنیا کے سارے مسلمانوں کو یہ سعادت مبارک ہو بلکہ پوری انسانیت کو یہ سعادت مبارک۔ کہ انسانیت کا سب سے بڑا پیامبر ان کو انسانیت کے سہانے نغمے سنا گیا۔ پوری دنیا کو آپ کی رسالت خالدہ مبارک کہ خدا نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔

حضرت ابوہریرہؓ حدیث رسول کے اکثر صحابہ سے زیادہ شائق تھے حضرت امام احمدؒ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے میری امت میں جو ان پانچ خصائل پر عمل کرے گا یا انھیں کو سکھائے گا جو اس پر عمل کریں گے، میں نے عرض کیا اے خدا کے رسول میں وہ آدمی ہوں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر اُن خصائل کو شمار کرایا (۱) حرام چیزوں سے بچ کر اپنے کو خدا کا سب سے بڑا پجاری بنا لو (۲) خدا نے جو تمہارا مقسوم کر دیا ہے اس پر راضی ہو کر سب سے زیادہ تونگر بن جاؤ (۳) اپنے پڑوسی پر احسان کر کے مومن بن جاؤ (۴) جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کر کے مسلمان بن جاؤ (۵) اور ہنسی میں کثرت نہ کرو کہ ہنسی کی کثرت سے دل ویران ہو جاتا ہے۔

آپ کے حرصِ علی الحدیث، اور رسول کے احکام کی پابندی، پیمبر کی دل جوئی، اہتمام والتزامِ سنت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان ساری ہدایاتِ رسول کی ابوہریرہؓ نے پوری طرح پیروی کی ہے ابوہریرہؓ کا اعلام صحابہ عظام میں ہونا متعین ہے، آپ کو ہمہ وقت خدمت پیمبر میں دیکھنے کے باوجود سالہا سال تک پل بھر آپ سے جدا نہ ہونے کا حال معلوم کرنے کے بعد بھی آپ کی رفعت منزلت کا اقرار نہ کرنا تا رنج وسیرت کا انکار ہے پیمبر خدا نے ابوہریرہؓ کے علم حدیث سے غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر آپ سے سب سے زیادہ حدیثیں بیان کیں۔ چنانچہ امام احمدؒ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ کے کسی

رہنے والے کے کھجوروں کے باغ میں ٹہل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ابوہریرہ مکثرین دولت ہلاک ہوئے ہیں بجز ان کے جنھوں نے یوں کہا یوں کہا یوں کہا آپ نے تین بار دہرایا اور ہتھیلی دائیں بائیں سامنے جھڑجھڑائے فرمایا بہت کم لوگ ان مکثرین میں سے رہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا ابوہریرہؓ کیوں نہ میں تم کو جنت کے خزانہ کا پتہ بتادوں میں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتادیں آپ نے فرمایا کہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ پھر آپ ٹہلتے رہے۔ پھر فرمایا ابوہریرہؓ تمھیں پتہ ہے کہ لوگوں کا حق خدا پر کیا ہے اور خدا کا حق لوگوں پر کیا ہے میں نے کہا اللہ اور رسول سے کون بہتر جان سکتا ہے۔ فرمایا خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی پوجا کریں اور اس پوجا میں کسی کو شریک نہ کریں جب وہ اپنی حق گذاری کر گذریں تو خدا پر انسان کا حق یہ ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے ان احادیث کے علاوہ اور دوسری احادیث بھری پڑی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت کا کتنا بڑا حصہ حاصل کیا ہے۔

ایک لاگ میں پوشیدہ رہا ہے سو رنگ لگاوٹ ؛ مانوس ہے دل آپکی بیگانہ روشی سے
وہ کون ہے دل جس نے جلایا ہے خوشی سے ؛ گر جان پہ بن جائے گذر جائیں جی سے
مژگاں کی گھٹاؤں سے برستی رہی فرقت ؛ پھر کیسے شکایت ہو تری کم نگہی سے!
سرلے کے جو آجائے تو تقدیر ہے اس کی ؛ اب تک کوئی پلٹا ہی نہیں تیری گلی سے

علم لازوال

ایک شخص زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ باتیں دریافت کیں آپ نے اس سے فرمایا ابوہریرہؓ سے جاکر دریافت کرو اس لئے کہ میں اور ابوہریرہؓ اور ایک صاحب مسجد میں بیٹھے خدا کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں سرکار دو عالم تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہم لوگ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا جو کر رہے تھے اُسے پھر کرو۔ میں اور میرا ساتھی ابوہریرہؓ سے پہلے دعا کرنے لگے اور پیمبر خدا اس دعا پر آمین کہتے رہے پھر ابوہریرہؓ نے دعا کرنا شروع کیا اور دعا میں کہا اے خدا وہ ساری چیزیں مجھے عطا فرمایئے جو میرے دونوں دوستوں نے مانگی ہیں اس کے علاوہ وہ علم بھی عطا فرمایئے جو مستحضر رہے حافظہ سے اس کی یاد نہ جائے آپ نے اس پر بھی آمین فرمایا ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو بھی ناقابل فراموش علم چاہتے ہیں آپ نے فرمایا یہ دوسی نوجوان بازی لے گیا۔

مجالس حدیث ابوہریرہؓ

حضرت ابوہریرہؓ پیمبر خدا کی حدیثیں مدینہ منورہ میں بیان کرتے مکہ مکرمہ میں سناتے اسی طرح آپ نے دمشق میں بھی درس حدیث کی مجالس مقرر کیں ان علاقوں کے رہنے والوں نے آپ سے حدیثیں سن کر یاد رکھیں آپ نے عراق و بحرین میں بھی یہ خدمت انجام دی۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے مرجع خلائق ہوتے اور حدیثوں کی بات جتنی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے

ہوئے مسائل پر فتویٰ دیتے حدیث کے طالبین کی کثرت آمد و رفت سے آپ کا مکان پورا کا پورا دار العلوم معلوم ہوتا جہاں پہونچ کر لوگ اپنی پیاس بجھاتے۔ اسی طرح طالبین علوم حدیث آپ کے باغ میں جو عقیق میں تھا آتے آپ ان طالبین حدیث سے حدیث بیان کرتے، ان کا اکرام کرتے، اپنے حسن اخلاق عمدہ برتاؤ اور کثرت علم اور خیر سے طالبین کو مسرور و مگن کر دیتے۔

آپ کی اکثر مجلسیں مسجد نبویؐ میں حجرہ نبویؐ کے رخ پر ہوا کرتیں لوگ آپ کے مرتبہ اور آپ کے فضل سے پوری طرح واقف تھے اس لئے اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں عموماً آپ کی طرف رخ کرتے۔ صحابہ میں علماء کبار کے ہوتے ہوئے آپ فتویٰ دیتے تھے زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن عباسؓ جیسے گرامی قدر علماء صحابہ سوال پوچھنے والوں کو آپ کے پاس بھیجتے اس لئے کہ اُن صحابہ کو آپ کے علم اور اتقان سے پوری طرح واقفیت تھی معاویہ بن ابی عباسؓ انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں محمد بن ایاسؓ بن بکیر تشریف لائے اور پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق قبل دخول دے دیا۔ تو آپ نے ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہا اتفاق سے یہ دونوں بزرگ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں تھے ابن عباسؓ نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ آپ مسئلہ بتا دیں کہ ایک طلاق سے بائن ہو گی اور تین طلاق سے حرام ہو جائے گی۔

ابو داؤد نے محمد بن ایاس سے نقل کیا کہ ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک باکرہ کے بارے میں جسے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں

تھیں دریافت کیا گیا تو سب نے کہا بغیر دوسرے سے نکاح کئے ہوئے اب اس کے قابل نہ ہوگی۔

ابوداؤد نے ابن عباس سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دیدیں تو اسے عہد رسولؐ میں اور دور ابوبکرؓ میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور خلافت میں ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن جب دور عمرؓ میں طلاقوں کی کثرت ہوئی تو ان کو تین شمار کرنے کی اجازت دے دی گئی فاروق اعظمؓ نے یہ بات یونہی نہیں کہی بلکہ جب طلاقوں کا رواج کثرت سے ہو گیا تو آپ نے صحابہ کبار سے مشورہ لیا اور شوہروں کے کان گرم کرنے کی مصلحت سے تین طلاق شمار کرنے کی اجازت عام فرما دی غالباً حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ اس دور کا ہوگا جب اس کی کثرت نہ تھی اور حضرت عمرؓ نے اس حکم عام کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کے محبت رسول کا اندازان کے انداز نسبت سے کر سکتے ہیں جس میں انھوں نے حدیث بیان کرتے وقت کبھی فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی اس صادق و مصدوق نے کبھی آپ فرماتے مجھ سے حدیث بیان کی میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے، کبھی بلا نام لئے ہوئے فرماتے مجھ سے بیان کیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتے اور سسکیاں بندھ جاتیں فرط جذبات سے اور آپ مجلس سے اٹھ جاتے۔

حدیث بیان کرنے سے پہلے اس وعید کا ذکر فرماتے جس نے میری طرف جان بوجھ کر غلط بات کی نسبت کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ چنانچہ عاصم بن

کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو میں نے حدیث کے ذکر کرنے سے پہلے کہتے ہوئے سنا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم صادق ومصدوق نے جس نے جان بوجھ کر میری طرف غلط بات کی نسبت کی تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم نے مجھے حضرت ابوہریرہؓ کی مجلس کا نقشہ کھینچا کہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مجلس میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں تقریباً دس اجلہ صحابہ موجود تھے۔ آپ نے ان کی موجودگی میں حدیث بیان کرنا شروع کیا اس حدیث سے ان میں سے بعض صحابہ ناواقف تھے۔ وہ صحابہ اس حدیث کو آپ سے دہرواتے اور یاد کرتے پھر آپ دوسری حدیث بیان کرتے جس کا علم ان صحابہ کو نہیں ہوتا تو آپ دوبارہ بیان کرا کے یاد کراتے۔ اس طرح سے کئی بار حدیث بیان کرنے کا موقعہ ملا اور ان میں سے بعض اس سے ناواقف ہوتے اسے آپ پھر بیان فرماتے اور لوگ سن کر یاد کرتے، اسی دن مجھ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپ احفظ ہیں۔

لوگوں نے ابوہریرہؓ کی پوری توثیق کی آپ کے مرتبے کو پہچانا۔ چنانچہ آپ سے وقت کے لئے وعدہ کرا لیتے کہ آپ تشریف لائیں اور ہم لوگوں کو حدیث رسول سنائیں۔ چنانچہ مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے ایک رات معاویہؓ ہال میں آکر حدیث بیان کرنے کا وعدہ لوگوں نے لے لیا تھا لوگ اس ہال میں منتظر تھے آپ تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں آپ حدیثیں پوری رات بیان کرتے رہے تا آنکہ صبح ہو گئی۔

ابوہریرہؓ ہر جمعرات کو حدیث بیان کرتے تھے

صحابہ اور تابعین کو آپ کی جلالتِ شان وسعتِ علم کا اندازہ تھا اور یہ بھی پتہ تھا کہ آپ کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا اس لئے آپ جہاں بھی ہوتے لوگ آکر گھیر لیتے اور آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے یہ کچھ مدینہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ شام و عراق تک آپ کا فیض جاری تھا۔ امام احمدؒ سفیان بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسماعیل بن ابی خالد نے قیس سے بیان کیا کہ ابوہریرہؓ کوفہ تشریف لائے ہمارے مولا میں اور ابوہریرہؓ میں رشتے داری تھی یہاں مولا سے میری مراد احمد ہیں میں احمد کے پاس آیا اور ہم نے آکر انھیں سلام کیا دوسری روایت میں ہے کہ پورا گاؤں ہی اُٹھ کر آپ کی خدمت میں آگیا تو میرے باپ نے عرض کیا حضرت ابوہریرہؓ یہ تمہارے ہی خاندانی ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں کہ تم اُن سے حدیثِ رسول بیان کرو آپ نے فرمایا اھلاً وسھلاً مرحباً میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے تین سال تک فیض یاب ہوا اور مجھے تو صرف حدیث ہی سننے یاد کرنے کا شوق تھا یہاں میں نے آپ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا باندھ لائے اس میں سے خود بھی کھائے اور صدقہ کرے اس آدمی سے اچھا ہے جو کسی ایسے آدمی کے پاس جائے جس کو خدا نے دولت سے نواز رکھا ہو اس سے سوال کرے اب اسے وہ کچھ دیدے یا اس سوال کو رد کردے۔

ابوہریرہؓ تبلیغ اور نشر احادیث کے شیفتہ تھے جہاں موقع ملتا آپ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بیان کرتے حدیثیں پہنچاتے جب کہ ابن ماجہ ابوشعثار سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ موذن نے اذان دی اتنے میں ایک شخص مسجد سے سر منڈانے کے لئے نکلا تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اس نے پیمبر خدا کی نافرمانی کی۔

حضرت ابوہریرہؓ پیمبر خدا کی ذرا ذرا سی باتیں یاد رکھتے جو باتیں پیمبر کی ہوتیں ان کی نسبت پیمبر خدا کی طرف کرتے اور جو کسی دوسرے کی ہوتی اس کو اس کے کہنے والے کی طرف نسبت کرتے اور کہیں خود کی رائے ہوتی تو فرماتے یہ میری تھیلی سے ہے اس کا ثبوت ان کے بیشمار اقوال اور لاتعداد حدیثیں ہیں جو انھوں نے بیان فرمائیں ان میں سے بکیر بن الشیخ کی روایت ہے جس میں ہے کہ بشیر ابن سعید نے مجھ سے کہا خدا سے ڈرو اور صرف حدیث ہی یاد رکھو اس لئے کہ ہم نے ابوہریرہؓ کی مجالس میں شرکت کی ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے اور کعب احبار کی باتیں بھی بیان کرتے آپ کھڑے ہو جاتے اور کہتے کہ سنیئے حدیث رسول اللہ کعب سے اور یہ کعب کی باتیں جو حدیث رسول کے سلسلے میں بیان ہو گئی ہیں اس لئے خدا سے ڈرتے ہوئے صرف حدیث کا تکرار کیجئے اور اسی کو یاد رکھئے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے اس کی تائید یوں فرماتے کہ اس حدیث میں ابوہریرہؓ کا گوشت پوست بھی شاہد ہیں اس لئے کہ ان کا یقین احادیث کے سلسلے میں غیر معمولی تھا انھوں نے اپنے کانوں سے پیمبر کی باتیں سنیں اور دل کے خزانے میں رکھیں اور زبان سے ان کا تکرار کیا

بعض وقت سامعین و حاضرین میں سے کوئی اٹھ کر دریافت کرتا کہ کیا آپ نے خود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے آپ فرماتے ہاں ہاں اپنے کانوں سے سنا ہے یہ میری رائے نہیں ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو القاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ربّ کعبہ کی قسم میں نے جنبی کو روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا ہے جب کہ اسے پیمبر خدا نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں نے جمعہ کے روزے سے نہیں روکا ہے بلکہ پیمبر خدا نے روکا ہے خدا کی قسم۔

کبھی حجرۂ صدیقہؓ کے پاس بیٹھ جاتے اور حدیث بیان فرماتے اے مادر مشفقہ اے رفیقہ حیات رسولؐ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں کیا آپ اس سے انکار کر رہی ہیں؟ ابن عباس فرماتے ہیں جب آپ نماز سے فارغ ہوتیں تو ان احادیث کا انکار نہ فرماتیں بلکہ فرماتیں کہ حدیث کے الفاظ ہو بہو وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اس طرح آپ کے حافظہ کا یا سماع کا انکار فرماتیں البتہ اندازِ حدیث کا انکار فرماتیں۔

حضرت ابوہریرہؓ لوگوں کو طلب علم کی جانب حکمت اور عمدہ طرز سے بلاتے تھے اگر اس میں کچھ چٹخارہ پیدا کرنا ہوتا اسے اپنی جانب سے اضافہ کرتے تاکہ لوگ آسانی سے سمجھ جائیں اور دلچسپی سے قبول کریں اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے کہ ایک دن آپ کو مدینہ کے بازار میں لوگ خرید و فروخت میں بری طرح لگے ہوئے دکھائی پڑے آپ بازار میں ٹھہر گئے اور زور سے فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے ہاتھ پیر کیسے بھول گئے ہیں۔

لوگوں نے پوچھا کس چیز سے ہم رہ گئے ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا میراثِ رسول تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں موجود ہو وہاں پر جا کر وہاں اپنے مقدر کے برابر حصہ لاتے۔

لوگوں نے دریافت کیا کہاں تقسیم ہو رہی ہے آپ نے فرمایا مسجد میں بٹ رہی ہے لوگ تیزی سے مسجد کی طرف گئے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے لوٹنے تک کھڑے رہے جب لوٹ کے آئے تو آپ نے پوچھا کچھ ملا بھی انھوں نے بیان کیا ہم مسجد میں گئے وہاں تو بٹنا بٹاتا دکھائی نہیں دیا آپ نے فرمایا وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا کہا دکھائی پڑے کچھ لوگ جو نماز پڑھ رہے تھے کچھ قرآن کی تلاوت میں لگے تھے کچھ حرام وحلال معلوم کر رہے تھے حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا یہی تو ہے جو میراثِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

جب حضرت ابوہریرہ رضؓ کا حلقہ حدیث قائم ہوتا تو اس میں بہت سے طالبین کو آپ کی طرف سے حدیث لکھنے کی اجازت تھی بہت ممکن ہے کہ یہ حلقۂ کتابت حدیثِ املاء حدیث کی مجلسوں کی ابتداء ہے جو آنے والے دور میں بہت زیادہ شائع ذائع تھی اور یہ بات تو پایہ ثبوت تک پہونچ چکی ہے کہ آمیوں نے مشہور ثقہ تابعی بشیر ابن نہیک دوسی کو بعض حدیثیں املا کرائیں پھر اسی لکھی ہوئی حدیث کو بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضؓ کو سنا کر اس کی تصدیق دوس جانے سے پہلے کر لی۔

اب بھی وہ تاریخی دستاویز ہمارے سامنے ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کے ہمام بن منبہ مولود ۰۰ھ متوفی ۱۳۱ھ کو حدیث املا کرانے کا ذکر موجود ہے۔ تابعین کے سرکردہ شخص ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ملاقات کی

اور آپ سے بہت سی حدیثیں لکھیں ان کو ایک دفتر میں جسے صحیفہ صحیحہ کے نام سے موسوم کرتے تھے جمع کر رکھا تھا غالباً اس دور میں حدیث کے مکتوبات کو صحیفہ ہی کا نام دیا جاتا تھا اس لئے کہ اس سے پہلے حضرت عبداللہ عمرو بن العاصؓ کا مجموعہ حدیث صحیفہ صادقہ کے نام سے موسوم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کا صحیحہ نام مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ صحیحہ اس صحابی کی احادیث میں ہے جو پیمبر خدا کے ساتھ چار سال کی طویل مدت تک رہا اور اس صحابی سے ایک معنوں میں روایت کیا۔

اور اب یہ صحیفہ جوں کا توں ہم کو مل چکا ہے۔ ہمام بن منبہ نے جس انداز میں حضرت ابوہریرہؓ سے سنکر مدوّن کیا تھا۔ اور اس صحیفہ پر ڈاکٹر محمد عبیداللہ نے بڑی عرق ریزی و جانفشانی کے ساتھ کام کیا ہے اور اس کے دونوں مخطوطات جن میں سے ایک جرمن میں دوسرا دمشق میں موجود ہے نظرثانی و تحقیق کا کارنامہ انجام دیا ہے یہ مخطوطہ مصری لائبریری میں مخطوطاتِ حدیث نمبر ۱۹۸۱ ہے۔

اور اس صحیفہ پر ایک اور مہر تصدیق لگ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ صحیفہ کا ایک ایک حرف مسند احمد میں امام احمد نے نقل کر دیا ہے اسی طرح سے بخاری نے بھی اس صحیفہ کی بہت سی احادیث بخاری میں مختلف مقامات پر نقل کی ہیں۔

اس صحیفہ نے تاریخ کے اس مقدمہ میں جان ہی ڈال دی ہے کہ حدیث نبویؐ کی تدوین خود دور نبوت میں یا اس کے فوراً ہی بعد ہو گئی تھی، اب اس مخطوطے کے بعد کسی غلطی کا امکان ہی نہیں کہ احادیث کی تدوین دوسری ہجری کے شروع میں ہوتی ہے اس لئے کہ ہمام نے ابوہریرہؓ سے حدیثیں وفات سے

پہلے لی ہیں اور آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیفہ صحیحہ صدی ہجرت کے پہلے نصف میں مرتب ہوچکا تھا اس صحیفہ میں ۱۳۸ حدیثیں ہیں اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ نے براہِ راست حضرت ابوہریرہؓ سے ۴۰ احادیثیں سنی ہیں اس قول سے اس صحیفہ کے ثقہ ہونے میں اور جان پڑجاتی ہے اس لئے کہ تقریباً صحیفہ میں سبھی حدیثیں موجود ہیں پھر ہمام سے ان کے شاگرد معمر بن راشد نے پھر عبدالرزاق نے معمر سے یہ حدیثیں لی ہیں اور یہ سند آگے بلا کسی خم خشے کے جارہی ہے۔

کثرتِ حدیث، وسعتِ علم

حضرت ابوہریرہؓ علم کا کوتھلا تھے۔ صحابہؓ میں جو ائمہ حدیث تھے اس میں کبار ائمہ میں شمار ہوتے تھے آپ کی جلالت شان کثرت عبادت، تواضع، پارسائی سب کے نزدیک مسلّم تھی، آپ سے زیادہ کسی نے حدیث ہی بیان نہیں کی۔ سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس پر خود ابوہریرہؓ کی شہادت موجود ہے، مجھ سے زیادہ اصحاب نبیؐ میں کسی نے حدیث نہیں بیان کی مگر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیثوں کے جاننے والے تھے جس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے حدیثیں لکھ رکھی تھیں اور میں لکھتا نہ تھا۔ لیکن ستم روزگار یہ رہا کہ اُن کا لکھا پڑھا سفر حجاز و مصر و شام میں اپنے والد کے ساتھ بار بار ادھر سے ادھر ہونے اور آپ کے کہیں ایک جگہ مستقلاً نہ رہنے اور کثرت اشتغال عبادت کی وجہ سے ضائع ہوگیا چنانچہ اب جو ذخیرہ احادیث موجود ہے وہ ابوہریرہؓ

کے مقابل بہت کم احادیث پر مشتمل ہے۔

حدیث ابوہریرہؓ کو بعض صحابہ نے بڑی کثرت سے روایت کیا ہے جب کہ صحابہ کی پالیسی کم سے کم حدیث بیان کرنے کی ہوگئی تھی کہ ان روایات کی کثرت کی وجہ سے قرآن پر کوئی زد نہ پڑ جائے، دوسرے غلطی اور جھوٹ کا خطرہ بھی تھا، چنانچہ ابتداً فاروق اعظمؓ نے ابوہریرہؓ کو تقلیلِ روایت کا آرڈر جاری کیا تھا مگر جب آپ کی پارسائی، احتیاطِ علم اور مرتبہ کا احساس ہوا تو آپ کو اجازت دے دی۔

ابوہریرہؓ اپنے کثرتِ حدیث کو خود اپنی زبان سے یوں بیان کرتے ہیں۔

تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں، میاں مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے تم جو یہ کہتے ہو کہ مہاجرین قدیم الاسلام تھے وہ یہ حدیثیں پیمبر خدا سے نہیں بیان کرتے بھائی بات یہ ہے کہ یہ مہاجرین صحابہ اپنے باغ اور کھیت میں رہتے تھے ان کی حفاظت و پیداوار کی نگہداشت کرتے تھے اور میں تو نادار تھا شکم پُری ہی میرے لئے کھیت تھی اس لئے میں خدمت رسول میں رات دن رہا جب یہ مہاجرین و انصار صحابہ نہ ہوتے میں ہوتا تھا اور یاد رکھتا اور یہ بھول جاتے ایک دن پیمبر خدا نے ہم سے حدیث بیان کی کہ کون اپنے کپڑے پھیلا رہا ہے کہ ان میں میں اپنے گفتار کے موتی بکھیر دوں پھر وہ انھیں محفوظ کر رکھے کہ مجھ سے سن کر کبھی نہ بھولے میں نے اپنا کرتا پھیلا دیا یا مصلیٰ، آپ نے حدیث بیان کی میں نے اسے سمیٹ لیا اس کے بعد آپ نے جب بھی کچھ بیان کیا میں نے اسے زندگی بھر کبھی نہیں بھلایا۔

آپ فرماتے کہ خدا کی قسم اگر قرآن کی اس آیت پر نظر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی حدیث نہ بیان کرتا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ

آپ لوگوں کو علم پھیلانے کی ترغیب دیا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی جھوٹ کو بیان کرنے کی نسبت کرنے سے روکتے۔ چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی سے کسی بات کو دریافت کیا گیا اور اس نے جانتے ہوئے اسے نہیں بتایا تو قیامت کے دن اس کے منہ پر آگ کی لگام ہوگی اور دوسری حدیث مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرماتے دوسری حدیث میں ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو ایسے علم کو جس سے نفع پہونچتا ہو چھپائے گا قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں ہوگی۔

اس طرح ابوہریرہؓ اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے کہ لوگوں کو دین سمجھائیں اور جو صادق و مصدوق سے انھیں معلوم ہوا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ اس میں تھکے ماندہ نظر نہیں آئے بلکہ استادوں کی ٹولی میں رہتے علم پھیلانے کی کوشش کی اور بیس سال تک لوگوں کو فتویٰ دیتے رہے کبھی تلامذہ اور سامعین کا جمگھٹ آپ کے پاس کم نہ ہوتا اس لئے کہ آپ علم کا سمندر رکھتے اور آپ کی یادداشت بے پناہ تھی۔ پھر سنت رسولؐ کے سب سے بڑے واقف کار تھے۔ اس کا ثبوت وہ واقعہ ہے جس میں فاروق اعظمؓ کی کہانی خود ابوہریرہؓ کی زبانی معلوم ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مکہ جاتے

ہوئے زور کی آندھی آئی فاروق اعظم رضؓ حج کرنے جا رہے تھے آندھی تیز ہوتی گئی حضرت عمرؓ نے اپنے ارد گرد کے لوگوں سے کہا کہ آندھی کے بارے میں کوئی حدیث ہو تو بیان کرو مگر کوئی کچھ نہ بیان کر سکا۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اسکی اطلاع مجھے ہوئی تو میں نے اپنی سواری تیز کی اور آپ تک پہونچ گیا اور کہا کہ امیر المومنین سنا ہے کہ آپ نے آندھی کے بارے میں حدیث معلوم کی تھی میں نے پیمبر خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ آندھی خدا کا کرم ہے کبھی اس کا انداز رحمت کا ہوتا ہے کبھی اس کا انداز عذاب کا ہوتا ہے جب آندھی آئے تو اُسے بُرا بھلا نہ کہو خدا سے اس میں خیر طلب کرو اور اس کے شر سے نجات مانگو۔

اور ولید بن عبد الرحمٰن کی روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی کہ جس نے نماز جنازہ پڑھی تو اسے قیراط سونا خرچ کرنے کا ثواب ملے گا جو ساتھ بھی گیا تو دو قیراط۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کو تعجب ہوا آپ نے ابوہریرہؓ سے بیان فرمایا کہ سوچتے بھی ہو کیا کیا بیان کر رہے ہو تم حدیثیں بہت بیان کرتے ہو۔ آپ نے حضرت عبد اللہ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آپ نے اپنی بیان کردہ حدیث کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ابوہریرہؓ نے سچ بیان کیا پھر آپ نے فرمایا۔ ابو عبد الرحمٰن مجھے بازار میں سودا سلف کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے میرے خدمت رسول سے رکنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا مجھے تو بس یہ دُھن تھی کہ کوئی بات مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہو جائے جو میں نہ جانتا ہوں یا ایک ٹکڑے کی طلب ہوتی جو میرے پیٹ میں پہنچ جائے۔ دوسری روایت ہے

نہ مجھے باغات کی داشت پرداخت کرنی تھی نہ بازاروں میں سوداسلف کی حاجت۔ عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا ابوہریرہؓ بیشک تم ہم میں اَعْلَم ہو اور احادیث بھی تم کو ہم سے زیادہ یاد ہیں۔

دوسرے صحابہ معاصرین نے آپ کے کثرت سماعت حدیث کو تسلیم کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم سیکھنے کی شہادت دی ہے ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے آپ کے کثرت سے حدیث بیان کرنے کے سلسلے میں ہر قسم کے شک و شبہ کی جڑ کھد جاتی ہے حتیٰ کہ بہت سے صحابہ نے حدیث کی روایت آپ سے لی ہے اس لئے کہ انھوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی حدیثیں نہیں سنیں تھیں اور آپ نے سنی تھیں جیسا کہ اس واقعہ سے اندازہ ہوگا کہ ایک شخص حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کے پاس آیا اور کہا اے ابومحمد آپ اس صحابی یعنی ابوہریرہؓ سے واقف ہیں کیا وہ اعلم بحدیث الرسول ہیں اس لئے کہ وہ جو حدیثیں بیان کرتا ہے ہم آپ سے وہ حدیثیں نہیں سنتے ایسا تو نہیں کہ وہ ایسی باتیں بیان کرتا ہو جو پیمبرؐ نے نہ کہی ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے جو سنا ہم نے نہیں سنا اس کی تفصیل سن لو ہم گھربار والے تھے اور ہم کاروبار رکھتے تھے۔ ہمارے پاس بکریوں کے ریوڑ تھے اور دوسرے تقاضے، اس لئے ہم لوگ تو صبح شام تھوڑی دیر کے لئے حاضری دیتے تھے حضرت ابوہریرہؓ نادار تھے رسولؐ کے ڈیوڑھی دار تھے آپ کے یہاں سے کھانے کو جو ملجاتا اس پر اکتفا کرتے پیمبر کا ہر طرح ہاتھ بٹاتے پیمبرؐ ان کی دلجوئی فرماتے اس لئے ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ اُنھوں نے جو سنا وہ ہمارے کانوں نے نہیں سنا اور کوئی ایسا ہی بدنصیب ہوگا کہ وہ پیمبر کی جانب سے ایسی باتیں کر گذرے گا جو آپ نے نہیں فرمائیں دوسری روایت میں ہے کہ ہم نے بھی سنا اور انھوں نے بھی مگر ہمیں یاد نہ رہا اور انھوں نے یاد رکھا۔

حضرت ابوہریرہؓ حصول علم کے سلسلے میں بے جھجک تھے اس لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف سوال کرتے جب کہ دوسرے صحابہ گومگو میں رہتے۔ جو بات پیش آتی فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے۔ چنانچہ حضرت اُبیؓ بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ پیمبر خدا سے بے تکلف تھے ہم جن باتوں کو پوچھنے کو سوچتے تھے وہ بے دھڑک پوچھ لیتے۔ آپ سابقینِ اسلام کی طرح آپ سے بے تکلف تھے۔

اس وجہ سے وہ اسلام لانے کے بعد حصول علم میں کسی سے پیچھے نہ تھے پیمبرؐ کی زندگی میں بھی جستجوئے علم آپ کا شیوہ تھا اور موت کے بعد بھی اسی میں لگے رہے آپ ہی سے وہ حدیث کہ جس کے ساتھ خدا کو خیر کا معاملہ کرنا ہوتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں حتیٰ کہ اس کا شیفتہ بھی پایا زندگی بھر آپ خیر پسند رہے اور اس کے حصول کے لئے عمل کرتے رہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اس خیر کی کسی نوع سے آپ متاخر رہتے۔ جب کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت ہی اس لئے اختیار کی تھی کہ آپ سے علم کی بات سیکھتے اور حکمت کے گُر جانتے۔

وفاتِ پیمبرؐ کے بعد ہم کو آپ صحابہؓ کی مجالس میں نظر آتے کچھ اُن سے پوچھتے کچھ اُن کو سناتے آپ کو پتہ چل جاتا کہ حدیث میں علم نبی کا کوئی حصہ کس کے پاس ہے تو آپ فوراً وہاں تشریف لے جاتے تاکہ اس کا علم حاصل کریں۔

آپ حضرت کعبؓ کے پاس آئے تاکہ آپ سے کچھ دریافت کریں کعبؓ اپنی قوم میں بیٹھے کہنے لگے کہ کیا مقصد ہے آپ نے فرمایا کہ اصحابِ پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں میں اپنے سے زیادہ حدیثوں کا عالم کسی کو نہیں جانتا حضرت کعب نے فرمایا کہ ہر آدمی جو کسی چیز کا جویا ہے وہ کسی نہ کسی دن آسودہ ہو جاتا ہے مگر طالبِ علم اور طالبِ دنیا یہ کبھی آسودہ نہیں ہوتے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ غالباً آپ کعبؓ ہیں آپ نے فرمایا ہاں بھائی میں کعب ہی ہوں حضرت ابوہریرہؓ نے اس پر کہا کہ آپ نے جو ابھی بیان کیا اسی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کعب الاحبار سے ملاقات کی آپ ان سے حدیث بیان کرتے اور آپ سے حدیثیں سنتے۔ اپنے معاصرین و تلامذہ سے احادیث بیان کرتے اور ان سے کہتے کہ ابوہریرہؓ کے پاس ابھی بہت سی ایسی تھیلیاں ہیں جن کے منہ نہیں کھلے ہیں یعنی علم کی تھیلیاں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ پیمبر خدا سے میں نے دو تھیلے علم کے محفوظ رکھے ان میں سے ایک کو میں نے تقسیم کر دیا دوسری تقسیم کروں تو جان کا خطرہ ہے۔
آپ ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں کہ مجھے جن چیزوں کا علم ہے ان میں سے سب بتا دوں تو لوگ میرے پرخچے اڑا دیں اور کہنے لگیں ابوہریرہؓ پاگل ہیں دوسری روایت میں ہے کہ میرے سینے میں جو کچھ ہے اُگل دوں تو لوگ مجھ پر مینگنیاں اور اور گوبر پھینکنے لگیں۔ حضرت حسن نے راوئ حدیث کے بارے میں فرمایا کہ سچ کہا اگر تم لوگوں کو بتاؤ کہ کعبہ گرا دیا جائے گا یا اسے جلا دیا جائے گا تو لوگ کبھی نہ مانیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تم نے بہت حدیثیں بیان کیں خدا کی قسم مجھے جتنی بات معلوم ہے اگر بیان کر دوں تو تم مجھ پر گوہ گوبر اچھالنے لگو گے اور میری طرف مڑ کر بھی نہ دیکھو گے۔

اس کے باوجود ابوہریرہؓ ان علوم کی پوشش نہ فرماتے جس سے نفع متوقع ہوتا اس پر آپ کا قولِ سابق گواہ ہے۔ کہ جس نے علم نافع لوگوں تک نہیں پہنچایا اسے قیامت کے دن آگ کی لگام لگائی جائیں گی دوسرے قرآن کریم کی آیت جو پہلے گذر چکی شاہد بنا کر پیش کرتے اور حدیثیں بیان کرتے۔

ہم پہلے بیان کر چکے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے لوگوں کے مابین علم کی تھیلی بکھیر دی جو آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی مگر دوسری تھیلی اس خوف سے محفوظ رکھی کہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے اور آپ کو سنکا ہوا سمجھیں گے یا گل بتائیں گے لوگوں کو حق ہے کہ وہ دریافت کریں کہ وہ تھیلی جو ابوہریرہؓ نے کھولی نہیں اس میں کیا تھا ظاہر ہے کہ اس میں بھی علم ہی ہوگا۔ آخر وہ کیا علم تھا جس کا پھیلانا آپ نے مناسب نہیں سمجھا سوال یہ ہے کہ آپ نے اس کو اپنے ہی تک محدود رکھا۔ اتنا تو ہر جگہ سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو دو قسم کے علوم کا حامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا علم کے یہ دونوں کو ٹھلے بڑے تھے ایک کو تو آپ نے کھول کر پھیلا دیا دوسرے کو آپ نے نہیں کھولا۔ لیکن یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا تعلق ان احکام سے ہو جو ابوہریرہؓ سے بھی تعلق رکھتے ہوں اس لئے کہ تبلیغ رسالت سے عموم ہوتا ہے اور خود خدا کا قول یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝

موجود ہے۔

آپ کے آداب خصوصی میں اس کا تعلق ہے یہ بھی دُور کی بات ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تو اِتمام مکارم اخلاق لئے ہوئے تھی اور کسی ادب میں خاص کرنا یہ بھی منافی تبلیغ رسالت معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اخلاق وآداب کی کچھ خاص باتوں سے بھی اس کا تعلق نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کرمِ نبی کے منافی ہے کہ اس سے ابوہریرہؓ کو حصہ ملے اور امت محروم رکھی جائے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرا برتن جس میں سے آپ نے کچھ حصہ نہیں دیا نہ احکام سے تعلق رکھتا ہے نہ آداب واخلاق بلکہ اس میں قیامت کے آثار وعلامات کا ذکر ہو یا امت میں ہونے والے فتنوں سے اس کا تعلق ہو۔ یا امراء سُوء جو ان فتنوں کے روحِ رواں ہوں گے ان کا ذکر ہو اور ابوہریرہؓ کے طرز اشارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں انھوں نے اپنے کو ضرر سے بچا لیا جب کہ اس کے انتشار سے لوگوں کو کوئی نفع نہ ہوتا اور لوگوں کا دل ابوہریرہؓ سے میلا ہوتا ان ساری باتوں میں اَعُوذُ بِاللہِ مِنْ رَاسِ السِّتِّیْنَ وَ اَمَارَۃُ الصِّبْیَانِ وَقَوْمُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبْ جیسے کہ اُن کی دعا اَللّٰھُمَّ لَا تُدْرِکْنِیْ مِنْہٗ سِتِّیْنَ ۔

اس بات پر متنبہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ کی ان حدیثوں میں دین کی ظاہری وباطنی کوئی بات نہ ہوگی اور نہ اس میں کوئی ایسا مواد ہے جس کو اگر بیان کر دیں لوگ دین سے الگ ہو جائیں یا اوامر کی مخالفت کر گذریں۔

ابوہریرہؓ اس بات کے شیفتہ تھے کہ وہ ان حدیثوں کو امت تک پہنچائیں جس کو یہ لوگ مانوس سمجھتے ہوں تاکہ خدا اور رسول کی تکذیب نہ ہو سکے۔ اسلئے کہ

عقل سے بعید باتیں کرنے پر اس کا خطرہ ہے۔ بخاری ؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں مانوس حد تک بیان کرنی چاہئیں تاکہ خدا اور رسول کی تکذیب نہ ہو۔

یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن آپ سے زیادہ بیانِ حدیث میں آپ سے کوئی محتاط بھی نہ تھا۔ آپ ڈرتے رہتے کہ کوئی ایسی بات جو آپؐ نے نہ کہی ہو کبھی زبان سے نہ نکل جائے۔ یا سننے والے بات کا مطلب کچھ اور سمجھ کر بے محل بیان کرنے لگیں اسی وجہ سے اپنی حدیثوں کو مروان بن الحکم سے املا کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب کہ مروان نے مدینہ میں گورنری کے زمانے میں آپ سے درخواست کی تھی آپ کو جو حدیثیں یاد ہیں ان سب کا املاء کرا دیں۔ تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ ہم نے روایت کیا اس طرح روایت کرو جب مروان سے آپ نے انکار کر دیا تو اس نے اس کو غنیمت سمجھ کر ایک مستند آدمی کو مقرر کیا جو کتابت سے بخوبی واقف تھا کہ وہ آپ سے حدیثیں سن کر قلم بند کرے وہ آپ سے حدیثیں سن کر قلمبند کرتا گیا جب ساری حدیثیں ختم ہو گئیں تو مروان نے کہا تم کو پتہ بھی ہے ہم نے تمہاری ساری حدیثیں لکھ کر جمع کر لی ہیں۔ ابوہریرہؓ نے کہا اچھا یہ کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے کہا پھر مجھے پڑھ کر سناؤ تو اس نے آپ کو پڑھ کر سنایا ابوہریرہؓ نے فرمایا اب تو تم کو حدیثیں یاد ہی ہو گئیں اب یادداشت کی ضرورت نہیں لہٰذا مٹا دو پھر مروان نے مٹا دیا۔

—

حضرت ابوہریرہ رضؓ کی یادداشت

اس عنوان کو الگ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اندازہ ہو کہ وہ مرویات کے ضبط کرنے پر کیسے قادر تھے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو یاد کرنے پر کتنا قابو تھا، آپ کا حافظہ کتنا جاندار تھا، آپ کا احترام کتنا بڑھا ہوا تھا، وسعتِ علم سے بھی اس کا اندازہ ہو سکتا تھا، مگر کثرتِ حدیث اور وسعت علم سے حافظہ مرویات بین کے باوجود آپکی صلاحیت کا کما حقہٗ اندازہ مشکل تھا بعض راوی مکثرِ حدیث ہوتے ہوئے حافظہ کی کمی کا شکار ہوتے ہیں اگر کثرتِ روایت کے ساتھ عمدہ یادداشت بھی موجود ہو تو پھر آخری نقطہ علم پر آدمی پہونچ جاتا ہے۔

یہاں ابوہریرہؓ کے حافظہ کی بات چل پڑی ہے جو اسلام کے راوی پہلی صدی کے محدثِ اُمت ہیں جو احادیثِ نبویؐ کی حفاظت کی ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہوئے جیساکہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیمبر خدا نے ابوہریرہؓ کے حافظہ کے لئے دعا فرمائی ان کی پشت پر جو چادر پڑی تھی اسے لے کر بچھا دیا پھر حدیث بیان فرمائی ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ چادر لپیٹ لیں اس کے بعد پیمبر خدا نے جو بیان فرمایا اسے انھوں نے کبھی نہیں بھلایا، ابوہریرہؓ نے دعا کی میرے خدا مجھے وہ علم دیجئے جو میں فراموش نہ کروں پیمبر خدا نے اس پر آمین کہی پھر سوء حافظہ کا کب سوال ہو سکتا ہے۔

آپ کو حدیث رسول سے جو لگاؤ تھا اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں آپ کا جذبہ حُبِّ رسول اور جذبۂ حصولِ علم قابل ذکر ہے، آپ کو جہاں کہیں پتہ چل جاتا

کہ فلاں کو حدیثِ رسول معلوم ہے آپ سر کے بل اس کے پاس جا کر وہ حدیث حاصل کرتے ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ علم کی اولاد ہیں حدیث کا خزانہ ہیں معرفت کے جویا ہیں اسی جذبہ نے ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہونے دیا اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی کوشش رہتی کہ جو علمِ رسول ہے اسے کسی نہ کسی طرح معلوم کرلوں۔ خود ابوہریرہؓ کی زبانی سنئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین سال گزارے ان تینوں سالوں میں آپ کے پاس مجھ سے زیادہ سمجھدار کوئی نہ تھا۔ مجھے یہ کسی طرح گوارا نہ تھا کہ آپ ان دنوں میں کچھ نہیں بولیں اور میں ان کو اپنے نگاہِ دل میں جگہ نہ دوں۔!

ابوہریرہؓ کے حفظ حدیث میں دو عوامل جمع ہو گئے تھے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی غیر معمولی محبت، دوسرے آپ کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کی حفاظت اور آپ کے بتلائے ہوئے گُر کی نگرانی سے زیادہ کسی چیز کی داشت و پرداخت کی پروا نہ تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ جذباتی عوامل کسی کی بات کو باقی رکھنے اور اس کی نگہداشت میں کس قدر کامیاب ہوتے ہیں۔ ادھر دوسرا عامل پیمبر خدا کی دعا تھی جو آپ کے حفظ حدیث کے لئے آپؐ نے فرمائی تھی اور آپؐ کی آمین آپ کے اس مہم امور پر اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی اور آپ جانتے ہیں کہ مربی و اُستاد کا بڑھاوا کسی کے کامیاب ہونے، بڑھنے اور پروان چڑھنے میں کتنا مددگار ہوتا ہے۔ پھر مُعلّم انسانیت کی شاباشی اور آپ کے انعطاف کیا کچھ نہ کرتے اور پھر یہ تصور کہ آپ مربّی انسانیت ہی نہیں بلکہ رسولِ ربّ العالمین تو اس کو اور بھی نکھار دیتا ہے۔ اِن دونوں عوامل نے ابوہریرہؓ کی

پوری طرح پشت پناہی کی اور آپ کو حافظِ سنت راوی اسلام بنا دیا۔ اور اس میں تو پیمبر کی دعا پر جتنا یقین ہے اور کسی چیز پر ممکن ہی نہیں اور جب کہ اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں پھر انکار کی کیا گنجائش بلکہ ایمان و یقین میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابوہریرہؓ کی طلب حدیث میں پاکیزہ نفسی عزیمت، عالی ہمتی کا بھی یقین ہو جاتا ہے اور آپ کی زندگی و سیرت تو اس یقین کو اور بھی روشن کر دیتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ رات دن میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے یہ سننا ہی آپ کے لئے کافی نہ تھا بلکہ اس کا تکرار کرتے یہ تکرار مسجد میں راستے میں، گھر میں، رات دن ہوا کرتا اس لئے کہ وہ اس کو عبادت سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ خود ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے رات کو تین حصوں میں بانٹ دیا تھا ایک نماز کے لئے دوسرا ثلث سونے کے لئے تیسرا حدیثِ رسول یاد کرنے کیلئے۔

یہ تیسرا عامل ہے جو حدیثِ رسول کے حفظ میں معاون و مددگار ثابت ہوا ابوہریرہؓ اپنی خداداد صلاحیت غیر معمولی حفظ کے ساتھ دوسرے تشنگانِ علم اور شائقین حکمت و دانش کی طرح تکرار کرتے اور اس کے لئے ایک وقت مقرر کرتے اس سے ابوہریرہؓ کی عزیمت پر یقین کرنے اور ان کے احادیثِ رسول کی طرف بڑھتے قدم کا پتہ ملتا ہے۔

ہمارے سامنے مروان بن الحکم حاکم مدینہ کے پیشکار کا بیان اس کی کافی شہادت ہے کہ ابوہریرہؓ کا حفظ اور ان کی نگہداشت حدیث پر کیسی تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مروان نے ابوہریرہؓ کو طلب کیا آپ سے حدیث و مسائل

دریافت کرنا تھا مجھے تخت کے پیچھے بیٹھنے کے لئے کہا جو ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اسے لکھتا جاتا تھا جب سال پورا ہوا تو آپکو بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھایا پھر اس کتاب سے دیکھ دیکھ کر سوال کرتا جاتا ابوہریرہؓ پہلے ہی کیطرح بلا کم وکاست جواب دیتے آپ سے کوئی فقرہ آگے پیچھے نہ ہوا نہ کم وبیش رہا۔

یہ بھی انھیں دلائل حفظ میں سے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے صحابی سے دریافت کیا کہ پیمبر خدا نے کل کی عشاء میں کون سی سورت پڑھی تھی اس صحابی نے جواب دیا مجھے پتہ نہیں تو اس نے کہا کہ کیا تم شریک نہیں تھے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں بتاتا ہوں فلاں فلاں سورتیں آپ نے پڑھی تھیں۔

اس قسم کے شواہد صحابہ وتابعین کی جانب سے اور اہل علم کی جانب سے بیشمار ہیں جو ابوہریرہؓ کے حفظ واتقان پر دلیل واضح ہیں۔ متاخرین نے بھی ان کے حفظ واتقان کی شہادت اسی طرح دی جس طرح متقدمین نے۔

جوشِ صیانتِ حدیث

یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مکثرِ حدیث تھے۔ مگر اس کے ساتھ ان کا یہ جذبہ بھی رہا کہ پیمبر کی احادیث پھیلیں تو ضرور مگر ان میں کوئی ایسی بات جو حدیثِ رسول کے علاوہ ہو ملنے نہ پائے، اس قسم کی گڈمڈ باتوں سے پرہیز کرتے ان کی چھان بین رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کذب کی نسبت کرنے سے سخت احتراز کرتے، لوگوں کو بتاتے، اور عذابَ نار سے ڈراتے، آپ اس حدیث کو بیان کرنے کے لئے بازار سے گذرتے اور فرماتے اے

لوگو جو مجھے جانتا ہو تو خیر جو نہ جانتا ہو جان لے کہ میں ابو ہریرہؓ ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ اور ان کا فتویٰ

حضرت ابوہریرہؓ اپنے دور کے راوی حدیث ہی نہیں تھے بلکہ اپنے دور کے گنے چنے اہل علم میں تھے آپ کی نظر قرآن وسنت پر گہری تھی آپ کی اجتہادی صلاحیت غضب کی تھی۔ آپ میں صحبت رسولؐ اور ملازمت پیمبر سے تَفَقُّہ فِی الدِّین پوری طرح بس گیا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اعمال سے واقف تھے، آپ کی نگاہ میں چھوٹی بڑی سنّت ایک ایک کر کے تھی، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ علوم رسول کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتے تھے۔ معلومات کے اس وافر حصہ کی وجہ سے اس دور کے اکثر مسائل پر گہری نظر رکھتے اور مسلمانوں کو پیش آنے والی دقتوں کا حل کرتے، یہی وجہ ہے کہ وہ تقریباً بیس سال سے زائد تک مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل پر فتویٰ دیتے رہتے حالانکہ اس وقت تک صحابہ کی بڑی تعداد موجود تھی۔ زیاد ابن سینا نے لکھا ہے کہ اس دور کے مفتی جو مسلمانوں کو فتویٰ دیا کرتے ابن عباسؓ وابن عمر ابوسعید ابوہریرہؓ وجابر رضی اللہ عنہم تھے بعض دوسرے صحابہ جو اسی پایہ کے تھے مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے اور حدیث رسول بیان کیا کرتے حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد صرف انھیں کو فتویٰ دینے کا اختیار

تھا ان کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ نہ دیتا تھا۔

ابوہریرہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ولایت بحرین پر مامور تھے۔ بحرین میں لوگوں نے ان سے ایک طلاق کی مطلقہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس سے دوسرے نے نکاح کرلیا پھر دخول کے بعد اسے الگ کردیا اور شوہر اوّل نے نکاح کیا۔ تو ایسی عورت دو طلاقوں کے ساتھ رہ جائے گی جیساکہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ مالکؒ وشافعیؒ احمدؒ کے مشہور مسلک میں ہے یا یہ طلاق لغو ہو جائے گی اب یہ تین طلاقوں کے ساتھ رہے گی جیساکہ ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابوحنیفہؒ اور حضرت عمرؓ کی ایک روایت میں ہے اس بات پر نظر کرکے کہ شوہر سے تعلق مادون الثلاث کو دریابُرد کر دیتا ہے جیساکہ اس کا تعلق ثلاث کو برباد کر دیتا ہے۔

پہلے مسئلے کا مبنی یہ ہے کہ زوجِ ثانی کی ہمبستری تحریم ثابت بالطلاق کی غایت ہے جو مرتفع ہوگی اور مطلقہ بغیر تین طلاق کے محرمہ نہیں ہوتی اس لئے دوسرے شوہر کا تعلق اس میں کوئی خرابی نہ پیدا کرے گا۔

اسی کا فتویٰ حضرت ابوہریرہؓ نے دیا تھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا کیا کہ یہ فتویٰ دیا ورنہ شوہر کی خیریت نہ تھی۔

کچھ لوگ جو احرام کی حالت میں تھے ان کو غیر محرم لوگوں نے شکار ہدیہ کیا اسکے بارے میں ابوہریرہؓ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اس صید کا احرام کی حالت میں کھانا درست ہے یا نہیں آپ نے کھانے کی اجازت دی پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنے اس فتویٰ کو سامنے رکھا

آپ نے اس کی تصویب کی اور کہا اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو پھر خیریت کو رونا پڑتا۔
حضرت ابوہریرہؓ پیچیدہ مسائل میں بھی ابن عباسؓ جیسے بالغ نظر صحابہ کے ہم پایہ تھے ان کے دیئے ہوئے فتوی پر صحابہ نے بھی عمل کیا اور بعد کے لوگوں نے بھی اس لئے کہ آپ کے فتاوی کی بنیاد عموماً احادیث ہوتی تھی۔ اس صورت میں قیاس پر عمل کرنے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ جس طرح کے لوگوں نے ان کی روایت کہ آدمی اپنی پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کرنے پر عمل کیا ائمہ میں سے امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ نے آپ کی حدیث ہی پر عمل کیا ہے کہ جو آدمی بھول کر کھالے روزہ پورا کرے اس لئے کہ اس کا روزہ ہو گیا حالانکہ قیاس اس کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ امام مالک نے آپ کی حدیث اِذَا وُلِغَ الْکَلْبُ فِی اِنَاءِ الخ کے پیش نظر سات بار دھونے کا حکم کیا جب کہ قیاس اس کے خلاف تھا اس لئے کہ امام اس کی طہارت کے قائل ہیں۔

اس طرح آپ مدینہ میں فتویٰ دینے والوں کے سربراہ تھے۔ آپ لوگوں کے سوال کا جواب دیتے فتویٰ معلوم کرنے والوں کو فتویٰ بتلاتے۔ لوگ حدیث کو دلیل میں دریافت کرتے تو آپ دلیل میں حدیث بیان فرماتے چنانچہ بخاریؒ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے سنا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ انصاری حضرت ابوہریرہؓ سے شہادت میں حدیث طلب کر رہے تھے کہ تم خدا کی قسم بتاؤ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اے حسّان، رسول اللہ کی طرف سے جواب دو، اے خدا، حسّان کی مدد روح القدس کے ذریعہ کیجئے، تو ابوہریرہؓ نے فرمایا ہاں۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ

نے کے بارے میں دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کس طرح پڑھتے تھے تو آپ نے اسکو صحیح طریقہ نماز جنازہ کا بتلایا۔

صحابہ تابعین اور علمائے حدیث وفقہ نے آپ کی منزلت ومرتبہ کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے عمل واجتہاد کو بطور صحت تسلیم کیا۔ اس کی شہادت کے لئے یہ روایت کافی ہے امام مالک نافع مولی عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں عیدین کی نماز میں نے ابوہریرہؓ کے ساتھ ادا کی آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرارت سے پہلے بلند کیں۔ اور دوسری رکعت میں پانچ قرارت سے پہلے۔

دوسری شہادت امام مالک یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے سعید بن حبیب کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے ایک بچے کے جنازہ میں شرکت کی اس معصوم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا مگر ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اے خدا اسے عذاب قبر سے بچا لیجیو۔

آخری شہادت میں ہم بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے کہا کہ حضرت عثمان بن عفان نے عبد اللہ بن عمر سے یہ بات معلوم کی کہ ابوہریرہؓ جب کہ مدینہ میں جنازہ کی نماز میں اُن کی موجودگی میں مرد عورت دونوں ہی شریک ہوتے مرد اس حصے میں ہوتے جو امام کے قریب ہوتا اور عورتیں اس حصہ میں جو قبلہ سے قریب ہوتا۔

ان روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرف ومنزلت میں تو کچھ تھے ہی آپ فتویٰ واجتہاد میں ان اجلّہ صحابہ کے ہم پلہ وہم پایہ تھے۔ ان کا مرتبہ

کسی طرح سے حضرت ابن عمرؓ عثمان بن عفان سے فروتر نہ تھا آپ کے فتویٰ کو حضرت عمر بن الخطابؓ امیر المومنین کے فتووں کے بمقام سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے کہ دونوں کا طرز اجتہاد و انداز فتاویٰ میں یکساں تھا۔

بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آپ کے وسعتِ علم حفظِ حدیث اور علومِ نبویؐ کی چھان بین، اس کی منزلت و فضل آپ کی پارسائی و تقویٰ وغیرہ خوبیاں ایسی تھیں کہ اُن کے زمانے میں لوگ آپ سے پوچھتے پڑھتے تھے آپ سے علم دریافت کرتے اور اس پر عمل کرتے آپ کے پاس علم کا وہ ذخیرہ تھا جس سے بعد کے لوگوں نے روشنی پائی۔ آپ کی سیرت میں وہ زندگی تھی کہ بعد کے لوگوں میں اس سے جان آئی۔

ابوہریرہؓ فتویٰ دینے میں اقتدار رسولؐ کی سعی کرتے آپ کی کسی نہ کسی حدیث کو تلاش کر کے اس کے مطابق فتویٰ دیتے احکامِ رسول اور فتاویٰ رسولؐ کی تلاش میں رہتے ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بلالؓ سے اسامہؓ سے ابومیمونہؓ سلمیٰ سے مدینہ کے کسی سچے آدمی نے بیان کیا کہ ہم ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ایرانی عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی میاں بیوی دونوں نے واقعہ کو فراموش کیا کہ آپ سے فارسی زبان میں کہا اے ابوہریرہؓ میرا شوہر مجھ سے میرے لڑکے کو چھیننا چاہتا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا قرعہ اندازی کر لو اس کو فارسی میں بتایا گیا اس کا شوہر آیا اس نے کہا کہ میرے لڑکے کو مجھ سے کون الگ کر سکتا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ بھائی یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں میں نے خود سرکارِ دو عالم سے سنا ہے کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور میں

وہاں بیٹھا ہوا تھا اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا شوہر چاہتا ہے کہ میرے بیٹے کو مجھ سے لے لے اس بیٹے نے مجھے نفع پہنچایا اور ابوعنبہ کے کنویں سے مجھے پانی پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرعہ اندازی کرلو اس پر اس کے شوہر نے کہا میرے لڑکے کو مجھ سے کون جدا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے سے مخاطب ہوکر فرمایا یہ تمہارا باپ ہے یہ تمہاری ماں ہے تم ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو رہو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس کو ساتھ لے گئی۔

ایک اور سند سے امام مالکؒ مقبری سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہؓ سے اس مسئلے پر کہ ایک آدمی کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا ہے تو کیا اس میں وَلَدُ الزِّنا ہی کو آزاد کر کے حساب چکایا جاسکتا ہے ابوہریرہؓ نے فرمایا ہاں ہاں ہو جائے گا ہم نے اس سے پہلے بھی تمسک بالسنہ کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہاں اس قسم کے بہت سے نمونے پیش کر دیئے ہیں۔

غرض ابوہریرہؓ کے فتاویٰ کا تفصیلی ذکر اس مختصر میں کہاں ہوسکتا ہے اور اس پر تفصیلی گفتگو بھی ہمارا مطمح نظر نہیں اتنا کہنا کافی ہے کہ جس طرح وہ مکثرین حدیث میں تھے اس سے کچھ کم درجہ میں مکثر فتویٰ تھے۔ اس طرح آپ کا شمار متوسطین فی الفتویٰ میں یقیناً ہے جیسا کہ امام ابومحمد بن حزم نے لکھا ہے متوسطین فی الفتویٰ میں ابوبکرؓ ابوہریرہؓ ام سلمہؓ انس بن مالکؓ ابوسعید خدریؓ عثمان بن عفانؓ وغیرہ کا نام آتا ہے۔ یہ تیرہ اصحاب نبی ہیں جن میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک مختصر یا مفصل کتاب بنائی جاسکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور قضا

ہمارے پاس اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ابوہریرہؓ کو خلفاء یا امراء مدینہ میں سے کسی نے باقاعدہ قضاء کا عہدہ سپرد کیا ہو لیکن یہ بات صحیح ہے کہ جب وہ بحرین کے حاکم تھے حضرت عمرؓ کے زمانے میں تھے اور مدینہ کے گورنر حضرت معاویہؓ اور مروان کے دور میں رہے تو اس وقت کے بعض ججمنٹ ہمارے سامنے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے قاضی کے ججمنٹ پر غیر مطمئن ہو کر اپیل آپ کے پاس کی ہو تاکہ آپ کی نظر ثانی سے فیصلہ کی توثیق یا تکذیب ہو سکے۔ اس لئے کہ فوجداری کا محکمہ بعد میں قائم ہوا پہلے تو صرف ایک ہی عدالت ہوتی تھی جو دیوانی و فوجداری دونوں محکموں کے کام کرتی اس فوجداری کے اختیارات اتنے وسیع تھے کہ وہ خلیفہ اور امیر کے مظالم کی تحقیق کرتا اور ان کے خلاف فیصلے دیتا یہ محکمے عبدالملک بن مروان کے زمانے تک الگ الگ رہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابوہریرہؓ کے زمانے میں اگر کوئی مظلوم آتا تو آپ اس کی دادرسی کرتے اس لئے کہ وہ اپنی امارت کے زمانہ میں اپنے کو ذمہ دار جانتے تھے۔

ابوہریرہ کے بارے میں کسی نے ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ باقاعدہ قاضی کسی زمانے میں بھی رہے یہ ضرور ہے کہ بعض مقدمات کا فیصلہ آپ نے فرمایا ابوداؤد کی یہ بات اس کی سند میں کافی ہے وہ عمر بن خلدہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک دوست کو جو مفلس تھا لے کر ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ

نے فرمایا اس بیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ججمنٹ میرے سامنے ہے جو مفلس وتلاش ہے یا موت ہو گئی کسی نے اس کے مال کو پالیا تو وہ اس کا مستحق ہے۔

شیوخ وتلامذہ

آپ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر حدیثیں بیان کیں اور ابوبکرؓ وعمرؓ، فضل بن عباسؓ، اُبی بن کعبؓ، اُسامہ بن زیدؓ، عائشہ صدیقہؓ، بصرہ بن ابی بصرہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

صحابہ:۔ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، انس بن مالکؓ، وائلہ بن الاسلةؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، ابوایوب انصاریؓ نے خود آپ سے روایتیں کی ہیں۔

تابعین:۔ آپ سے بہتوں نے روایت حدیث کیا اجلہ وائمہ تابعین اسلام محدثین وکبار فقہائے امت نے آپ سے روایتیں کی ہیں مثلاً ابراہیم بن اسماعیل، ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین، ابراہیم بن عبد اللہ ابن قاظمہ زہری، اسی طرح عبد اللہ بن ابراہیم، اسحاق مولی زائدہ، اسود بن ہلال، اغر بن سلیک اغرابومسلم، انس بن حکیم کے اوس بن خالد، بسر بن سعید، بشیر بن نہیک بشیر بن کعب ثابت بن قیس زرنی ثور بن عفیر جمر بن عبیدہ جعفر بن عیاض جمہان اسلمی جلاسی حارث حارث بن الخلد حریث بن قبیصہ حسن بصری حصین ابن الحلاج کے بارے میں بھی آپ سے روایت کرنے کی بات آتی ہے۔ بعضوں نے خالد کو بعضوں نے قعقاع کو حصین بن مصعب حفص بن عامر بن عمر حفص ابن عبد اللہ بن انس، حلم بن منیا، حکم بن سعد سعید بن عبد الرحمٰن زہری نخید بن عبد الرحمٰن

وحید بن مالک حنظلہ بن علی حبان بن یساع کو بھی آپ کا شاگرد بتلایا ہے۔

خالد بن عبد خالد بن علاق، جناب حاجب مقصورہ حیثمہ بن عبد الرحمان تو آپ کے شاگرد ہی ہیں۔

زہیل بن عوف، ربیعہ الحرشی، امیع الخدامی، زرارۃ بن اوفیٰ، أفر بن صعصعہ، نجلف، زیاد بن ثوب، زیاد بن رباح، زیاد بن قیس، زیاد طائی، زید ابن اسلم، مرسل زید بن ابی عتاب، سالم عمری، سالم بن ابی لبید، سالم ابو الغیث، سالم مولی البقر، بن شمیم زہری، سعد بن ہشام، سعید بن الحارث، سعید بن ابی الحسن، سعید بن حیان، سعید مقبری، سعید بن سمعان، سعید بن عمرو بن الاشاق، سعید بن دجانہ، سعید بن المسیب، سعید بن ابی ہند، سعید بن یسار، سلمان الاغر، سلمہ بن ازرق، سُلمہ لیثی، سلیمان بن حبیب المحاربی، سلیمان سنان، سلیمان بن یسار، سنان بن ابی سنان، شقبیر، شمیر بن نہار، شداد ابو عمار، شریح بن ہانی، شفی بن ماتع، شقیق بن سلمہ، شہر بن حوشب، صالح بن درہم، صالح بن ابی صالح، صالح مولی التوأمہ، صعصعہ بن مالک، صہیب القواری بھی آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اسی طرح ضحاک بن شرحبیل، ضحاک بن عبد الرحمن بن عرزم، ضمضم بن ہوش طارق بن مخاش، عامر بن سعید بن ابی وقاص، عامر بن سعد البجلی، عامر بن شعبی، عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ، عبد اللہ بن سعد مولی عائشہ، عبد اللہ بن عتبہ ہذمی، عبد اللہ بن عمر القاری، عبد اللہ بن فروخ، عبد الرحمان ابن ابی عمرہ، عبد الرحمن بن غنم، عبد الرحمن بن مہران مولی ابی ہریرہؓ، عبد الرحمان بن ابی نعیم البجلی، عبد الرحمن بن ہرمز اعرج۔ عروۃ بن زبیر، عطا ابن ابی رباح، عطا بن ابی علقمہ

عطاء بن یسار، عمار بن ابی عمار مولی بنی ہاشم، عمر بن الحکم بن رافع عمر بن خلدہ قاضی مدینہ عمر بن موطا، عتبہ بن سعید بن العاص، عوف بن حارث رضیع عائشہ۔ قاسم بن محمد قبیصہ بن ذویب کثیر بن مرہ سور بن ابی ہریرہؓ محمد بن سیرین، محمد بن کعب القرظی، محمد بن مسلم ازہری بالواسطہ شاگرد ہیں محمد بن المنکدر، مروان بن الحکم مضارب بن حزن سلول نے آپ کو دیکھا نہ تھا مگر روایت کرتے تھے۔ میمون ہمران بینا مولی عبدالرحمٰن بن عوف، نافع بن جبیرؒ نافع ابن عباس، مولی ابی قتادہ، ہمام بن منبہ، جن کے صحیفہ صحیحہ کا ذکر ابھی گذرا۔ یحیی بن عبدہ یحیی بن ابی صالح یزید بن ہرمز، مولی بن مرۃ یوسف بن ماہک۔ (رضی اللہ عنہم)

اسی طرح ابوادریس خولانی، ابواسحاق مولی بنی ہاشم ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابوجعفر مدنی، باقی اگر روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت مرسل ہے۔ ابوذرین ازدی۔ ابوذرعہ بجلی ابوسعید مقبری۔ ابوصالح سمانی ابوعثمان ہندی ابوذرعہ مولی عائشہ ابویونس مولی ابی ہریرہ۔ ابن مکرز شامی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

مومنات میں کریمہ ابی حساس، ام درداء صغری اور آپ کے بعد بہتوں نے آپ سے روایت کی ان میں سے اکثر نے ابوہریرہؓ سے براہ راست حدیثیں لی ہیں۔

بخاریؒ نے لکھا ہے کہ آپ سے روایت کرنے والے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے یہ صحابہ تابعین سے لے کر اس دور تک کے لوگوں کا شمار ہے جنہوں نے آپ کی شاگردی کا شرف بلا واسطہ یا بالواسطہ حاصل کیا۔

آپ کی حدیثوں کی تعداد

ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ابوہریرہؓ صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الحدیث ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ ہم نے ابوہریرہؓ کا تعلق آپ کے ساتھ دن رات کا قیام، آپ کے علم سے تعلق آپ میں جستجوئے علم اور اس کی لگن، آپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف سوال کرنے کی عادت، آپ کا ان احادیث کو یاد کرتے تکرار کرنے کا شغف، کسی موقع کو ضائع نہ ہونے دینا آپ کی انتھک کوشش اور اسی کام میں مگن رہنا۔ اس کے ساتھ لگن ہمارے سامنے ہے اس لئے ہم کو ان کی احادیث کی کثرت پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا۔ آپ کا اسی مقصد حدیث کے سلسلے میں شام وعراق، بحرین حجاز کا سفر کرنا ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر ہم نے بلا چون وچرا تسلیم کرلیا ہے کہ آپ نے صحابہ میں سب سے زیادہ حدیثیں بیان فرمائی، آپ کی طرف امت نے ہمیشہ نظر احترام سے دیکھا آپ کی قدر کی آپ کی طرف ہر زمانے میں مسلمانوں کا رجوع رہا۔

آپ کی حدیثیں ائمہ حفاظ میں سے اکثر نے یاد کی ہیں خواہ ان علمائے حدیث کا تعلق مسند نگاری سے ہو کہ صحاح وسنن معاجم اور مصنفات سے ہو ہر جگہ آپ کی روایات ملتی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ہے کہ احادیث کی ہر قابل اعتماد کتاب میں اس جلیل القدر صحابی کی روایت کا وافر ذخیرہ ملتا ہے۔

آپ کی احادیث کسی خاص شعبہ زندگی کسی مخصوص دینی فکر سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ فقہ، عقائد، عبادات، معاملات، جہاد، سیرت، مناقب، تفسیر، نکاح، ادب، دعوات، رقاق، ذکر و تسبیحات، غرض ہر باب میں اس کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

امام احمد بن حنبل نے ہی آپ کی روایات ۳۸۴۸ اپنی مسند میں ذکر کی ہیں ان میں مکرر بھی کافی ہیں جو لفظاً اور معناً دونوں حیثیت سے مکرر ہیں مگر مکررات کو نکالنے کے بعد بھی بڑی خاصی تعداد ان احادیث کی باقی رہ جاتی ہے۔

امام بقی بن غلاد (۲۰۱-۲۷۶ھ) نے اپنی مسند میں ۵۳۷۴ حدیثیں روایت کی ہیں حدیث کی جمع مستند کتابوں میں امام مالک کے موطا کے ساتھ ساتھ ۲۲۱۸ حدیثیں آپ سے نقل ہیں ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کا سب نے ذکر کیا ہے بعض وہ ہیں جس میں بعض منفرد نظر آتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ۶۰۹ حدیث جس میں ۳۲۶ میں دونوں متفق ہیں ۹۳ حدیث کا صرف بخاری نے ذکر کیا ہے اور مسلم نے ۱۹۰ حدیثیں ذکر کی ہیں جن کا بخاری کو پتہ نہیں۔

اسی طرح سنن اربعہ اور موطا امام مالک میں ۱۶۰۹ ایسی حدیثیں ہیں جن پر ان ائمہ حدیث نے اتفاق کیا ہے اور کچھ میں انفرادیت بھی ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن حرب عسکری متوفی ۲۸۲ھ نے مسند ابوھریرہ رضی جس کا نسخہ خزانہ کوپری ترکی میں موجود ہے اس میں احادیث ابوہریرہ رضی کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

اگلے صفحات میں ان کے مرویات کے نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

نمونۂ مرویات

حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی کثرت، آپ کی یادداشت اور حدیثوں کے اچھے بُرے قوی وضعیف کی پہچان حدیثوں کے الفاظ کی حفاظت کا حال معلوم ہوچکا۔ اگر موقع ہوتا تو آپ کی ساری مرویات جو حدیث کی امہات کتب میں ہیں ان کے دوسرے طریقوں سے بیان کا مقابلہ اور روایت کے الفاظ کے اختلافات اور دوسرے صحابہ کی مرویات سے یکسانیت و اختلاف سبھی چیزوں کو اکٹھا کیا جاتا اے کاش یہ ہوجاتا تو اس سے امت کو عظیم فائدہ پہونچتا اور اس سے حدیثوں کی پختگی اور تثبیت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ راوی اسلام حضرت ابوہریرہؓ کی عظمت اتقان اور وسعتِ علم میں چار چاند لگ جاتے مگر اس کے لئے کم از کم بیس سے زائد جلدوں میں کام کو پھیلانا ہوگا اور یہاں اس کا بیان کرنا ایک بے جوڑ سی بات ہوگی اس لئے ہم ان نمونوں پر اکتفا کریں گے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے اور ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کتابوں سے ہم نمونے کے طور پر تین چار حدیثوں کا ذکر کریں گے اگرچہ یہ نمونے ابوہریرہؓ کی مرویات کا ایک مختصر خاکہ بھی نہ ہوں گے۔

(۱) امام مالک کی بیان کردہ حدیث موطا۔

مالکؒ نے زناد سے اور انھوں نے اعرجؒ سے اعرج نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کے شدت کے موقعہ

پر نماز ٹھنڈی کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ گرمی جہنم کی لپیٹ ہے۔

مالکؒ نے ابن شہاب سے اور انھوں نے سعید بن مسیب سے ابو ہریرہؓ کے وساطت سے یہ روایت کی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے انتقال کر چکے ہوں تو اسے جہنم کی گزند نہ پہونچے گی مگر قسم کو نبھانے کے لئے۔

مالکؒ نے ابو الزناد سے انھوں نے اعرج سے اور اعرج نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس پر رحمت کی نظر نہ کرے گا جس نے اپنا ازار کبر کے انداز میں لٹکایا ہو۔

مالک نے ابن شہاب سے انھوں نے سعید بن المسیب سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بیان کرتے سنا کہ پیمبر خدا نے فرمایا۔ مدفون خزانے میں پانچواں حصہ خدا کا ہے۔

(۲) مخرجاتِ امام احمدؒ۔

خدا نے اپنے راستے میں جہاد کے لئے نکلنے والے کے بارے میں یہ اعلانیہ مغفرت جاری فرمایا۔ کہ جو میرے راستے میں جہاد کے لئے نکلا۔ مجھ پر یقین کرتے ہوئے۔ میرے رسول کو سچا جانتے ہوئے تو میرے ذمہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اس کے مسکن تک جہاں سے وہ میری راہ میں جہاد کے لئے نکلا ہے واپس لوٹا دوں اس کے ساتھ ہوگا جو ہونا ہے اجر اور مال غنیمت اور قسم اس کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ خدا کے راہ میں زخمی ہونے والا کوئی ایسا زخمی نہ ہوگا جو قیامت کے دن اپنے انھیں زخموں کے ساتھ نہ آئے گا اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہوگا مگر اُن زخموں سے مُشک کی

خوشبو نکل رہی ہو گی۔ قسم اس کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اگر مسلمانوں کو یہ گراں نہ گذرتا تو میں کسی جہاد کرنے والے فوجی دستہ سے کبھی پیچھے نہ رہتا۔ لیکن گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ میری اتباع کرتے ہیں اور ان کا جی نہیں چاہتا تو وہ میرے بعد تخلّف کرتے ہیں۔ اور قسم اس کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ میرا جی چاہتا رہتا ہے کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو کر جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں۔

ابو کامل نے ابراہیم بن اسعد سے انھوں نے ابن شہاب سے اور انھوں نے عبداللہ بن عبداللہ سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو لوگوں کو قرض میں رقمیں دیتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر کسی کو تنگ حال دیکھو تو اس سے درگذر کی پالیسی اختیار کرو ممکن ہے اس کی برکت سے خدا ہم سے بھی درگذر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ موت کے بعد خدا کے سامنے پیش ہوا تو خدا نے بھی اس سے درگذر فرمایا۔

ابو معاویہ نے اعمش سے انھوں نے ابو صالح سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے کہ پیمبر خداؐ نے فرمایا جس نے کسی دھار دار چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن اسی آلہ کے ساتھ آئے گا وہ اپنے شکم میں اس آلہ کو پیوست کرتا ہو گا۔ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا اور جس نے اپنے کو زہر سے ہلاک کیا تو زہر ہاتھ میں ہو گا اور اس کے گھونٹ حلق سے اتارتا ہو گا۔ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا اگر کسی پہاڑی سے اپنے کو گرا کر ہلاک کیا تو جہنم میں اپنے

کو بلندی سے ہلاک کرتا رہے گا یہ عذابِ جہنم اس پر ہمیشہ کے لئے ہوگا۔

محمد بن جعفر نے شعبہ سے انھوں نے منصور سے انھوں نے ابو عثمان سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے جناب نبی کریم صادق مصدوق ابوالقاسم کوٹھری والے صلی اللہ علیہ وسلم کہ رحمت سے شقی بھی محروم نہ ہوگا۔

ہشیم نے عمر بن ابو سلمہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نکاح کی اجازت میں باکرہ کا حکم ضروری ہے اور ثیبہ کے نکاح میں اس کا مشورہ کافی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا باکرہ تو شرمیلی ہوتی ہے وہ کیسے امر کرے گی آپ نے فرمایا چُپ تو رہے گی یہی چپ اُس کی جانب سے اجازت ہوگی، لڑکیوں کی شادی کے بارے میں اب اس سے زیادہ کیا روایت ہوگی۔ اس سے اس بات کا بھی علم ہوا کہ جوان لڑکیوں کو اسلام اُن کی مرضی کے خلاف مزاج نکاح کرنے سے روکتا ہے اس لئے ولی جوان لڑکیوں سے سوال اور مشورہ کریں اس میں دانش ہی دانش ہے۔

مرویاتِ بخاری

مسدد نے طویل سند کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے لوگوں کو خدا اس دن جب کہ کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے سایہ میں رکھیں گے۔ منصف امیر، جوان، جو خدا کی عبادت میں پروان چڑھا، وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے اور وہ اشخاص جو خدا کی محبت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی سعی کریں خدا کی

محبت انکو اکٹھا کرے اور اس کی محبت ہی انھیں الگ کر دے، وہ آدمی جو خدا کی راہ میں مال خرچ کرتا ہو اس انداز میں کہ اس کے سوا کوئی اس صدقہ کو بھانپ بھی نہیں سکتا۔ وہ شخص تنہائی میں یاد خدا کرے اس کی آنکھیں فرط محبت سے آپ کو پا جائیں۔

یحییٰ بن بکیر نے سند طویل کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تجارت میں قسم اصل کو ختم کر دیتی ہے اور برکت کو مٹا دیتی ہے۔ سامان بیچنے کے لئے جو قسم اس کے بھاؤ بڑھانے کے لئے ہو قسم کی حدیث میں ممانعت موجود ہے۔

ابو الیمان نے سند بخاری کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ساتھ ساتھ ان دونوں کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے بھیڑیا آیا اور ان بچوں میں سے ایک کو لے بھاگا اب آپس میں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں، یہ کہتی کہ تمہارے بیٹے کو لے گیا وہ کہتی تمہارے بیٹے کو لے گیا دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوئیں اور اپنی رام کہانی سنائی آپ نے فرمایا چھری لاؤ دونوں کو آدھا آدھا کر کے دے دوں ان عورتوں میں سے جو ذرا چھوٹی تھی اس نے کہا خدا آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کریں آپ اسی کو دے دیں آپ نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں دیا اور اس کو اپنا لڑکا مل گیا۔ ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ سکین کا لفظ پہلی مرتبہ میرے کانوں نے سنا اس لئے کہ ہم اس سے پہلے فدیہ کہا کرتے تھے۔

ابو ابن ربیع نے بخاری کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی منافق کی تین نشانیاں ہیں جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو بدعہدی کرے اور جب امانت رکھے تو اس میں خیانت کرے۔

مرویات مسلمؒ

ابوبکر بن ابی شیبہ و یحییٰ بن تمیمی نے مسلم کی سند کے ساتھ حدیث بیان کی جس میں الفاظ یحییٰ بن یحییٰ کے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مومن کا کوئی دنیاوی غم دور کیا تو خدائے پاک اس سے آخرت کا غم دور کریں گے۔ اور جس نے کسی تنگ حال کی تنگ حالی دور کر دی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جگہ اس کی تنگحالی کو دور فرمادیں گے۔ اور جو کسی مسلمان کو خوش کرے گا خدا اس کو دنیا و آخرت میں خوش کریں گے۔ باری تعالیٰ ہر وہ مدد اپنے بندے کی کریں گے جو بندہ اپنے کسی بھائی کے سلسلے میں کرے گا۔ اگر کوئی راستہ اس لئے طے کرے کہ وہ کچھ علم لے گا تو خدا اس کا راستہ جنت کے رخ پر آسان کر دے گا۔ خدا کے کسی گھر میں لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور اس کو سیکھیں سکھائیں تو ان پر خدا کی جانب سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے ان پر رحمت کا سایہ ہو جاتا ہے ملائکہ اپنا پر بچھا دیتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ جو عمل میں سست ہوگا اس کی نسبت اسے تیز نہیں کر سکتی ہے۔

زہیر بن حرب مسلم کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی بات پر قسم کھالی اس کے بعد اُسے قسم کھائی ہوئی بات کے علاوہ خیر معلوم ہو تو اس کو خیر ہی پر عمل کرنا چاہیئے اور قسم کا کفارہ دے دینا چاہیئے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ مسلم کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث رسول، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے انھوں نے ابوہریرہؓ سے بیان کیا کہ تین قسم کے لوگوں سے نہ تو خدا قیامت کے دن گفتگو فرمائیں گے نہ ان کی طرف نظر کرم ہوگی۔ ایک وہ شخص جس کے پاس پانی کی ضرورت سے زیادہ مقدار بے آب وگیاہ میدان میں ہو اور مسافر پیاس سے تڑپ رہا ہو اسے وہ پانی نہ دے دوسرے وہ جس نے بازار اٹھتے اٹھتے کوئی سامان تجارت یہ قسم کھا کر کہ یہ اتنے کی خرید ہے اس نے سچ سمجھ کر اٹھتے بازار مالِ تجارت سے لیا حالانکہ اس کی یہ بات صحیح نہ تھی تیسرا ایسا شخص جس نے کسی امام کے ہاتھ پر دنیا کے لئے سبقت کی اگر اس کو دنیا مل گئی تو اس کے ساتھ وفاداری اور نہ ملی تو غداری کی۔

مرویاتِ ابوداؤد

عبداللہ بن محمد نقیلی ابوداؤد کی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کی شادی اس کے چچا سے جائز نہیں ہے اور نہ چچا اپنی بھتیجی سے بیاہ کرنے کا مجاز ہے۔ نہ کوئی عورت اپنے ماموں سے نکاح کر سکتی ہے نہ کوئی ماموں اپنی بھانجی سے نکاح کا جواز رکھتا ہے نہ بڑی بہن کے نکاح میں ہوتے چھوٹی بہن سے

نہ چھوٹی بہن کے نکاح میں ہوتے بڑی بہن سے۔

احمد بن ابوبکرؒ ابوداؤد کی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھانے والے کے حق میں خلافِ شاہد ہوتے ہوئے فیصلہ عنایت فرمایا۔

محمد بن یحییٰ فارسی نے ابوداؤد کی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین تقسیم کر کے اس کی احاطہ بندی کر لی جائے تو اس میں شفعہ نہیں چلتا۔

عبدالواحد بن زیاد نے ابوداؤد کی سند سے ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے پیمبر خدا سے پوچھا کہ کون سا صدقہ عمدہ ہے یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا صدقہ اس وقت کہ تم مال کو حرص کی نظر سے دیکھ رہے ہو، تمہیں زندگی کی توقع ہو اور اور غریب و محتاج ہونے کا ڈر ہو۔ اور جب تمہیں زندگی مہلت نہ دیتی ہو گلے میں جان اٹکی ہو اس وقت تو کہے کہ یہ رقم فلاں جگہ اور فلاں کو دے دی جائے تو یہ صدقہ نہیں ہے۔

مرویاتِ ترمذیؒ

ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰؒ نے ترمذی کی سند سے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کیا تو ایسے کا کھانا چھوڑنے پانی چھوڑنے سے خدا کو کوئی دلچسپی نہیں ہے ابوعیسیٰؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح بتایا ہے۔

محمد بن عمر بن علی مقدمی نے ترمذی کی سند سے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے

بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو اپنی سواری پر سوار ہوتے اور انگلی کو پھیلاتے ہوئے یہ دعا پڑھتے، شعبہ نے بھی اپنی انگلی پھیلا کر اس حدیث کو ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ اے خدا آپ سفر میں ہمارے ہمدرد ہیں۔ اور گھر بار کے جانکار ہیں اے خدا خیر خواہی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے اور اپنی نگرانی میں واپس لایئے، اے خدا زمین کو ہمارے لئے تہ کر دیجئے اور سفر ہم پر آسان کر دیجئے اے خدا میں سفر کی مشقت سے پناہ مانگتا ہوں اور زبوں حالی میں واپسی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

صفوان بن عیسیٰ نے ترمذی کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین نصیحت ہے (خیر خواہی ہے) آپ نے تین بار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کس کے لئے خیر خواہی آپ نے فرمایا اللہ کے بندے کیلئے، اس کی کتاب کے لئے، ائمۂ مسلمین کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے ترمذی نے اسے حسن صحیح کا درجہ دیا ہے۔

حمید بن مسعدہ نے ترمذی کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ خدا کو غیرت آتی ہے اور مومن کو غیرت آتی ہے خدا کو غیرت اس پر آتی ہے کہ مومن تک حرام چیز لائی جائے۔

مرویاتِ نسائیؒ

قتیبہ نے نسائیؒ کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا بہہ رہا ہو اور ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو کیا کوئی میل اس کے جسم پر باقی رہ جائیگا

سب نے جواب دیا کہ کوئی میل ناپاکی نہ رہے گی آپ نے فرمایا یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے کہ خدا اس سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

محمد بن رافع نسائی کی سند کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پیمبر خدا سے دریافت کیا کہ اے رسولِ خدا کون سا عمل بہتر ہے آپ نے فرمایا ایمان باللہ، پھر اس نے کہا اس کے بعد کس کا درجہ ہے آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، پھر اس نے کہا اس کے بعد کیا افضل ہے آپ نے فرمایا حجِ مبرور۔

احمد بن عمرو بن السرح نے نسائی کی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ہذیل کی دو عورتوں نے پیمبر خدا کے زمانے میں ایک دوسرے پر تیر اندازی کی جس سے ایک عورت کے پیٹ کا بچہ مر گیا تو پیمبر خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک غلام مقرر فرمائی یہ مملوک نر ہو کہ مادہ کسی سے بھی کام پورا ہو جائے گا۔

یونس بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں نسائی کی سند سے ابو ہریرہؓ تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اگر کوئی مومن قرض دار مرتا تو وارثان سے پوچھتے کہ اس نے کوئی ملکیت قرض کی ادائیگی کے لئے چھوڑی ہے اگر لوگ کہتے کہ ہاں موجود ہے تو آپؐ نماز جنازہ خود پڑھاتے اگر لوگ کہتے کہ قرض کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں ہے تو آپ فرماتے آپ لوگ اس کا جنازہ پڑھ لیں لیکن جب آپ کے جیتے جی فتوحات ہونے لگیں تو آپ نے فرمایا اَنَا اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ جو مر گیا اور پیچھے قرض چھوڑا تو بس اس کا دین دار ہوں اور جس نے موت کے بعد مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثین کے لئے ہے۔ سندی نے

بیان کیا کہ ابتداءً آپ نے مقروض کی نماز جنازہ پڑھانا چھوڑ دیا تھا جس کا مقصد قرضداروں کو قرض کی ادائیگی میں تساہل پر متنبہ کرنا تھا یا اس کی ادائیگی میں جو بدعہدیاں ہوئی ہیں اس کو چھڑانا مقصود تھا لیکن جب دولت اسلامی مضبوط ہو گئی مسلمانوں کے دل میں اسلام گھر کر گیا اور دین حنیف آئیڈیل بن کر سامنے آ گیا۔ تو مسلمان عموماً قرض نہ لیتے یا لیتے تو بڑی ضرورت کے موقعہ پر اور قرض لے کر اس کی ادائیگی میں کسی قسم کے تساہل وتغافل کو روا نہ رکھتے تھے اور خود پیمبر خدا اس قرض کی ادائیگی اسلامی اسٹیٹ کی طرف سے فرماتے اگر آپ کو یقین ہو جاتا کہ متوفیٰ اپنی غربت اور فقر کی وجہ سے موت سے پہلے اس قرض کو ادا نہ کر سکا اور مسلمانوں کا تو یوں ہی بہتر حال تھا خود باعزت تھے اور ان کے نفوس میں مکرمت تھی وہ کسی کے مال کو تلف ہونا کیسے پسند کرتے اور خود اس کے نہ دینے کی بات تو وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے اس مثال سے قرضوں کے اجتماعی ثقافت پر روشنی پڑتی ہے اور امت کے مابین ایک دوسرے کے تعاون کا جواز معلوم ہوتا ہے یہ دلیل واضح ہے کہ شریعت اسلامی ہر فرد امت کی زندگی کے گذران اور باعزت زندگی کی پوری طرح ذمہ دار ہے۔

مرویاتِ ابن ماجہ

عبدالرحمن بن ابراہیم ابن ماجہ کی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی ابتداء اجنبیت کے ساتھ ہوئی اور ترقیات کے بعد آخر میں بھی اجنبی ہی رہے گا، مبارک ہیں وہ اجنبی جو اس اجنبی سے تعلق وہمدردی رکھیں گے۔

ابوکریب نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت[۱] اہل قبار کی مدح میں نازل ہوئی اس قبار میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں خدا بھی پاکیزگی کو پسند کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اہل قبار پانی سے استنجار کرتے تھے اس لئے خدا نے ان کی پاکی کا اعلان فرمایا اور اپنی پسندیدگی کی سند عطا کی۔

ابوبکر بن شیبہ نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا ہر عملِ حسن دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ نیکی شمار کیا جاتا ہے لیکن روزے کے لئے خدا نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اسکی جزا دوں گا۔ اس لئے کہ بندے نے اپنا کھانا دوسری خواہشات میرے لئے ترک کیں۔ روزہ دار دو مسرتوں سے دوچار ہوتا ہے ایک فرحت روزہ افطار کرنے کے وقت دوسری خدا کے دیدار کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو جو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے خدا کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ان نمونوں پر اکتفا کرتے ہوئے ہمارا مقصد یہ تھا کہ آپ جان لیں کہ مرویات ابوہریرہؓ کو اصحاب ستہ نے بھی اپنی کتابوں میں لیا ہے اصحاب مسند و صحاح نے بھی لیا ہے اور حاکم وغیرہ نے مستدرک میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

---

[۱] واللہ یحب المتطہرین

اَصَحُّ الطُرُق

ابن المدینی نے بیان کیا کہ مطلقاً آپ کی اسناد حدیث میں سب سے صحیح حمّاد ابن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہؓ ہے۔

سلیمان بن داؤد نے اصح الاسانید یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہؓ کو تسلیم کیا ہے اور احادیث کی روایت میں صحیح ترین عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔ اور عن ابی الزناد عن الاعرج عبد الرحمٰن بن ہرمز عن ابی ہریرہؓ ہے۔

ابن عون و ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہؓ ہے۔

ان اسانیدِ صحیحہ میں اس سند کا بھی اضافہ کیجئے جسے احمد بن شاکر نے اس کو صحیح ترین کہا ہے جس میں مالک عن الزہری عن سعید ابن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے اس لئے کہ راوی اس میں عمدہ درجے کے ہیں علماء نے ان کو خوب مانا ہے اور ان کو اس علم میں امام تسلیم کیا ہے۔

دوسری سند سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔

تیسری سند معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرہؓ ہے۔
چوتھی سند حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرہؓ ہے۔
پانچویں سند اسماعیل بن ابی حکم عن سعید بن سفیان الحضرمی عن ابی ہریرہؓ ہے۔
چھٹی معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہؓ ہے ان سب کو احمد شاکر نے اعلیٰ سندوں میں تسلیم کیا ہے۔

ثنائے ابوہریرہؓ

خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ آپ کی سب سے بڑی ثنا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سب سے پہلے جس نے میری امت میں اس بارے میں سوال کیا وہ تمہاری ذات ہے۔ تم میں حصول علم سے غیر معمولی تعلق و شیفتگی ہے۔
دوسری روایت میں ہے کہ مجھے خیال تھا اس بات کے بارے میں تم سے پہلے مجھ سے کوئی دریافت نہ کرے گا۔ اس لئے کہ تم حصولِ علم کے حریص ہو۔
ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ابوہریرہؓ علم کا کوتھلا ہے۔
زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر ہم نے عرض کیا اے رسولِ خدا ہم بھی خدا سے ناقابل فراموش علم کے طالب ہیں آپ نے فرمایا تم سے پہلے یہ دوسی نوجوان اس کی منظوری لے چکا ہے۔

خود حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان کرنے والا نہیں صرف عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں اس لئے کہ وہ فرمودۂ رسول کو لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے روک دیا تھا اسی طرح آپ نے بہت سے دوسرے صحابہ کو بھی اس سے روک دیا تھا۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر بہت سے صحابہ کی پالیسی کم گوئیِ حدیث تھی۔ اس لئے کہ کثرتِ حدیث میں خطاء کا احتمال زیادہ تھا دوسرے ابتداءً قرآن اور احادیث رسول کے گڈمڈ ہونے کا اندیشہ تھا پھر بھی فاروق اعظمؓ نے ابو ہریرہؓ کا تقویٰ احتیاط حدیث گوئی دیکھ کر اجازت دے دی تھی۔ ذہبی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ فاروق اعظمؓ کو میری حدیث پہونچی تو آپ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم اس دن تھے جب ہم فلاں کے مکان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ میں نے کہا ہاں اور آپ نے یہ بات جس مقصد کے تحت چھیڑی ہے مجھے وہ بھی معلوم ہے آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ میں نے کیوں پوچھا میں نے کہا کہ پیمبر خدا نے اس دن فرمایا جو میری طرف کسی جھوٹ کی نسبت جان بوجھ کر کرے گا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ آپ نے فرمایا یاد آگیا اب میں تم کو حدیث بیان کرنے سے نہیں روکتا جاؤ حدیث بیان کرتے رہو ایک دوسری حدیث میں ہے اب تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرو۔ جب چاہو جیسے چاہو جتنی چاہو۔

یہ چھوٹ حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف سے دستاویز ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ

کو آپ نے عنایت فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ابوہریرہؓ تم ہم میں سب سے زیادہ پیمبر خدا کے ساتھ ساتھ رہے اور سب سے زیادہ حدیث کے واقف کار تھے۔

ابن عمرؓ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ابوہریرہؓ جو بیان کرتے ہیں اس میں کسی بات سے آپ کو انکار تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں انھوں نے پامردی سے کام لیا اور ہم نے کم ہمتی کا ثبوت دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے ابوہریرہؓ مجھ سے اچھے ہیں اور جو حدیث بیان کرتے ہیں اس کے گرد و پیش سے خوب واقف ہیں اور آپ کو دعائے مغفرت و رحمت سے بکثرت نوازتے اور فرماتے کہ ابوہریرہؓ وہ ہیں جنھوں نے احادیث رسول کو یاد کرکے مسلمانوں تک پہنچایا۔ حضرت اُبی بن کعب فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلف تھے آپ سے ایسی باتیں دریافت کر لیتے جن کو ہم دریافت کرنے کی سوچتے رہتے۔

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اپنی روایت حدیث میں صحیح ہیں۔ حضرت صدیقہؓ کا یہ جملہ اس موقع پر ہے جب جنازے کی مشایعت پر ثواب والی حدیث ابوہریرہؓ نے بھیجی اور فاروق اعظمؓ نے اس کی تصدیق حضرت صدیقہ سے چاہی تھی۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابوہریرہؓ نے وہ ساری باتیں سُنیں جو ہم آپ سے نہ سُن سکے۔ دوسری روایت میں ہے کہ سُنا تو ہم نے بھی انھیں کی طرح مگر ہم نے بھلا دیا انھیں یاد رہیں۔

زید بن ثابت سے کسی نے کوئی بات پوچھی تو آپ نے فرمایا ابوہریرہؓ سے دریافت کرلو۔ ایک شخص ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر آیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا ابوہریرہ مسئلہ بتادو اس لئے کہ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔

مروان بن حکم نے مرض الموت میں آپ کی عیادت کی اور اس کا اعلان کیا کہ میں نے آپ کو بڑا عالم پایا اس وقت حضرت ابوہریرہؓ دعا فرما رہے تھے کہ اے خدا میں آپ سے ملنا پسند کرتا ہوں آپ بھی اس ملاقات کو پسند کریں۔

کعب احبار فرماتے ہیں توراۃ کو باقاعدہ نہ پڑھتے ہوئے لوگوں میں مجھے ابوہریرہؓ سے زیادہ کوئی توراۃ کا عالم نظر نہیں آیا۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم فرماتے ہیں آج مجھے معلوم ہوگیا کہ ابوہریرہؓ سب سے بڑے حافظ ہیں یہ اس موقعہ کا ذکر ہے کہ مذاکرہ حدیث کی ایک مجلس میں جس میں مشائخ اجلہ صحابہ موجود تھے آپ ان کی موجودگی میں حدیث بیان کرتے ان میں سے بہت سے اس حدیث سے واقف نہ تھے آپ سے دوبارہ سنتے اور یاد کرتے۔

ابوصالح سماق نے بیان کیا کہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ حدیث کے حافظ تھے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابوہریرہؓ صحابہ میں سب سے افضل بھی تھے ہاں اس کا مطلب صرف یہ نکلتا ہے کہ حدیثیں یاد رکھنے میں وہ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔

سیرین انصاری ابومحمد یحییٰ ابن سیرین حضرت ابوہریرہؓ کے جلالت

علم سے واقف تھے اپنے صاحبزادوں کو حضرت ابوہریرہؓ کے پاس طلب حدیث کے لئے بھیجتے تھے حالانکہ اس دور میں صحابہ کا ایک بڑا جرگہ موجود تھا اس کے باوجود آپ کے پاس بھیجنا آپ کی شہرت، آپ کے حفظ، آپ کی پارسائی، حدیثوں کی چھان بین میں طاق ہونے کی دلیل ہے یہی دونوں صاحبان بعد میں اعلام محدثین میں سے ہوئے ہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اپنے دور میں ابوہریرہؓ سب سے زیادہ یادداشت کے مالک تھے۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ سے آٹھ سو سے زائد رجال علم و حدیث نے حدیثیں بیان کیں اور اپنے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے

حافظ مغرب یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں اصحاب رسول میں احفظ تھے آپ کی کتاب کے دوسرے نسخہ میں یہ عبارت ہے۔ اصحاب رسول میں سب سے احفظ تھے اور مہاجرین و انصار کو جو باتیں یاد نہ تھیں آپ کو یاد تھیں اس لئے کہ دوسرے لوگ تجارت، اور اپنے کاروباری مشاغل میں رہتے اور آپ، دائم و قائم خدمت رسول میں رہتے۔

مشہور مورخ علی ابن محمد جو ابن اثیر کہلاتے ہیں (۵۵۵-۶۳۰ھ) کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ دوسی پیمبر خدا کے ساتھی بھی تھے اور حدیث بھی سب سے زیادہ بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبی ۶۷۳-۷۴۸ھ کہتے ہیں ابوہریرہؓ امام فقیہ مجتہد حافظ، صاحبِ رسول۔ ابوہریرہؓ دوسی یمانی سید حفاظ اثبات تھے۔ دوسری جگہ کہتے

ہیں کہ ابوہریرہؓ پر حفظ حدیث کی ریاست ختم ہوگئی ہے آپ پیمبر خدؐا سے الفاظ حدیث سن کر ہو بہو ادا کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جگہ کہا کہ ابوہریرہؓ کا حفظ مضبوط ہے انھوں نے کسی حدیث میں غلطی نہیں کی۔

حافظ ابن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ) کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کو سچائی یادداشت، دیانت، عبادت، پارسائی اور عمل صالح میں وافر حصہ ملا تھا۔ دوسری جگہ لکھا کہ ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پاکیزہ حدیثوں کا بڑا حصہ روایت کیا اور صحابہ کے حفاظ حدیث میں آپ کا شمار تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) ابوہریرہؓ تمام راویان حدیث سے اپنے دور کے سب سے بڑے حافظ تھے اور جن احادیث کو آپ نے بیان فرمایا صحابہ میں سے کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔

یحییٰ بن ابی بکر عامری ۸۱۶۔۸۹۳ھ بیان کرتے ہیں ابوہریرہؓ بالغ نگاہ، درویش صفت، ناداری پسند، صبر دوست، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق، آپ کے ساتھ ہمہ وقت رہنے والے تھے آپ کسی ضرورت کی وجہ سے الگ نہ ہوتے نہ دنیا نے نہ اہل نے نہ مال نے کسی چیز نے آپ کا رخ نہیں موڑا اور چونکہ ہمیشہ پیمبر خدؐا کے ساتھ رہتے اور حافظہ بھی آپ کا غضب تھا اس لئے احادیث رسول کو یاد رکھنے اور اس کی روایت میں تمام صحابہ سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔

دوسرے موقعہ پر لکھا کہ آپ حافظ حدیث تھے، ثبت تھے، زیرک، دانا مسائل سے واقف تھے اکثر روزہ رکھتے نمازیں پڑھتے تھے۔

مورخ عبدالحماد بن احمد جو ابن عماد کے نام سے مشہور ہیں ۱۰۳۲-۱۰۸۹ھ۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضہ بڑے ذاکر و عبادت گزار تھے۔ خندہ پیشانی بااخلاق مدینہ کے گورنر رہے۔ صحابہ میں حافظ حدیث تھے اور ان میں سب سے زیادہ روایت آپ نے کی ہے۔

رضی اللہ عنہما اجمعین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

ان دستاویزی شہادتوں کے بعد میرا خیال ہے کہ اب حضرت ابوہریرہ رضہ کے بارے میں اہل علم کی کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے ورنہ علماء نے آپ کے علم پر جو شہادتیں دی ہیں اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو ایک دفتر نہیں کئی دفتر بھر جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضہ کی قدر و منزلت، آپ کی رفعت علم، کثرتِ حدیث، آپ کے فضل و پارسائی، آپ کا حافظ حدیثوں کی خاںج کسی بھی صاحبِ علم سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضہ نے حدیث رسول کی حفاظت نیز اس کی اشاعت و تبلیغ میں عمر عزیز صرف کر دی، یہی بات انھیں امتیازی شان عطا کرتی ہے۔ اجلّہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ رضہ کی اس خصوصی شان کا اعتراف شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

بہر کیف یہ تو ہم نے چند شہادتیں اپنی معلومات کے مطابق اکٹھا کر دی ہیں تاکہ آپ کی حق تلفی نہ ہو جائے۔ اب تو کوئی ایسا ہی بے بصیرت اور کوڑھ دماغ ہوگا جو آپ کی جلالت شان کا معترف نہ ہو۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَإِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

تمت بالخیر

